Title - MASAILA-E-KHILAFAT-O-JAZEERA-E-ARAB

Creator - Abul Kalaam Azad.

Publisher - Al Balaagh Press (Calcutta).

Date - N.A.

Pages - 160

Subjects - Islam - Masaila-E-Khilafat; Khilafat - Islami Khutbaat - Azad, Abul Kalaam; Jazeera-E-Arab.

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

سلسلہ مطبوعات مسئلہ خلافت

نمبر (۱)

مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب

یعنی

مولانا ابو الکلام کا خطبہ صدارت جو انھوں نے پراونشیل خلافت کانفرنس بنگال
نعقدہ ۲۸ - ۲۹ - فروری سنہ ۱۹۲۰ء کلکتہ میں دیا - اب آل انڈیا خلافت کمیٹی کے شعبہ تبلیغ
شاعت (کلکتہ) کی جانب سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جاتا ہے -

تم مسلمان، جو ایک زمانے میں اللہ اور اُس کے دین برحق کے لیے سب کچھ کر سکتے
تھے، کیا اب اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندوں تک
نچا دو؟ تم کو چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک کم از کم دس مسلمانوں تک و
ارے حکم نہ پہنچا دو جو اس رسالہ میں درج ہیں - اور اُن میں سے ہر ایک کو
صیت کرو کہ اسی طرح دس آدمیوں تک شریعت کے یہ احکام پہنچا دے - فلیبلغ
شاهد الغائب، فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ من هو اوعیٰ له منه.

قیمت ایک روپیہ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ
اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ !! (۱۰ : ۸۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل، فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷: ۱۶)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جھک جائین اور غفلت و نافرمانی سے باز آئین ؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہو جائین جن کو مسلمانون ہی کی طرح کتاب الٰہی دی گئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت گزر گئی تو غفلت مین رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلون کی وہ نرمی اور اثر پذیری نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر ؟

فہرست

Printed by F. D. Ahmed Mirza at the "Albalagh" Printing and Publishing House 45, Ripon Lane Calcutta, and Published by Moulvi Mohamed Akram Khan for "All India Khilafat Committee" Publishing & Circulating Branch Calcutta. (May 1920)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ - و سلام علی عبادہ الذین اصطفی -

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسہ کي نسبت مسلمانوں کے مطالبات کي تمام تر بنیاد احکام شرعیہ پر ھے - اسلیے سب سے مقدم کام یہ تھا کہ ایک مبسوط تحریر اس موضوع پر شائع کي جاتي ' جسمیں تمام احکام شرعیہ کي پوري طرح شرح و تحقیق ہوتي ' اور جسقدر شبہات اس بارے میں پیدا ہو سکتے ہیں ' اُن سب کا کما حقہ ازالہ کردیا جاتا -

مسئلہ کے بعض اطراف نہایت نازک ہیں - نظر کي ذرا سي کجي اور بصیرۃ کي تھوڑي سي کمي بھي طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کردے سکتي ھے - چنانچہ یہ رسالہ اسي غرض سے شائع کیا جاتا ھے -

۲۸ - ۲۹ - فروري سنہ ۲۰ کو بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا - اس اجلاس کیلیے مولانا ابوالکلام نے یہ رسالہ بطور خطبۂ صدارت کے صفحۂ ۹۱- تک لکھا تھا - بعد کو بقیہ مباحث بھي انہوں نے بڑھا دیے تا کہ اس موضوع پر ایک مکمل تحریر مرتب ہو جاے - جلسہ میں مولانا نے اپني عادت کے مطابق محض زباني تقریر کي تھي ' اور اسي کے ضمن میں احکام ' و دلائل کا خلاصہ بھي آ گیا تھا - چنانچہ تمہید اور خاتمہ کا حصہ وھي ھے جو اُس زباني تقریر سے قلمبند کیا گیا تھا - البتہ تحریر سے بعض ایسے حصے نکالدیے گئے ' جو مسئلہ کے سیاسي و ملکي پہلو سے تعلق رکھتے تھے - مثلاً ہندو مسلمانوں کا اتحاد ' اور دنیا کا مستقبل عالمگیر امن - تا کہ یہ رسالہ صرف احکام شرعیہ کي بحث و تحقیق کیلیے خاص ہو جاے ' اور اُن مباحث کو علحدہ رسالوں کي شکل میں شائع کیا جاے -

اس رسالہ کي اشاعت سے تبلیغ و اشاعت کا پہلا کام انجام پا گیا - یعنے مسئلہ پر شرح و بسط کے ساتھہ ایک مکمل بحث ہوگئي جسکا خطاب زیادہ تر حضرات علماء سے ھے -

نیز ایک ایسا جامع رسالہ طیار ہوگیا ' جسمیں مسئلہ کا تمام ضروري مواد موجود ھے - اب جو ارباب قلم اور کارکنان مجالس خلافت تبلیغ واشاعت کیلیے مضامین شائع کرنا چاھیں ' وہ اس مواد کو پیش نظر رکھکر مختلف پیرایوں اور شکلوں میں متعدد رسالے مرتب کرلے سکتے ہیں - ضرورت ھے کہ کثرت کے ساتھہ ایسے رسالے جلد شائع کیے جائیں -

اب اسکے بعد دلائل و مباحث کا نہیں بلکہ مجرد احکام شرعیہ کی دعوۃ و تبلیغ کا کام سامنے آتا ہے - یعنی عوام کی آگاہی کیلیے چھوٹے چھوٹے رسالے نہایت آسان اور سہل عبارت میں شائع کیے جائیں - اُن میں صرف احکام و فرائض کی توضیح ہو -دلائل و مباحث نہوں -

مسئلہ کے اور متعدد اہم پہلو بھی باقی ہیں - ضروری ہے کہ وہ بھی اسی شرح و بسط کے ساتھ لکھے جائیں -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے اس بارے میں ایک پورا سلسلۂ اشاعت و مطبوعات طیار کر لیا ہے - اس سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ہے - پریس کی دقتوں کی وجہ سے اسکی اشاعت میں تاخیر ہوگئی - اب لیتھو پریس کا مستقل انتظام ہوگیا ہے - اور انشاء اللہ یکے بعد دیگرے تمام نمبر شائع ہوتے رہینگے جنکا بڑا حصہ مولانا ابو الکلام ہی کے قلم سے نکلا ہے - ہماری کوشش ہوگی کہ ہر ہفتہ اس سلسلہ کا ایک نمبر ضرور شائع ہو جاے -

اس رسالہ کا بھی دوسرا ایڈیشن اضافۂ و نظر ثانی کے بعد لیتھو پریس میں زیر طبع ہے -

ان مطبوعات سے مقصود محض تبلیغ و اشاعت ہے - رسالوں کی قیمت جو رکھی گئی ہے' وہ شعبۂ اشاعت کی اعانت کیلیے ہے - لیکن تمام علماء و مشائخ کرام اور غیر مستطیع حضرات میں بلا قیمت تقسیم کیے جائینگے -

تمام خلافت کمیٹیوں اور اسلامی انجمنوں کے ناظموں کو چاہیے کہ فوراً اپنے نام اور پتہ سے ہمیں مطلع فرمائیں جو ایک رجسٹر میں درج کرلیے جائینگے' اور جو نمبر طیار ہوگا ' فوراً آنکی خدمت میں بھیجدیا جایگا -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے انہی اغراض سے ایک روزانہ اخبار " زمانہ " بھی جاری کردیا ہے -

تمام خلافت کمیٹیوں کو چاہیے کہ تبلیغ و اشاعت کے معاملہ میں ہم سے خط و کتابت جاری رکھیں - اس بارے میں ہر طرح کی خدمت و اعانت کیلیے ہم طیار ہیں - خود مولانا ابو الکلام کی سرپرستی و نگرانی اس شعبہ کو حاصل ہے -

محمد اکرم خان

آنریری سکریٹری خلافت کمیٹی بنگال - و شعبۂ تبلیغ و اشاعت -

ہرن باڑی لین - کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ - و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - من یہدي اللہ فلا مضل لہ ' و من یضللہ فلا ھادي لہ - و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ - و نشھد ان سیدنا محمد عبدہ و رسولہ - صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم

برادران و بزرگان ملک و ملت !

آپکے صوبے کي یہ پہلي خلافت کانفرنس ھے جسکي صدارت کي عزت مجھے دي گئي ھے - آپکي کمیٹي کے معزز ارکان میں سے ھر رکن یقیناً اس بات سے واقف ھوگا کہ اس قسم کي رئیسانہ اور رسمي حیثیت کا اختیار کرنا میري زندگي میں سب سے پہلا واقعہ ھے ' اور اُس طریق عمل سے مجھے روگردان و منحرف ثابت کرتا ھے جس پر نہایت اصرار کے ساتھہ قائم رھنے کي ھمیشہ کوشش کرتا رھا ھوں - سنہ ۱۹۱۱ع میں جبکہ میري موجودہ پبلک زندگي کا بالکل ابتدائي عہد تھا ' مجھے موقعہ ملا کہ اپني آئندہ زندگي کیلیے ایک " مذھب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت نا پیداکنار کي طرف قدم اُٹھاتے ھوے اصول عمل کي مختلف راھیں میرے سامنے تھیں ' اور میں چاھتا تھا کہ میرا سفر اُس دانشمند مسافر کي طرح ھو جس نے سفر سے پہلے راہ و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا ھے - اُس طوفاني کشتي کي طرح نہو جس نے ھوا کے جھونکوں اور سمندر کي موجوں پر اپنے سفر کے رخ اور کنارے کي جستجو چھوڑ دي ھو - اُسوقت اپنے مذھب عمل کي نسبت جن اصولي مسائل کا میں نے قطعي فیصلہ کرلیا تھا ' اُن میں ایک خاص مسئلہ یہ بھي تھا کہ اپني زندگي کے ھر حصہ میں ھمیشہ مجلسوں کي صدارت ' انجمنوں کے عہدوں ' اور اسي طرح کے تمام رئیسانہ اور رسمي منصبوں سے یکقلم کنارہ کش رھونگا - یہ فیصلہ دراصل میرے ایک بنیادي اور دیني اعتقاد کا قدرتي نتیجہ تھا - میں نے اپنے لیے جو راہ عمل منتخب کي تھي ' وہ دعوۃ و تبلیغ کي راہ تھي - موجودہ زمانے کي مصطلحہ لیڈر شپ کي راہ نہ تھي - میرے سامنے اتباع

و اقتداء کیلیے نوع انسانی کے اُن مخصوص افراد کا نمونہ تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ہیں ' اور جنکے طریق عمل کو اسلام کی اصطلاح میں " حکمت " اور " سنۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے - میں اپنی راہ طلبی کا ہاتھ ابراہیم و محمد (علیہما الصلوۃ و السلام) کے رہنما ہاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا - گریبالڈی ' میزینی ' یا گلیڈ اسٹن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نہ تھا - پس یہ تو ضروری تھا کہ میرا وجود کسی گوشۂ فقر و نامرادی میں خدمت و محنت کا ایک غیر دلچسپ منظر ہوتا ' یا انسانوں کے کسی ہجوم میں ایک پکارنے والے کی بے پروا پکار - لیکن یہ بالکل ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے فراموش کردہ عہد نبوۃ و مذاہب کا ایک دلدادہ ' انجمنوں کا عہدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ہو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوۃ اور بیسویں صدی کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت ' ایک زندگی میں جمع نہیں ہوسکتے !

حضرات ! مذہب عمل کے اس بنیادی اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کی موجودگی کے مجھے ہمیشہ اپنی راہ میں صحرا کے درخت کی طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایہ ہی پر قانع رہنا پڑا - یہ مدنیۃ زار عالم جو اپنے ہر گوشہ میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ہے ' میرے لیے ہمیشہ سمندر رہی یا ایک صحراے ریگ زار ' لیکن کبھی ایک آبادی اور بستی کا اُس نے کام نہیں دیا ' اور نہ کبھی میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا کہ اُسکی رفاقتوں کا ساتھہ دے سکوں - تاہم آپ حضرات کیلیے یہ عرض کرنا ضروری نہیں ہے کہ جہاں تک ایک ناچیز انسانی ہستی ارادہ کے ساتھہ عمل کو جمع کرسکتی ہے ' میں اپنے اصولوں پر قائم رہنے کیلیے ہمیشہ سخت رہا ہوں ' اور موجودہ زمانے کی لیڈر شپ کی دلفریب سے دلفریب نمائشیں اور ابناء عصر کی رفاقت و معیت کی صبر آزما دلچسپیاں بھی کبھی اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ہوئی ہیں - اسی بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹری کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انہوں نے لکھا کہ کانفرنس کی صدارت تم کو منظور کرلینی چاهیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاہر کیا -

لیکن جب میں کلکتـہ پہنچا اور اس بارے میں زبانی گفتگو ہوئی تو کچھہ عرصہ کی رد وکد کے بعد میں نے منظور کرلیا - میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ یقیناً اپنے دستور العمل سے ایک کھلا انحراف ہے ' لیکن آپ یقین کیجیے کہ اس انحراف کیلیے جس چیز نے مجھے مجبور کیا اُسکی حفاظت بھی میرے لیے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زیادہ ضروری تھی - یعنی اصول کی نہیں بلکہ جس مقصد کیلیے تمام اصول ہیں ' اُنکی حفاظت - اصول مقاصد کیلیے ہیں - مقاصد اصول کیلیے نہیں ہیں - پس دنیا کے اس سچے اور قدرتی قانون کی بنا پر کہ ہر بڑی چیز کیلیے چھوٹی چیز کو اور ہمیشہ مقاصد کیلیے وسائل کو قربان کردینا چاہیے ' میں طیار ہوگیا کہ مقصد کی راہ میں مقصد کے ایک وسیلے یعنی اپنے طریق عمل کو خیرباد کہدوں ' اور اس مجلس کی صدارت منظور کرنے سے انکار نہ کروں -

حضرات ! میں چاہتا ہوں کہ نہایت صفائی کے ساتھہ بے پردہ وہ اصلی سبب بھی عرض کردوں جس نے مجھے یکایک اپنے طریق عمل کے بر خلاف اس بات کیلیے آمادہ کردیا - آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نظر بندی کے گوشۂ قید و عزلت سے نکلے ہوے بمشکل ابھی پورے دو مہینے ہوے ہونگے - لیکن اس تھوڑے عرصے کے اندر ہی میں نے پوری طرح اندازہ کرلیا ہے کہ موجودہ اسلامی وملکی مسائل کی نسبت کام کرنے والوں کے طریق عمل کا کیا حال ہے ؟ مجھے صاف صاف عرض کردینا پڑتا ہے کہ ملک کے کار فرما طبقہ کی نسبت اب سے سات سال پہلے جو رائیں میں نے قائم کی تھیں' اور جنکی وجہ سے بسا اوقات نہایت قیمتی اور محبوب رفاقتوں سے بھی مجھے دست بردار ہوجانا پڑتا تھا' بدقسمتی سے ابتک اُن میں تبدیلی کا وقت نہیں آیا ہے - متضاد مناظر کا کچھہ عجیب عالم ہے جسے اپنے چاروں طرف پاتا ہوں- ایک طرف ملک کی عام پبلک ہے' اور سورج کی روشنی سے بھی زیادہ یقینی صورت میں دیکھہ رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر حالت میں وہ کسی صحیح راہ عمل پر چل کھڑے ہونے کیلیے منتظر و مستعد ہے - دوسری طرف کام کرنے والوں کی جماعت ہے ' اور جس جس پہلو سے دیکھتا ہوں ' اسپر ابتک وہی تذبذب واضطراب اور تزلزل وانتشار کا عالم طاری نظرآتا ہے جو تمام پچھلے دوروں میں طاری رہ چکا ہے - اب تک مقاصد سے اعراض ہے اور وسائل میں انہماک - ابتک حقیقی مصلحت بینی' اور حیلہ جوئی و بہانہ سازی

میں امتیاز کی راہ مسدود ہے اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و ہراس کی حکومت قائم ہے - زبانوں کی لکنت گو دور ہوچکی ' اور شاید چہروں کا ہراس بھی جاتا رہا لیکن دلوں کی دہشت بدستور باقی ہے اور ایمان کی کمزوری نے ابتک ساتھہ نہیں چھوڑا ہے - زبانیں جسقدر تیز ہیں' قدم میں اُتنی تیزی نہیں ہے - اور اعلان جسقدر بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتا ہے ' عمل میں اُسقدر بلند پیمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی اور شاید خفتگان بستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے ' لیکن آنکھوں میں خمار ابتک باقی ہے ' اور دھواں بڑھتا جاتا ہے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رہی لیکن دلوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا ڈر اور نفس کا عشق بھی باقی ہے ' یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور اگر حضرت مسیح نے سچ کہا ہے کہ " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا " اور اگر قرآن یہ فیصلہ کردینے میں سچا ہے کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی

سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے !

تو یقین کرنا چاہیے کہ ہمارے دلوں کی بستی ابتک سچی خدا پرستی کی عبادت گاہ سے خالی ہے -

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاہوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ہماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ہے - اب موت و حیات ' بقاؤ فنا ' ایمان و کفر ' اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ہمارے سامنے ہے ' اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ہوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پر پیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجھکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ہے تو میں اس سے انکار نہ کروں ' اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ہوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم

ف

اُٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا ہوں لیکن رفیقان طریق نے ہمیشہ اس سے اعراض کیا ہے، اور آج بھی جبکہ اُس اعراض کے نتائج سامنے ہیں، تذبذب و اضطراب عمل عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آرہا ہے -

حضرات! صرف یہی ایک خیال تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کردیا کہ آپنے اپنی محبت اور مہربانی سے جو عزت مجھے دینی چاہی ہے، اُس سے گریز نہ کروں - میں آپکا شکر گزار ہوں، اور آپکی دلی رفاقت و اعانت کا طلبگار - ہم سب کو اللہ کے فضل و توفیق پر اعتماد ہے جسکے بغیر کائنات ہستی کا کوئی ارادہ اور کوئی عمل کامیابی اور فلاح نہیں پاسکتا -

امیر جمع ہیں احباب، درد دل کہلے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے!

و ما توفیقی الا باللہ - علیہ توکلت و الیہ انیب -

(مسئلۂ خلافۃ)

حضرات! اب میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - ہم تمام باشندگان ہند کے سامنے کرۂ ارضی کی ایک کثیر آبادی کی طرح اسوقت خلافۃ اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا مسئلہ درپیش ہے - "خلافۃ" عربی کی ایک مصدر ہے - اُسکا مادہ ہے "خلف" - اور اسی سے ہے "خلیفہ" - خلیفہ کے لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں "من قولک خلف فلان فلانا فی ھذا الامر اذا قام مقامہ فیہ بعدہ" (ابن فارس) یعنی اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بعد کسی ایک معاملہ میں یا کسی طاقت و اختیار میں اُسکا نائب و قائم مقام ہوا تو یہ خلافت ہوئی، اور لغۃ میں اسکو خلیفہ یعنی بعد کو آنے والا اور قائم مقام کہینگے - خواہ یہ نیابت سابق کی موت و عزل کی وجہ سے ہوئی ہو، یا غیبت کی وجہ سے، یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کردینے کی وجہ سے - مفردات امام راغب میں ہے "الخلافۃ، النیابۃ عن الغیر إما بالغیبۃ المنوب عنہ، و إما لموتہ، و إما لعجزہ، و إما التشریف المستخلف" (صفحہ ١٥٥)

یہ لفظ بھی قران حکیم کے اختیارات لغویہ میں سے ہے - یعنی عربی زبان کے اُن لفظوں میں سے ہے جنکو لغۃ میں عام معانی کیلیے استعمال کیا جاتا تھا مگر قران حکیم نے اپنے خاص مصطلحۂ شرع معانی کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان، غیب، تقدیر، بعث، صلواۃ وغیر ذلک - ایمان کے

لغوي معني يقين و طمانية اور زوال خوف و شک کے تھے ' لیکن قران حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قران کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پاگئي - قران کي زبان میں خلافة اور " استخلاف في الارض " اور " وراثت و تمکن في الارض " سے مقصود زمین کي قومي عظمت و ریاست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت و سلطنت ھے - قرآن حکیم اِسکو سب سے بڑي نعمت قرار دیتا ھے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں ملسکتي ھے - قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضي کا مقصد یہ ھوتا ھے کہ دنیا میں نوع انساني کي ھدایت و سعادت کیلیے ایک خاص ذمہ دار قوم و حکومت قائم ھو - وہ الله کي عدالت کو دنیا میں قائم کرائے ' ظلم و جور اور انسان کي ابلیسي ضلالت و طغیان سے اُس کي زمین پاک ھو جاے ' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیة دنیا میں پھیل جاے ' اور الله کا وہ ھمہ گیر قانون عدل جو تمام کائنات ھستي میں سورج سے لیکر زمین کے اندر کے حشرات تک کیلیے نافذ و قائم ھے ' اور جسکو قران اپني زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیرکرتا ھے اور جس سے صرف انسان ھي روگرداني کرنے والا ھے' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاري و ساري ھوکر کرۂ ارضي کو سعادت و امنیت کي ایک بہشت بناد ے !

لغة کے اعتبار سے یہ اطلاق اسلیے ھوا کہ سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفہ ھوا ' وہ زمین پر الله کي عدالت قائم رکھنے میں' الله کي نیابت اور قائم مقامي رکھتا تھا ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تھي ' اور ھر خلیفہ' سابق کا قائم مقام - ظہور اسلام کے بعد جب ارضي خلافة کے وارث مسلمان ھوے' تو اس سلسلہ کا پہلا خلیفة الله صاحب و شارع اسلام تھا - یعني محمد الرسول الله صلعم - اور پھر انکے بعد جن لوگوں کے ھاتھہ اسلام کي مرکزي حکومت آئي' وہ اس خلیفة الله کے نائب اور قائم مقام ھوے - اسلیے اُن پر خلیفہ کا اطلاق ھوتا رھا اور ابتک ھو رھا ھے -

یہ زمین کي وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد ھوتي رھي اور وہ دنیا میں الله کي طرف سے دین حق کے خدمت گزار رھے- آیات ذیل میں اسي خلافت کا ذکر ھے :

وهو الذي جعلكم خلائف الارض (٦ : ١٦٥)	وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمین میں خلافت دي -
ويستخلف ربي قوماً غيركم - (١١ : ٥٧)	اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کیا تو الله تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو تمهاري جگه دیدیگا -
ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون ؟ (١٠ : ١٤)	پهر اُن قوموں کے بعد هم نے تم کو اُنکي جگه دي .تاکه دیکهیں تمهارے کام کیسے هوتے هیں ؟
و اذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح - (٧ : ٦٨)	اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین بنایا -
يا داؤد انا جعلناك خليفة في الارض (٣٨ : ٢٦)	اے داؤد ! هم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بهي تعبیر کیا گیا :

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون (٢١ : ١٠٥)	اور زبور میں بهي همارا اعلان یهي تها که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آتي هے -

یهي چیز زمین کي " تمکین " اور " تمکن " یعني طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بهي هے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تهي ' جبکه وه غلامي کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پهر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک هوگیا :

كذالك مكنا ليوسف - (١٢ : ٥٦)	اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعده کیا گیا تها :

الذين ان مكنا هم في الارض اقا موا الصلوة و آتوا الزكواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنكر ' و لله عاقبة الامور - (٢٢ : ٤٣)	وه لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں قائم کردیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز قائم کرینگے ' زکواة ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے -

اس آیۃ کریمہ سے صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ تمکین فی الارض یا حکومت کا مقصد اصلی قرآن حکیم کے نزدیک کیا ہے ؟ معلوم ہوگیا کہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جائے ' نیکی اور راستی کا اعلان و ظہور ہو ' برائی سے نوع انسانی کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جائے !

دوسری آیۃ میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ' و لیبدلنھم من بعد خوفھم أمنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولائک ھم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیے ' اللہ کا انسے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی خلافت دیگا - ٹھیک اسی طرح جس طرح پچھلی قوموں کو دی جا چکی ہے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے اُن کا دین حق قائم ہو جائیگا اور خوف کی گھڑیاں دائمی امن کی خوشحالی سے بدل دی جائینگی -

یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جب ہجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اور قلت تعداد و بے سرو سامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ہتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اُسوقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یاتی علینا یوم نأمن فیہ و نضع عنا السلاح " ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے ساتھہ صبح شام بسر کرتے اور ہتیار اپنے جسم سے الگ کرسکتے - ابو العالیہ راوی ہیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ہے جبکہ خوف کی جگہ امن ہوگا ' مظلومی و بیچارگی کی جگہ قیام و فرمانروائی ہوگی ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کی خلافت اُنھی کے قبضۂ اقتدار میں آ جائیگی - (تفسیر طبری جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ہے ' وہ خلافت فی الارض ہے - یعنی زمین کی حکومت

و تسلط - پس اسلام کا خلیفہ ہو نہیں سکتا جب تک اس آیت کے بموجب زمین پر کامل حکومت و اختیار اُسے حاصل نہو - وہ مسیحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی و دینی اقتدار نہیں ہے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافی ہو - وہ کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائی ہے - اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خدا و رسول کے سوا کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے - اسکا مٹانا اُس کے ظہور کا پہلا کام تھا : اتخذوا احبارھم و رھبانہم ارباباً مـــن دون اللـــہ - (۹ : ۳۲) اور ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب و الحکم و النبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون - (۳ : ۷۹)

اللہ کے تمام وعدوں کی طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا - آٹھ نو سال بعد جب داعی اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابلہ کیلیے اسلامی فوجیں مدینہ سے نکل رہی تھیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیہ کا پہلا خلیفۃ اللہ خود حضرۃ داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کا وجود مقدس تھا ، اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تھا کہ وہ آپکے نائب اور قائم مقام ہونگے - " علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین " (ابن ماجہ عن العرباض بن ساریہ) و امثالہا - آپکے بعد حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جانشین ہوے تو وہ خلیفۂ رسول اللہ تھے -

(خلافت خاصہ و خلافت ملوکی)

آنحضرۃ کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہوگئی - خود آنحضرت نے نہ صرف ان دو سلسلوں کی پیشتر سے خبر ہی دیدی تھی ، بلکہ اُنکے تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تھے اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں ، وہ کثرت طرق و شہرت متن و قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں - پہلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مہدیین کا تھا جنکی خلافت منہاج نبوۃ پر تھی - وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیۃ شخص رسالۃ کے قائم مقام تھے - یعنی انکا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا اور اسلیے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزء - اور جس طرح وجود

نبوۃ میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسی طرح آنکی شخصیت بھی جامع و حاوی تھی - دینی دعوۃ اور شرعی اجتہاد و امر ' حکومت و فرمانروائی اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام سیاست ' یہ سب آنکی ذات میں اکٹھے تھے - آنکی حکومت سچے اور حقیقی اسلامی نظام پر تھی - یعنی حکومت شوری ' جسکو آجکل کی زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھہ ریپبلک کہہ سکتے ھیں - یہ سلسلہ حضرۃ علی علیہ السلام پر ختم ھوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاھت کا تھا ' جبکہ عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربی تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رھی تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا ' لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ھوگئے تھے - خلفاء بنو امیۃ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاری ھے ' وہ اسی دوسری قسم میں داخل ھے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ھدایت و نبوۃ خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاھت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ھے " الخلافۃ بعدی ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذلک " اور حدیث ابو ہریرہ " الخلافۃ بالمدنیہ و الملک با لشام " ایک دوسری حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ھیں " نبوۃ و رحمۃ ' ثم خلافۃ و رحمۃ " و فی لفظ " خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم یکون ملک عضوض " امیر معاویہ نے اس کی نسبت کہا تھا - ھم نے عہد ملوکی پر قناعت کرلی -

آخری حدیث کے مطابق تین دور ھوے - عہد نبوت و رحمت ' خلافت و رحمت ' پادشاھی اور استبدادی فرمانروائی - پہلا دور آنحضرۃ صلعم کی وفات پر ختم ھوگیا - دوسرا دور فی الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمی جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوۃ و ظہور نبوت اور تکمیل کاروبار شرائع میں ھمیشہ سنۃ اللہ رھی ھے) جو حضرۃ امیر علیہ السلام پر ختم ھوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاھی و استبدادی شروع ھوا جو آجتک جاری ھے - اس دور کی بھی بہت سی مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائی گئی تھیں ' اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کی برکات کی محرومی و فقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا ' اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی '

کالحصیر عوداً عوداً ' جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئی ' اور جسقدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی ' اتنی ہی عہد نبوت اور خلافت رحمت کی سعادتوں سے امت محروم ہوتی گئی - یہ محرومی صرف امامت و خلافت کبری کے معاملہ ہی میں نہیں ہوئی ' بلکہ قوام امت کی اونچی اور اصولی باتوں سے لیکر حیات شخصی و انفرادی کی اعتقادی و عملی جزئیات تک ' ساری باتوں کا یہی حال ہوا - فتنۃ و فساد کے اس سیلاب کو صرف ایک دیوار روکے ہوے تھی جو بقول حضرۃ حذیفہ (اعلم الصحابۃ بالفتن) حضرۃ عمر (رض) کا وجود تھا - جونہی یہ بنیان مرصوص ہٹی ' وہ سیلاب عظیم امنڈا ' اور پھر کوئی سد و بند اسکی راہ نہ روک سکا - اسی سیلاب کو حضرۃ حذیفہ کی روایت میں " التی تموج کموج البحر " سے تعبیر کیا گیا تھا - یعنی سمندر کی موجوں کی طرح اسکی موجیں اٹھینگی - سو واقعی اٹھیں' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافۃ علی منہاج النبوۃ " کی عظیم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغیان میں آناً فاناً بہہ گئی -

احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھہ اسلام کے ایک آخری دور کی بھی خبر دی گئی ہے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کردیگا ' اور جسکا حال یہ ہوگا کہ " لا یدری اولہا خیر ام آخرہا " نہیں کہا جاسکتا کہ امت کی ابتدا زیادہ کامیاب تھی یا اسکا اختتام ؟ یہی وہ آخری زمانہ ہوگا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا ہوکر رہیگا کہ :

لیظہرہ علی الدین کلہ	دین اسلام اور اسکا رسول اسلیے آیا تا کہ تمام
ولو کرہ المشرکون (۹:۶۱)	دینوں اور قوموں پر بالاخر غالب ہوکر رہے
	(کیونکہ آخری غلبہ صرف اصلح کیلیے ہے اور
	تمام دینوں میں اصلح صرف اسلام ہی ہے)

یہی وجہ ہے کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کی اس عالمگیر تاریکی میں بھی جو آج چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ' ایک مومن قلب کیلیے فتح و اقبال کی روشنیاں برابر چمک رہی ہیں - بلکہ جسقدر تاریکی بڑھتی جاتی ہے ' اتنا ہی زیادہ طلوع صبح کا وقت قریب آتا جاتا ہے : الا ' ان نصر اللہ ہی قریب !

تفاوت ست میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم !

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نہوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کیلیے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختیار مائل کرلے - اس مقام کي مزید وضاحت کیلیے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرلیں - ایک " اجتماع " اور " ائتلاف " ھے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " ھے - نہ صرف امة اسلامیہ بلکہ تمام اقوام و امم عالم کي موت و حیات ' ترقي و تنزل ' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکیم نے بیان کیے ھیں ' اُنکي سب سے زیادہ اھم حقیقت انھي الفاظ کے اندر پوشیدہ ھے - " اجتماع " کے معني ھیں " ضم الشي بتقریب بعضہ من بعض " (مفردات امام راغب : ۹۵) یعني مختلف چیزوں کا باھم اکٹھا ھو جانا - اور ائتلاف " الف " سے ھے - اسکے معني ھیں " ما جمع من اجزاء مختلفة ' و رتب ترتیباً ' قدم فیہ ما حقہ أن یقدم ' و اخر فیہ ما حقہ أن یؤخر " (مفردات : ۱۹) یعني مختلف چیزوں کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھہ اکٹھا ھوجانا کہ جس چیز کو جس جگہ ھونا چاھیے وھي جگہ اُسے ملے - جو پہلے ھونے کي حقدار ھے وہ پہلے رھے - جسکو آخري جگہ ملني چاھیے ' وہ آخري جگہ پاے - " عہد اجتماع و ائتلاف " سے مقصود وہ حالت ھے جب مختلف کارکن قوتیں کسي ایک مقام ' ایک مرکز ' ایک سلسلے ' ایک وجود ' ایک طاقت ' اور ایک فرد واحد میں اپني قدرتي اور مناسب ترکیب و ترتیب کے ساتھہ اکٹھي ھو جاتي ھیں ' اور تمام مواد ' قوی ' اعمال ' اور افراد پر ایک اجتماعي و انضمامي دور طاري ھو جاتا ھے - بحدیکہ ھر قوت اکٹھي ' ھر عمل با ھمدگر جڑا اور ملا ھوا ' ھرچیز بندھي اور سمٹي ھوئي ' ھر فرد زنجیر کي کڑیوں کي طرح ایک دوسرے سے متحد و متصل ھوتا ھے - کسي چیز ' کسي گوشے ' کسی عمل میں علحدگي ' جدائي ' انتشار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' ھوکر رھنے والي حالت نہیں ھوتي - مادہ میں جب یہ اجتماع و انضمام پیدا ھوجاتا ھے ' تو اسي سے تخلیق و تکوین اور وجود و ھستي کے تمام مراتب ظہور میں آتے ھیں - اِسي کو قران حکیم نے اپني اصطلاح میں مرتبۂ " تخلیق " و " تسویہ " سے بھي تعبیر کیا ھے : الذی خلق فسوی (۸۷ : ۲) پس زندگي اور وجود نہیں ھے مگر اجتماع و ائتلاف ' اور موت وفنا نہیں ھے مگر اسکا ضد - یہي حالت جب افعال و اعمال پر طاري ھوتي ھے تو اخلاق کي زبان میں اسکو " خیر " اور شریعة

کي زبان میں "عمل صالح" اور "حسنات" کہتے هیں - جب جسم انساني پر طاري هوتي هے تو طب کي اصطلاح میں "تندرستي" سے تعبیر کي جاتي هے اور حکیم کہتا هے که یه "زندگي" هے - اور پھر یہي حالت هے که جب قومي وملي زندگي کي قوتوں اور عملوں پر طاری هو جاتي هے تو اُسکا نام "حیات قومي و اجتماعي" هوتا هے ' اور اُسکا ظہور قومي اقبال و ترقي اور نفوذ و تسلط کي شکل میں دنیا دیکھتي هے - الفاظ بہت سے هیں مگر معني ایک هے - مظاهر گو مختلف هیں مگر تمام کارخانۂ کائنات میں اُس حکیم یگانۂ و واحد کي ذات کي طرح' اُسکا قانون حیات و وجود بھي ایک هي هے :

عبارا تنا شتي و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر !

اس حالت کا ضد "اشتات و انتشار" هے - "اشتات" "شتت" سے هے جسکے معني لغة میں "تفریق" اور الگ الگ هو جانے کے هیں - "یقال شت جمعهم شتا و شتاتاً ' و جاؤا اشتاتاً - ای متفرقی النظام" (مفردات : ۲۵٦) قرآن حکیم میں هے : یومئذ یصدر الناس أشتاتا (۹۹:٦) اور من نبات شتی (۲۰:۵۳) اور و قلوبهم شتی (۵۹ : ۱۴) " ای مختلفه - انتشار" نشر" سے هے - اسکے معني بھي الگ الگ هو جانے کے هیں - یعني تفرق کے - سوره جمعه میں هے : فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا - یعني تفرقوا - "اشتات و انتشار" سے مقصود وه حالت هے جب اجتماع و ائتلاف کے برعکس هر بات میں الگ الگ هو جانے ' متفرق اور پراگنده هونے ' اور باهمدگر علحدگي و بیگانگي کي حالت طاري هو جاے - مواد میں ' قویٰ میں ' اعمال میں ' افراد میں ' هر بات میں پہلي حالت سے ضد اور عکس کي حالت پیدا هو جاے - یه حالت جب ماده پر طاري هوتي هے تو "تکوین" کي جگه "فساد" اور "وجود" کي جگه "عدم و فنا" کا اُسپر اطلاق هوتا هے - جسم پر طاري هوتي هے تو اُسکا نام پہلے "بیماري" اور پھر "موت" هے - اعمال پر طاري هوتي هے تو اُسي کو قرآن حکیم اپني اصطلاح میں "عمل سوء" اور "عصیان" سے تعبیر کرتا هے - اور پھر یہي چیز هے که جب قوموں اور امتوں کي اجتماعي زندگي پر طاري هوجاتي هے تو دنیا دیکھتي هے که اقبال کي جگه ادبار' عروج کي جگه تسفل' ترقي کي جگه تنزل' عظمت کي جگه ذلت ' حکومت کي جگه محکومي ' اور بالاخر زندگي کي جگه موت اُس پر چھا گئي هے !

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جابجا " اجتماع و ائتلاف " کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد ' اور اسلیے انسان کیلیے اللہ کی جانب سے سب سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا ہے' اور اسکو " اعتصام بحبل اللہ " اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے - مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کرکے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمایا :

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا ! و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - (۳ : ۱۰۳)	سب مل جلکر اور پوری طرح اکٹھے ہوکر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو - سب کے ہاتھہ اسی ایک حبل اللہ سے وابستہ ہوں - اللہ کے اس احسان و رحمت کو نہ بھولو کہ کیسی عظیم الشان نعمت ہے جس سے تم سرفراز کیے گئے ؟ تمہارا حال یہ تھا کہ بالکل

بکھرے ہوے اور ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوے تھے - باهمدگر دشمن و مخالف - لیکن اللہ نے اپنے رسول اور اپنی تعلیم حق کے ذریعہ تم سب کو باهم ملادیا اور اکٹھا کردیا - پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اب بھائی بھائی ہوگئے !

اسکے بعد فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقاؤ قیام نہیں ہوسکتا - وہ ہلاکی کی ایک آگ ہے جسکے دهکتے ہوے شعلوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشو و نما نہیں پاسکتی :

و کنتم علی شفا حفرۃ من النار ' فانقذکم منہا - کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون - (۳ : ۱۰۳)	اور تمہارا یہ حال تھا کہ آگ کے دهکتے ہوے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے' پر اللہ نے تمہیں بچا لیا - اللہ تعالی اپنے فضل و رحمت کی نشانیاں اسی طرح

تم پر کھولتا ہے تاکہ تم کامیابی کی راہ پالو !

یہ بھی جا بجا بتلادیا کہ قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کی صالح و حقیقی زندگی کا پیدا کردینا محض انسانی و ارضی تدبیر و سعی سے ممکن نہیں - دنیا میں کوئی انسانی تدبیر امت نہیں پیدا کرسکتی - یہ بات صرف اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اسکی وحی و تنزیل کی آسمانی طاقت پر موقوف ہے کہ بکھرے ہوے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بناد ے :

لو انفقت ما في الارض
جميعا ' ما الفت بين
قلوبهم - ولكن الله الف
بينهم - انه عزيز حكيم
(۸ : ٦۸)

اگر تم زمین کا سارا خزانہ بھي خرچ کرڈالتے
جب بھي ان بکھرے ھوے اور اختلاف و تفریق
میں ڈوبے ھوے دلوں کو محبت و اتحاد
کے ساتھہ جوڑ نہیں سکتے تھے - یہ اللہ ھي کا
فضل ھے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا -

اور اسي لیے قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحي کا پہلا نتیجہ اجتماع وائتلاف قرار دیتا ھے ' اور بار بار کہتا ھے کہ تفرقۂ و انتشار شریعت و اسلام کے ساتھہ جمع نہیں ھوسکتے - اور اسیلیے یہ نتیجہ شریعت سے بغي و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا ھے : فما اختلفوا حتى جاء هم العلم (۱۳ : ۹۳) و آتینا هم بینات من الامر' فما اختلفوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیاً بینهم (۴۵ : ۱٦) ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات (۲ : ۱۰۴)

اور اسي بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامي زندگي کا دوسرا نام " جماعت " رکھا ھے ' اور جماعت سے علحدگي کو " جاهلیة " اور " حیاة جاهلي " سے تعبیر کیا ھے ' جیساکہ آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ' فمات ' فمیتة جاهلیه " وغیر ذالك ' اور اسي بنا پر کثرت کے ساتھہ وہ احادیث و آثار موجود ھیں جن میں نہایت شدت کے ساتھہ ھر مسلمان کو ھر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ' اگرچہ وہ غیر مستحق ھو ' نا اھل ھو' فاسق ھو' ظالم ھو' کوئي ھو' بشرطیکہ مسلمان ھو اور نماز قائم رکھے (ما اقاموا الصلوة) اور ساتھہ ھي بتلادیا گیا کہ جس شخص نے جماعت سے علحدگي کي راہ اختیار کي تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعني گمراھي اور ٹھوکر اسکے لیے ضروري ھے - زنجیر کا توڑنا مشکل ھے' لیکن کوئي کڑي زنجیر سے الگ ھوگئي ھو تو ایک چھوٹا سا حلقہ ھے جسکو انگوٹھے سے مسل دیا جاسکتا ھے - بندھے ھوے جھاڑو کو کون زور آور ھے جو ایک زور میں دوکردے ؟ لیکن اسي کي الگ الگ سینک کو ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے طفل شیر خوار کي انگلیاں بھي پوري طرح مضبوط ھیں - حضرة عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرة صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطان مع الفذه و هو من الاثنین ابعد " دوسري روایت میں ھے " فان الشیطان مع الواحد " یعني جماعت سے الگ نہو - همیشہ جماعت بنکر رھو - کیونکہ جب کوئي تنہا اور الگ ھوا تو شیطان اسکا ساتھي ھے - دو انسان بھي ملکر رھیں تو شیطان اُنسے دور ھے - اتحادسي

وجماعتي قوت اُن میں پیدا هوگئي - اب انپر شیطان کا داؤ نہیں چل سکتا -
یه الفاظ مشہور خطبۂ جابیه کے هیں جو عبد الله بن دینار ' عامر بن سعد '
سلیمان بن یسار ' وغیرهم سے مروي ہے ' اور بیہقي نے امام شافعي کے
طریق سے نقل کیا که انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسي روایت کو
پیش کیا تھا - اسي طرح حدیث متواتر بالمعني " علیکم بالسواد الاعظم "
اور " فانه من شذ شذ في النار " اور " ید الله علی الجماعه " اور " لا یجمع
الله امتی علی الضلاله " (او کما قال) اور خطبۂ حضرۃ امیرکه " و ایاکم
و الفرقۃ ' فان الشاذ من الناس للشیطان ' کما ان الشاذ من الغنم للذئب -
الا ' من دعا الی هذا الشعار فاقتلوه ولوکان تحت عمامتي هذا " وغیر ذالک
اس بارے میں معلوم و مشہور هیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق
مرفوع بھي منقول ہے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت هر حال میں التــزام پر
زور دینا ' اور اگرچه امام نا اهل هو لیکن سعي قیام اهل کے ساتھه التزام جماعت
کو بھي جاري رکھنا ' حتی که " صلوا خلف کل بر و فاجر " تو اسمیں بھي یہي
حقیقت مضمر ہے که زندگي جماعتي زندگي ہے - انفراد وفرقۃ هرحال میں
بربادي و هلاکت ہے - پس جماعت سے کسي حال میں باهر نه هونا چاهیے'
اور نه بجز کفر ظاهر و صریح کے امام کي اطاعت سے منحرف هونا چاهیے -
یہي وجه ہے که اوائل عہد بنو امیه میں جبکه صحابۂ کرام کي جماعت هر
ناحیۂ ملک میں موجود تھي ' تمام صحابه نے اسپر اجماع کیا که گو امراء
بنو امیه خلافت کے اهل نہیں ' طریق هدی و سنۃ سے منحرف هوگئے ' نظام
شوری درهم برهم هوگیا ' بدعۃ و احداث اور صریح ظلم و جور اُنکا شیوہ ہے -
با ایں همه اُنپر خروج جائز نہیں - اُنہي کي اطاعت کرني چاهیے - اُنہي
کے پیچھے نماز پڑھني چاهیے - اُنہي کو زکواۃ دیني چاهیے - حفظ ملک
و ملت کي راہ میں نکلیں تو اُنہي کے جھنڈے کے نیچے سمع و طاعۃ کے
ساتھه جمع هو جانا چاهیے - کما سیاتي تفصیله عنقریب -

اور یہي سبب ہے که سورۂ فاتحه میں جو قومي دعا هر مومن قلب
و لسان کو سکھلائي گئي ' اسمیں متکلم واحد نہیں قرار دیا گیا بلکه جمع '
حالانکه وہ دعا فرداً فرداً هر مومن کي زبان سے نکلنے والي تھي : اهدنا الصراط
المستقیم - فرمایا - " اهدني " نہیں کہا گیا - یه اسیلیے ہے که قران کے نزدیک
فرد اور فرد کي هستي کوئی شے نہیں ہے - هستي صرف اجتماع اور جماعت

گئي هے ' اور فرد کا وجود اور اعمال بهي صرف اسي ليے هيں تاکه اُنکے اجتماع و تاليف سے هئية اجتماعيه پيدا هو - اسي ليے اس دعا ميں که حاصل ايمان ' و خلاصهٔ قران ' و عصارهٔ اسلام هے ' ضمير متکلم جمع آئي ' نه که واحد - اور اسي ليے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتيازي دعا قرار دي گئي ' وہ بهي بصيغهٔ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - يعني " السلام عليکم " - " السلام عليک " نهيں قرار ديا گيا - اسي طرح نماز سے باهر آنے کيليے بهي " السلام عليکم " بصيغهٔ جمع رکها گيا - واحد کا صيغه استعمال نهيں کيا گيا -

اور اسي بنا پر شريعة نے نه صرف قومي زندگي کيليے جماعت کي پابندي بنياد حيات قرار دي ' بلکه احکام و اعمال کے هر گوشے اور هر شاخ ميں بهي يهي اجتماعي و ائتلافي حيثيت بطور اصل و اساس کے رکهي گئي - نماز کي جماعت خمسه اور جمعه و عيدين کا حال ظاهر هے - حج بجز اجتماع کے اور کچهه نهيں - زکواۃ کي بنياد هي اجتماعي زندگي کا قيام اور هر فرد کے مال و اندوخته ميں جماعت کا ايک حصه قرار ديدينا هے - علاوہ بريں اُسکي ادائيگي کا نظام بهي انفرادي حيثيت سے نهيں رکها گيا بلکه جماعتي حيثيت سے - يعني هر فرد کو اپني زکواۃ خود خرچ کرديني کا اختيار نهيں ديا گيا جيسا که بدقسمتي سے آج مسلمان کر رهے هيں اور جو صريح غير شرعي طريقه هے ' بلکه مصارف زکواۃ متعين کرکے حکم ديا گيا که هر شخص اپني زکواۃ کي رقم امام و خليفهٔ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کي بهي اصلي صورت جماعتي هے نه که انفرادي - يه امام کا کام هے که اسکا مصرف تجويز کرے اور مصارف منصوصه ميں سے جس کام ميں زيادہ ضرورت ديکهے خرچ کرے - هندوستان ميں اگر امام کا وجود نه تها ' تو جس طرح جمعه و عيدين وغيرہ کا انتظام عذر کي بنا پر کيا گيا ' زکواۃ کا بهي کرنا تها -

اور پهر يه حقيقت کسقدر واضح هو جاتي هے جب اُن تمام مشهور احاديث پر غور کيا جاے جن ميں مسلمانوں کي متحدہ قوميت کي تصوير کهينچي گئي هے : " مثل المومنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکی منه عضو ' تداعي له سائر الجسد با لسهر و الحمي " اور " المسلم للمسلم کالبنيان يشد بعضه بعضا " - يعني مسلمانوں کي قوميت ايسي هے جيسے ايک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ايک عضو ميں درد هو تو سارا جسم محسوس کرتا هے ' اور اسکي بے چيني اور تکليف ميں

اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اسکے اندر درد اُٹھ رہا ہو - اور انکی مثال دیوار کی سی ہے - ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے - پھر تشبیک اصابع کرکے اسکی تصویر بتلادی - یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھکر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متصل ہے - سو ان تمام تصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے - دیوار کا نام ہے - الگ الگ اینٹ کا کوئی مستقل وجود نہیں - ہے تو اجتماعی وجود ہے - یعنی دیوار کا ایک جزء ہے ' اور انہی اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ہوتی ہے -

اور یاد رہے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندی پر ' اور سب کے سروں ' سینوں ' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ہونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللہ بین وجوھکم " (بخاری) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ " (بخاری) و فی لفظ " من تمام الصلوۃ " تو اسمیں بھی یہی بھید ہے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کی تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ہیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ہوں -

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

حضرات ! اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصلی دور رہی تھا ' جب اُنکی قومی و انفرادی ' مادی و معنوی ' اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی ' اور اُنکے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی ' جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوگئی - ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تھا ' ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی ' ہر چیز بندھی ہوئی تھی ' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا ' ہر جماؤ میں پھیلاؤ ہوا ' ہر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہوکر منتشر اور تتر بتر ہوگئی - قرآن حکیم کے بتلائے ہوے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ہوئی ' اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزرچکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی اور بڑھتی جاتی ہے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے

موسوم کرتے هیں ' حالانکہ دراصل قرآن و سنۃ اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسي ایک چیز کا نتیجہ هیں - اس ایک حقیقت کو کتنے هي مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلي علت اسکے سوا کوئي نہیں ہے -

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چیزوں پر طاري هوا ' لیکن یہاں صرف ایک هي پہلو واضح کرنا مقصود ہے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصیت تھي - آپ جب دنیا سے تشریف لیگئے تو صرف ایک داعي شریعت یا حامل وحي هي کي جگہ خالي نہیں هوئي ' بلکہ اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حیثیتوں ' اور هر طرح کے نظري و عملي اختیارات و قوی کي ' جو آپکي شخصیت مقدسہ میں اکٹھي تھیں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس میں جمع هونا اسلام کي شرعي و دیني خصوصیات میں سے تھا - اسلام کا داعي مسیحیت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ایک اخلاقي معلم هي نہ تھا ' اور نہ دنیا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستان شہنشاہ - اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانباني سے الگ نہیں رکھا - وہ تو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین اور دنیا دو نہیں ایک هي چیز هیں' اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں ہے' بلکہ سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وهي ہے جسکو شریعت نے خود پیدا کیا هو' خود اپني گودوں میں پالا هو' اور اُسکے تاج و تخت کے اندر بیٹھکر جسم کیلیے روح کي طرح کام کر رهي هو - پس اسلام کے داعيِ اول کا وجود ایک هي وقت میں اُن تمام حیثیتوں اور منصبوں کا جامع تھا ' جو همیشہ دنیا کي صدها مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رهي هیں - وہ اللہ کا پیغامبر تھا ' شریعت کا مقنن تھا ' امت کا باني تھا ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا - وہ پتوں اور چھال سے پٹي هوئي مسجد کے ممبر پر وحي الهي کا ترجمان اور انساني سعـادت و هدایت کا واعظ تھا ' تو اُسي کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجنے کیلیے طیار کرنے والا بھي تھا - وہ ایک هي وقت اور ایک هي زندگي میں جبکہ گھرونکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا تھا ' تو ساتھہ هي بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھي روکتا ' اور مکہ کي گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمراں کي طرح گزرتا تھا - غرضکہ اُسکي ایک شخصیت

کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے، اور اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں - جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع قوی و مناصب کی نیابت کاملہ پر قائم ہوئی، اور اسی لیے اسکو " منہاج نبوۃ " سے تعبیر کیا گیا - یعنی یہ نیابت ٹھیک ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے شخص جامع نبوۃ کی سچی قائمقامی اپنے اندر رکھتی تھی - منصب نبوۃ مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے - ازاں جملہ ایک جزء وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے - یعنے قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کی معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت - اس جزء کے اعتبار سے تو نبوت آپکے وجود پر ختم ہوچکی تھی اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہوچکا تھا - جب نعمت کامل ہوگئی تو پھر کامل چیز ہی کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیے - اسکی جگہ کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظہور ہوگا نہ کہ تکمیل کار کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا (۵ : ۴) لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھہ بہت سے تبعی اجزاء پر بھی مشتمل تھا، اور ضرور تھا کہ اُنکا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے - امت کے قیام اور سعادت و ہدایت کے بقاء کیلیے اُنکا سلسلہ تا قیامت جاری رہنے والا تھا اور جاری رہا - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے - حضرۃ عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی - مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بھی اسی سلسلہ میں داخل ہے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچی، اسمیں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں ہوسکتی تھی، لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی - پھر چونکہ داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھہ خلافت ارضی، حکومت و سلطنت، نظام و قوام سیاست، قیادۃ فوج و حرب، فتح و عمران ممالک، ریاست مجالس شوری، وغیرہ، جہاں بانی و حکمرانی کے تمام منصب تنہا اپنی شخصیت ہی کے اندر رکھتا تھا، اسلیے ٹھیک ٹھیک اسی طرح خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدین کا تنہا وجود ان ساری نظری و عملی قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع ہوا - وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب امامت

و خلافت بھي تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھي تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھي تھے - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دیني اور سیاست ملکي ' دونوں پر حاوي ھے - اسلیے آنکي امامت میں یہ دونوں قسمیں اپني تمام شاخوں کے ساتھہ اکٹھي تھیں - حضرة عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیہ کا بہ حیثیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجي میں فوجوں کو تنخواہ بھي بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کي معین تکبیرات پر صحابہ کا اجماع کراتے تھے' تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھي ادا کرتے تھے - میدان جنگ میں احکام بھي رھي بھیجتے' اور روم کے سفیر کو بہ حیثیت شہنشاہ اسلام اپنے سامنے بھي رھي بلاتے -

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے مرکب تھا - قران حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانت دیا ھے :

یتلو علیهم آیاته ' و یزکیهم ' و یعلمهم الکتاب و الحکمة (۶۲ : ۳) تلاوت آیات - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے ساتھہ قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي کي طرح خدا کے کلام کي منادي کرنے والے ' ایک نبي کي طرح دلوں کا تزکیہ اور روحوں کو پاک کردینے والے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنة سے امت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں ابو حنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي و حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویہ بھي (رح) - جسموں کا نظام بھي انہي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي آنہی کے قبضہ میں تھي - یہي حقیقي اور کامل معني منصب نبوت کي نیابت کے ھیں - اور اسي لیے اُنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک آخري جزء تھے کہ " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین" اور اسي لیے " وعضوا علیها بالنواجذ " کے حکم میں نہ صرف سنة عہد نبوت ' بلکہ خلافت راشدۂ و خاصہ کي سنة بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الہي کي بہت طولاني ھے - یہاں محض اشارات مطلوب -

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدي گئي تھي، اجتماع و ائتلاف کي یہ حالت حضرۃ علي علیہ السلام پر ختم ہوگئي، اور اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ہوا - ازانجملہ مرکزي قوتوں اور منصبوں کا انتشار واشتات تھا، جس نے في الحقیقت امت کا تمام نظام شرعي و اصلي درھم برھم کردیا - خلافت خاصہ کے بعد یہ ساري یکجا قوتیں الگ الگ ہوگئیں - ایک وجود کي جگہ مختلف وجودوں میں اُنکا ظہور اور نشوء و نما ہوا - حکومت و فرماں روائي کا ٹکڑہ الگ ہوکر مجرد پادشاہي کي شکل میں آگیا - اسي کي طرف اشارہ تھا " الخلافۃ بعدي ثلاثون سنۃ ثم ملک " سو واقعي اسکے بعد صرف پادشاہي ہي رہگئي - اجتہاد اور قضاء شرعي کا جزء خلافت سے الگ ہوا تو مجتہدین و فقہاء کي ایک الگ جماعت پیدا ہوگئي - انہوں نے یہ کام سنبھالا - اسي طرح تعلیم و تربیت روحاني کے کار و بار سے نظام حکومت بالکل الگ ہوگیا - پہلے خلافۃ کي ایک ہي بیعت تمام مقاصد کي کفیل تھي - اب خلیفہ کا وجود محض پادشاہي کیلیے اور فقہاء کا وجود مُجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رہگیا، تو تزکیۂ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسري بیعت مستقلاً قائم ہوئي، جو بیعت توبۂ و ارشاد ہوئي، اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کي بنیاد پڑي - پہلے صرف ایک وجود تھا - وہ پادشاہ، مجتہد، مرشد و ھادي، قاضي القضاۃ، سپہ سالار جنگ، میر عدل و احتساب، سب کچھہ تھا - اب یہ ساري قوتیں الگ الگ ہوگئیں - حکومت و فرمانروائي الگ ایک وجود میں آئي - اجتہاد و تفقہ کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیۂ قلوب کیلیے چوتھا - و ھلم جرا - اسطرح عہد اجتماع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع ہوکر رفتہ رفتہ کمال ظہور و بلوغ تک پہنچ گیا - حتی کہ یہ تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانہ و مخالف ہوگئیں کہ یا تو ایک ہي وجود میں جمع تھیں، یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بھي متفق نہ رھسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع ھي نہیں رھا، بلکہ اختلاف تضاد کي شکل پیدا ہوگئي - یہي سب سے بڑي مصیبت و ھلاکت تھي جو اُمت پر طاري ہوئي - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کي اصلي علت یہ ھے - وہ افسانے نہیں ھیں جن میں تم سرمست ھو - افسوس کہ سطحي و جزئي حالات کے استغراق نے اصلي اسباب و علل پر غور کرنے کي تمھیں کبھي مہلت نہ دي، اور نہ بحث و نظر میں یورپ کي تقلید سے آزاد ہوسکے کہ خالص اسلامي نظر سے اسباب ترقي و تنزل پر تدبر کرتے !

غرضکہ خلافت راشدہ کے بعد جو سلسلۂ خلافت قائم ہوا ' وہ خواہ قرشي رہا ہو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاہي کا سلسلہ تھا ' اور بجز چند مستثنی اوقات کے (جیسا کہ عہد حضرۃ عمر بن عبد العزیز) یہ نیابت نبوت کے آور تمام اجزاء سے یکقلم خالي تھا - منصب بٹ چکے تھے اور قوتیں منتشر ہوچکي تھیں - البتہ جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں ہوا اور جسکا نتیجہ سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا طریق استبدادي و شخصي سے طریق شوری میں تبدیل ہوجانا ہے اور جس دور کے اولین خلیفہ سلطان محمد خان خامس اعلی اللہ مقامہ تھے ' سو بلا شبہ یہ خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا ایک مبارک قدم تھا ' جسکے لیے شوری اور پارلیمنٹ کا ہونا سب سے پہلي شرط ہے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص ہر دور اور ہر سلسلے کے رہي رہے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلادیے گئے تھے ' اور اسمیں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ ہوئي -

(اطاعت خلیفہ والتزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے - یعنے اسلام کا وہ نظام شرعي جو ہر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا ہے ' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر ' جب تک کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - میں چاہتا ہوں کہ کسي قدر وضاحت کے ساتھہ اس مسئلہ کي تشریح کردوں - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح في الحقیقت کائنات ہستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام ہستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي ہے - کائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظام پر کار فرما ہے جسکو قانون " مرکزیۃ " یا قانون " دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے ہر جگہ اور ہر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي ہے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ نقطۂ مرکز کے ہوتا ہے ' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے ہیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اُس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف ہوتي ہے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باہر ہوجائیں ' تو معاً نظام

هستي درهم برهم هوجاے اور دائره كي اكيلي هستياں مركز سے الگ رهكر كبهي قائم و باقي نه رهسكيں - مركز سے مفارقت اور تخلف كے ساتهه هي فناؤ هلاكت أنپر طاري هوجاے - يهي وه حقيقت هے جسكو بعض اصحاب اشارات و كشف نے يوں تعبير كيا كه " الحقيقه كالكره " يه قانون مركزية و دوائر نظام هستي كے هر جزء اور هر حصه ميں صاف صاف ديكها جاسكتا هے - يه نظام شمسي جو همارے اوپر هے ' ستاروں كي يه گنجان آبادي ' كروں كا يه صحرا بے كنار ' زندگي اور حركت كا يه محير العقول طلسم ' كيا هے ؟ كس نظام پر يه پورا كارخانه چل رها هے ؟ اسي قانون مركزية پر - متحرك سياروں كے حلقے اور دائرے هيں ' اور هر دائره كا نقطهٔ حيات و بقا سورج كا مركزي نقطه هے - تمام ستارے اپنے اپنے كعبهٔ مركز كا طواف كررهے هيں اور هر دائره كي ساري زندگي اور بقا صرف مركز شمسي كي اطاعت و انقياد پر موقوف هے : ذلك تقدير العزيز العليم- خود هماري زمين بهي ايك ايسے هي دائره كي ايك كڑي هے اور شب و روز اپنے مركز كے طواف و انقياد ميں مشغول هے - هر ستارے كے طواف و دوران كيليے حكمت الهي نے ايك خاص راه اور ايك خاص زمانه قرار ديديا هے - اور وه أس سے باهر نهيں جاسكتا - سب بحكم وله اسلم من في السماوات والارض (٣ : ٨٣) اور ان الله يسجدله من في السماوات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم (٢٢ : ١٩) خدا كے بناے هوے قانون كے مطابق اپني اپني جگهوں ميں كام كررهے هيں : لاالشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ' ولا اليل سابق النهار ' وكل في فلك يسبحون (٣٦ : ٤١)

قانون مركزية كا يه پهلا اور بلند ترين نظاره تها - اب اسكے بعد جسقدر نيچے اترتے آئينگے ' اور بلند سے بلند گوشوں سے ليكر چهوٹے سے چهوٹے گوشوں تك نظر ڈالينگے ' هر جگه زندگي اور بقا اسي قانون سے وابسته نظر آئيگي - عالم نباتات ميں درخت كو ديكهو - اسكي ايك مجتمعه وحدة كتني وسيع كثرت سے مركب هے ؟ ڈالياں هيں ' شاخيں هيں ' پتے هيں ' پهول هيں - ليكن سب كي زندگي ايك هي مركز يعني جڑ سے وابسته هے - جڑ سے جهاں كوئي شاخ الگ هوئي ' موت و فنا أسپر طاري هوگئي - آفاق كو چهوڑكر عالم انفس كي طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود كو ديكهو جسكے ديكهنے كيليے نظر أٹهانے كي بهي ضرورت نهيں - تمهارا وجود كتنے مختلف ظاهري و باطني اعضاء سے مركب هے ؟ جسموں اور وجودوں كي ايك پوري بستي هے

جو تم میں آباد ہے - ہر جسم کا فعل ہے اور ایک خاصہ - لیکن دیکھو، یہ ساری آبادی کس طرح ایک ھي مرکز کے آگے سر بسجود ہے ؟ سب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے - اس سے الگ رہکر ایک عضو بھی زندہ نہیں رہسکتا " اذا صلحت ، صلحت کلها ، و اذا فسدت ، فسدت کلها "

اسلام فی الحقیقت سنۃ اللہ اور فطرت اللہ ھي کا دوسرا نام ہے - اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اُسي فاطر السماوات و الارض کا بنایا ہوا ہے جسنے تمام کائنات کی زندگی کیلیے ایک خاص نظام بنایا ، تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہو، بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جزء نظر آے، جیسے کسی زنجیر کی ایک کڑی - پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیۃ پر قائم ہوا - قران نے یہ حقیقت جابجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مراکز سے وابستہ ہے، اسی طرح نوع انسانی اور اسکی جماعت و افراد کا جسمانی و معنوی بقاء بھی قانون مرکزیۃ پر منحصر ہے - جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے - اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے - پس انکی اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹہری : وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (۴ : ۶۸) اور اسی لیے فرمایا : فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ، ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۴ : ۶۹) اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - پھر قوم و ملت کے بقاء کیلیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹہرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے : ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴ : ۵۲) عبادات میں صلواۃ مرکز قرار پایا جسکے ترک کے بعد تمام دائرۂ اعمال منہدم ہو جاتا ہے - " فمن اقامها اقام الدین ، و من ترکها فقد هدم الدین " - اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ " کان اصحاب رسول اللہ صلعم لا یرون شئیا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ (ترمذی) اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت وادی حجاز کا کعبۃ اللہ قرار پایا : جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس - اور چونکہ یہ مرکز ٹہرا ، اسلیے تمام دائرہ کا رخ اسی طرف ہوا - خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں، لیکن اُنکا منہہ اسی طرف ہونا چاہیے : و حیثما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ (۲ : ۱۴۵)

پھر جس طرح شخصي اور اعتقادي و عملي زندگي کيليے مرکز قرار پاے، ضرور تھا کہ جماعتي اور ملي زندگي کے بقاء کيليے بھي ايک مرکزي وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بھي قرار ديديا گيا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہراديا - اسکي معيت، اسکي رفاقت، اسکي اطاعت، اسکي حرکت پر حرکت، اسکے سکون پر سکون، اسکي طلب پر لبيک، اسکي دعوۃ پر انفاق جان و مال، ہر مسلمان کيليے فرض کرديا گيا - ايسا فرض جسکے بغير وہ جاهلية کي ظلمت سے نکلکر اسلامي زندگي کي روشني ميں آ نہيں سکتا - اسلام کي اصطلاح ميں اسي قومي مرکز کا نام "خليفہ" اور " امام" ہے، اور جب تک يہ مرکز اپني جگہ سے نہيں ہٹتا ہے، يعني کتاب و سنۃ کے مطابق اسکا حکم ہے، ہر مسلمان پر اسکي اطاعت و اعانت اسي طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اسکے رسول کي :

يا ايها الذين آمنو اطيعوا اللہ و اطيعو الرسول و اولي الامر منکم - فان تنا زعتم في شي فردوہ الى اللہ و الرسول، ان کنتم تومنون باللہ و اليوم الاخر - ذلک خير و احسن تاويلا - (۴ : ۶۳)	مسلمانو ! اطاعت کرو اللہ کي، اسکے رسول کي، اور تم ميں جو اولو الامر ہو، اسکي - پھر اگر کسي معاملہ ميں تم مختلف ہو جاؤ تو چاهيے کہ اللہ اور اسکے رسول کي طرف لوٹو اور اسکے فيصلہ پر متفق ہو جاؤ -

صحابہ کي مستند تفسير بالاتفاق يہ ہے کہ " اولي الامر " سے مقصود خليفۂ و امام ہے - البتہ تبعاً امرا ؤ مجتهدين اور اصحاب حل و عقد بھي اسميں داخل ہوسکتے ہيں جنسے اسلام کي حکومت شوری مرکب ہوتي ہے - خود قران سے بھي يہي معلوم ہوتا ہے - اسي سورۂ نساء ميں آگے چلکر ہے : و لو ردوہ الى الرسول و الى اولى الامر منهم، بعلمہ الذين يستنبطونہ منهم (۴ : ۸۶) ظاہر ہے کہ يہاں " اولو الامر " سے مقصود بجز حاکم و امير کے اور کوئي نہيں ہے - عالم يا مجتهد و فقيہ نہيں ہوسکتا - ملکي اور جنگي معاملات کا ذکر ہے - سياق و سباق بتلا رہا ہے کہ معاملہ فقہ و مسائل کا نہ تھا - جنگ کا تھا - علاوہ اسکے احاديث صحيحہ سے ثابت ہے کہ خود يہ آيۃ جس واقعہ کي نسبت اتري، وہ امير و امام کي اطاعت هي کا معاملہ تھا - صحيح مسلم ميں ہے " قال ابن جريج : نزل يا ايها الذين آمنوا اطيعو اللہ

و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم في عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی السہمي، بعثہ النبي صلعم في سریۃ " تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیہ امام بخاري کا بھي مذہب یہي ہے - کتاب الاحکام میں اسي آیۃ کریمہ کو ایک باب کا عنوان قرار دیا ہے اور اسمیں حضرت ابوھریرہ کي مشہور روایت لاے ھیں : " من اطاع امیري فقد اطاعني و من عصی امیري فقد عصاني " اس سے معلوم ھوا کہ اس آیۃ میں " اولو الامر " کي اطاعت سے مقصود امیر کي اطاعت ہے -

" فان تنازعتم " الخ سے یہ حقیقت بھي واضح ھوگئي کہ اسلامي خلیفہ کا وجود مسیحیت کے پوپ سے کس درجہ مختلف ہے جو اسلام کے نزدیک اربابا من دون اللہ میں داخل ہے - مسیحیت کا خلیفہ ، ارضي خلیفہ نہیں ہے - آسماني و دیني فرمانروا ہے جو مذہب کي آخري طاقت اپنے قبضہ میں رکھتا ہے - بر خلاف اسلامي خلیفہ کے جسکے وجود کي اصلي بنا خلافت ارضي یعني حکومت و سلطنت ہے - وہ صرف شریعت اور اُمت کي حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا ہے - یعني محض ایک قوت نافذہ ہے - نہ کہ مقننہ - اسکي ذات کو اصل شریعت اور اسکے احکام میں کوئي دخل نہیں - اگر ایسا نہ ھوتا تو فردوہ الی اللہ و الرسول نہ فرمایا جاتا - یعني اگر کوئي ایسي صورت پیش آجاے جسمیں نزاع و اختلاف پیدا ھو ، تو پھر اسکے آخري فیصلہ کي قوت خلیفہ کا حکم نہیں ہے بلکہ مرکز اولی و حقیقي کا - یعني قران و سنت کا - اور خود خلیفہ بھي اسکي اطاعت پر اسي طرح مجبور ہے جس طرح جماعت امت کا ھر عام فرد -

احادیث صحیحہ سے اسکي مزید توضیح ھوگئي ہے - اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھہ احادیث و آثار موجود ھیں ، اور عہد صحابہ سے لیکر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات روات و حفاظ میں اسقدر اُنکي شہرت رھچکي ہے کہ اسلام کے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد شاید ھي کوئي اور چیز اس درجۂ تواتر و یقین تک پہنچي ھوگي - سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کي ایک روایت نقل کرونگا جسمیں بالترتیب اسلام کا جماعتي نظام بیان کیا گیا ہے " قال صل اللہ علیہ وسلم : انا امرکم بخمس ، اللہ امرني بہن : الجماعۃ ، و السمع و الطاعہ ، و الھجرۃ ، و الجہاد في سبیل اللہ - فانہ من خرج من الجماعۃ قید شبر ، فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع ، و من دعا بدعوي جاھلیۃ فہو من جثي جہنم - قالوا یا رسول اللہ و ان صام وصلی ؟

قال و ان صلی و صام و زعم انه مسلم - فادعو المسلمین باسمائهم علی ما سما هم الله - المسلمین المومنین عبـــاد الله " اخرجه احمد و الحاکم من حدیث الحارث الاشعری علی شرط الصحیحین - قال ابن کثیر هذا حدیث حسن وله الشواهد -

یعنی فرمایا - میں تم کو پانچ باتوں کیلیے حکم دیتا هوں جنکا حکم مجھے الله نے دیا ھے - جماعت ' سمع و طاعة ' هجرة ' اور الله کي راہ میں جہاد - یقین کرو کہ جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھر بھي باھر هوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپني گردن سے نکال دیا ' اور جس نے اسلام کي جماعتي زندگي کي جگہ جاهلیة کي بے قیدي کي طرف بلایا تو اسکا ٹھکانا جہنم ھے - لوگوں نے عرض کیا - کیا ایسا شخص جہنمي هوگا اگرچہ روزہ رکھتا هو اور نماز پڑھتا هو؟ فرمایا هاں - اگرچہ روزہ رکھتا هو' نماز پڑھتا هو' اور اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجھتا هو -

اس حدیث میں پانچ باتیں بتلائي هیں :

پہلي چیز "جماعت" ھے - یعنی تمام امت کو ایک خلیفہ و امام پر اکٹھا هوکر اور اپنے مرکز قومي سے ملحق هوکر رهنا چاهیے - الگ الگ نہیں رهنا چاهیے - آگے چلکر کثرت کے ساتھہ وہ حدیثیں ملینگي جن سے معلوم هوگا کہ جماعت سے الگ هوکر رهنے کو اسلام نے غیر اسلامي اور ابلیسي راہ قرار دیا ھے ' اور ابھي آپ سن چکے هیں کہ انفرادي زندگي کو قران کوئي زندگي هي نہیں مانتا - اسلامي زندگي جماعت ھے -

دوسري بات " سمع و الطاعه " ھے - یعنی خلیفہ کي کامل درجہ کي اطاعت - ایسي اطاعت کہ بس سننا اور اسپر بلا چون و چرا چلنا -

تیسري بات " هجرة " ھے - هجرة هجر سے ھے جسکے معنی ترک کردینے اور چھوڑ دینے کے هیں - اسلام کي اصطلاح میں جب کبھي کوئي فرد یا جماعت سعادت و صداقت کے کسي مقصد اعلی کیلیے اپني دنیوي محبوبات و مالوفات ترک کردے - مثلاً دولت کو ' آرام و راحت کو ' عزیز و اقرباء کے قرب کو ' وطن و مکان کو ' تو اسکا نام هجرة الی الله اور ذهاب الی الله ھے - خدا کے هر رسول اور انکے پیروؤں کو قیام حق کي راہ میں یہ منزل طے کرني پڑي : اني مهـــاجر الی ربي - اور اني ذاهب الی ربي - چونکہ وطن و مکان کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ھے جسکے

ترک کرنے میں اهل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' هر طرح کے علاقوں کو ترک کردینا پڑتا هے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر اور ساري زنجیروں سے بهاري هے ' اسلیے ترک وطن کي هجرة اعلی اور جامع قسم کي هجرة هوئي ' اور زیاده تر اطلاق مهاجرة کا تارکین وطن هي پر کیا گیا - " و لكل امري ما نوي - فمن كانت هجرته الی الله و رسوله ' فهجرته الی الله و رسوله - و من كانت هجرته لدنیا یصیبها ' او امرأة یتزوجها ' فهجرته الی ما هاجر الیه " (بخاري عن عمر رض) مفردات راغب میں هے - " الهجر والهجران مفارقة الانسان غیره ' اما بالبدن او باللسان او بالقلب - و المهاجرة مصارمة الغیر و متارکته " (۵۵۸)

پانچویں چیز "جهاد في سبیل الله" هے - "جهاد" جهد سے هے جسکے معني " استفراغ الوسع في مدافعة العدو ظاهراً و باطناً " هیں (مفردات راغب) یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دفع کرنے میں انتها درجه کي کوشش کرنا - یه کوشش زبان سے بهي هوتي هے - مال سے بهي هوتي هے - جان سے بهي هوتي هے - جس قسم کي کوشش کي ضرورت هو - هر قسم جهاد في سبیل الله میں داخل هے - " و جاهدوا المشرکین باموالكم و انفسكم و السنتكم " (رواه ابوداؤد و احمد و نسائي و ابن حبان عن انس)

یه کهنا ضروري نهیں که یهي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد هیں - دنیا میں کوئي قوم زنده نهیں رهسکتي جسکي قومي هستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نهو - سعي و عمل کا کوئي گوشه هو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسه کے ممکن نهیں - ایک مٹهي گیهوں کے حصول سے لیکر قطب شمالي کي تحقیق تک ' اور چاندي سونے سے لیکر خدا اور اُسکي محبت تک ' کوئي چیز بغیر جماعت ' اطاعت ' هجرة ' اور جهاد کے حاصل نهیں هوسکتي - دنیا نے آجتک جوکچهه پایا هے اور نوع انساني نے جسقدر بهي حاصل کیا هے ' غور کروگے تو وه سب انهي پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج هیں - ایک هي چیز مختلف بهیسوں اور ناموں میں آکر عقلوں کو اُلجها دیتي هے ' ورنه حقیقت هرحال میں ایک هي هے - دنیا ان پانچ بنیادي حقیقتوں کو مختلف ناموں سے پکارتي اور مانتي هے - دنیا میں کوئي عقل نهیں جو انکی منکر هوسکے - البته نام کے اختلاف نے معاني پر پرده ڈال دیا هے - اگر ان کي تشریح کروں تو پوري ایک کتاب بن جاے - مسلمانوں نے جو کچهه پایا تها انهي پر عمل کرکے ' اور جسقدر کهویا انهي کو چهوڑکر -

یہاں ایک اَور اہم اور قابل غور امر یہ بھی ہے کہ اس حدیث اور نیز دیگر احادیث میں ہمیشہ جماعت اور اطاعت خلیفہ کی زندگی کو اسلامی زندگی قرار دیا ہے اور اسکے عکس کو جاهلیة - جاهلیة کی زندگی میں هلاکت کا اصلی تخم کیا تھا ؟ قرآن نے واضح کیا ہے کہ تفرقہ اور باہم دگر علحدگی ' اور کسی ایک مرکزی قوت کے ماتحت نہونا - اسلام نے ظاہر ہوکر زندگی کی جو تخم ریزی کی ' وہ کیا تھی ؟ باہمی اتحاد و ائتلاف - تمام افراد کو ایک متحدہ جماعت بناکر نفس واحدہ کردیا اور سب کے سر ایک ہی چوکھٹ پر جھکادیے - و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء ' فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمته اخوانا - وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها " الخ -

پس جاهلیة کا دوسرا نام تفرقہ ہوا ' اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت - یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی ' اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ ہوگیا تو گویا جماعت اسلام سے خارج ہوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکہ جاهلیة پر ہوئی - اگرچہ نماز پڑھتا ہو ' روزہ رکھتا ہو ' اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو -

جمہور اہل اسلام کا یہ ایک ایسا متفقہ عقیدہ ہے کہ اسکو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش ایسی ہی کوشش ہوگی جیسی عقیدۂ توحید کے اثبات کی کوشش - جمہور اہل اسلام نے خوارج کے خلاف ابتدا سے جس چیز پر اجماع کیا ' اور انکی سب سے بڑی علامت قرار پائی ' وہ یہی التزام جماعت و اطاعت امام فی المعروف کا مسئلہ ہے - اگرچہ غیر مستحق خلافة مسلط ہوگیا ہو - البتہ اطاعت فیما وافق الشرع میں ہے - لا فی ما خالفہ -

" من اطاعنی فقد اطاع اللہ ' و من اطاع امیری فقد اطاعنی ' و من عصی امیری فقد عصانی " (صحیحین عن ابی هریرہ) جس نے میری اطاعت کی ' اُس نے اللہ کی اطاعت کی ' اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی ' اسنے خود میری اطاعت کی ' اور جس نے امیرسے روگردانی کی ' اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - حاصل یہ کہ امیرالمومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ہے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری " کی جگہ صرف " الامیر " ہے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام ہو اُسکی اطاعت -

" اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشي کان راسه زبیبة " (صحیحین عن انس) اگر ایک حقیر صورت حبشي غلام بھي تمھارا امیر بنا دیا جاے تو چاھیے که اسکي سنو اور اطاعت کرو -

معلوم ھوتا ھے که یه جمله بار بار اور کثرت سے خطبوں میں آپ فرماتے تھے - اسي لیے مختلف لفظوں میں اور مختلف مواقع کي نسبت مروی ھے - حجة الوداع کے عظیم الشان اور یادگار عالم موقعه پر جبکه دو تین ماہ کے بعد آپ دنیا سے تشریف لیجانے والے تھے اور ایک آخري اور وداعي پیام دنیا کو سنا رھے تھے ' فرمایا " و لو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب الله ' اسمعوا و اطیعوا " (مسلم) اگر ایک حبشي غلام بھي تم پر امیر بنادیا جاے اور وہ کتاب الله کے ساتھه تم پر حکومت کرے ' تو اُسکي سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعه و فارق الجماعه ' فمات ' مات میتة جاھلیة " و عن ابن عباس " من راي من امیرہ شیئا یکرھه ' فلیصبر ' فانه من فارق الجماعة شبرا ' فمات ' فمیتته میتة جاھلیة " و في لفظ " فانه لیس احد من الناس خرج من السلطان شبرا فمات علیه ' الا مات میتة جاھلیه " (متفق علیه) یعنی جس نے جماعت کا ساتھه چھوڑ دیا - خلیفه کي اطاعت سے باھر ھوگیا ' اور اسي حالت میں بغیر توبه کے مرگیا ' تو اُسکي موت جاھلیة کي موت ھوئي (اسلام سے پہلے اھل عرب پر جو زمانه گزرا ھے ' اسکو عہد جاھلیة کہتے ھیں - پس مطلب یه ھوا که عرب جاھلیة کي طرح گمراھي پر موت ھوئي) دوسري روایت میں ھے - اگر کوئي شخص اپنے امیر کو ایسي بات کرتے دیکھے جو اُسے پسند نه آے تو چاھیے که صبر کرے - اسکي اطاعت سے باھر نہو - کیونکه جو کوئي سلطان اسلام کي اطاعت سے بالشت بھر بھي باھر ھوا اور اُسي حالت میں مر گیا ' تو اُسکي موت جاھلیة کي حالت پر ھوئي - حضرة ابن عمر کي روایت میں ھے " من خلع یدا من طاعة ' لقي الله یوم القیامه و لا حجة له ' ومن مات ولیس في عنقه بیعة ' مات میتة جاھلیة " جس نے خلیفه کي اطاعت سے ھاتھه کھینچا ' یعنی اطاعت نه کي ' تو قیامت کے دن وہ الله کے سامنے حاضر ھوگا اور اسکے لیے کوئي بچاؤ نہوگا - اور جو مسلمان دنیا سے اس حال میں گیا که خلیفه کي بیعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي ھوئي ' تو یقین کرو که اسکي موت جاھلیة کي موت ھوئي -

" من فارق الجماعة شبرا فكانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي) جو جماعت سے باهر هوا تو گویا وہ اسلام کي پابندي سے باهر هوگیا - ایک روایت میں ھے " دخل النار " (اخرجه الحاکم علی شرط الصحیحین) یعني جو خلیفه کي اطاعت سے باهر هوا ' اُسکا ٹھکانا دوزخ ھے -

" کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدي - و سیکون خلفاء فیکثرون - قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال - فوا ببیعة الاول فالاول ' ثم اعطو هم حقهم فان الله سائلهم عما استرعا هم (متفق علیه) بني اسرائیل کي رهنمائي و ریاست انبیاء کرتے تھے - ایک نبي گیا تو دوسرا اُسکي جگه مامور هوا - لیکن میرے بعد کوئي نبي نہیں ھے - البته خلفاء هونگے - لوگوں نے عرض کیا - هم کو اُنکي نسبت کیا حکم هوتا ھے ؟ فرمایا - جس سے پہلے بیعت کي یعني جس کي حکومت پہلے مان لي گئي ' اُسکي اطاعت مقدم ھے - پھر کسي دوسرے کو خلیفه نه مانو - اور فرمایا - اُنکا تم پر جو کچھه حق ھے ' وہ اُنکے حوالے کرو - یعني اُنکي طاعت کرو - زکواة و خراج وغیرہ اُنهي کو دو -

انکے علاوہ بے شمار احادیث هیں - اجماع کے شواهد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نہیں کرتا که مشہور و معروف هیں ' اور احادیث کے بعد اُنکي ضرورت نہیں -

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم هوتا ھے که شریعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی هیں - اور قدرتي طور پر یہی دو صورتیں اس مسئله کي هوسکتي تھیں -

اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یه مقرر کیا تھا که امام کے انتخاب کا حق امت کو ھے - اور طریق انتخاب جمہوري تھا نه که شخصي و نسلي - یعني قوم اور قوم کي اصحاب الرائے جماعت (اهل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفه منتخب کرنا چاهیے - بحکم و امرهم شوری بینهم بنیاد تمام امور کي شرعاً شوری یعني باهمي مشورہ ھے - نه که نسل و خاندان - خلافت راشدہ کا عمل اسي نظام پر تھا - خلیفۂ اول کا انتخاب عام جماعت میں هوا - خلیفۂ دوم کو خلیفۂ اول نے نامزد کیا اور اهل حل و عقد نے منظور کرلیا - خلیفۂ سوم کا انتخاب جماعت شوری

نے کیا - خلیفۂ چہارم کے هاتهہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کي - نسل ٔ خاندان ' ولي عہدي ' کو اسمیں کوئي دخل نه تها - اگر دخل هوتا تو ظاهر هے که خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتي ' یا دوم و سوم کے خاندان میں ' حالانکه ایسا نہیں هوا - خلیفۂ دوم نے یه بات بهي گوارا نه کي که اُنکا فرزند اصحاب شوری میں شامل هو -

پس پہلي صورت یه هے که اگر صحیح نظام شرعي قائم هو جو خالص جمہوري هے ' اور قوم کو اپنا خلیفه منتخب کرنے کا موقعه ملے ' تو کیسا شخص منتخب کرنا چاهیے ؟ اور اُسمیں کیا کیا اوصاف هونا چاهیئیں ؟

دوسري صورت یه هے که اگر یه نظام باقي نه رها هو - قوم کي راے اور انتخاب کو اُسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کي بنا پر کوئي خاندان یا کوئي ایک طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض هو جاے ' تو اُس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاهیے ؟ اگر وہ اهل نہیں هے ' شرائط خلافت اُسمیں نہیں پاے جاتے - یا ظالم و جابر هے ' تو اُس صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے ؟ اُسکي اطاعت کرني چاهیے ' یا اُس پر خروج کرنا چاهیے ؟ وہ شرعاً خلیفۃ المسلمین هوسکتا هے یا نہیں ؟ اُسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے هیں یا نہیں جو از روے شرع خلیفۂ اسلام کي موجودگي پر موقوف هیں ؟ اُسکو زکواۃ دیني چاهیے ؟ اسکے پیچھے جمعه پڑهنا چاهیے ؟ اسکے تمام احکام کي اطاعت کرني چاهیے ؟

یه مسئله امت کي اجتماعي زندگي کا بنیادي مسئله تها ' اور ممکن نه تها که شریعت اسکي پوري پوري تشریح و توضیح سے خاموش رهتي - اس بارے میں نصوص سنۃ بے شمار اور بالکل واضح هیں - اسي لیے جب خلافۃ راشدہ کے بعد بنوامیه کي حکومت ظلم و جبر کے ساتهہ قائم هوئي ' تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بهي تامل و تذبذب نه هوا - بالکل اُس شخص کي طرح جو پہلے سے ایک خاص وقت کا سمجها بوجها هوا منتظر هو ' فوراً یکسوئي کے ساتهہ فیصله کرلیا - جو کچهہ اُنهوں نے بتلایا اور کیا ' اُسي پر اجماع امت کي مہر لگ گئي ' اور تیرہ سو برس سے جمہور اهل اسلام کا وهي متفقه اعتقاد و عمل قرار پایا - بلاشبه پہلي صورت میں بعض اسلامي فرقوں کو اختلاف هوا ' مگر اس بارے میں سب متفق هوگئے -

پہلی صورت میں شریعت نے اھلیت و صلاحیت کے وہ تمام شرائط اپنے انتہائی اور کامل مرتبہ میں قرار دیے ھیں جو ایک ایسے مرکزی اور اھم ترین منصب کیلیے قدرتی طور پر ھونا چاھیئیں - کیا باعتبار قوت علمی کے - اور کیا بہ لحاظ قوت عملی کے - اور چونکہ یہ منصب متعدد حیثیتوں سے مرکب ھے ' اسلیے ھر حیثیت کے لحاظ سے ضروری اوصاف بتلاے گئے - مثلاً اسلام' علم و نظر' عمل و تقوی' شجاعت و صولۃ ' عدالۃ و ایثار' قدرت و نفوذ ' طاقت و شوکت - چنانچہ عام کتب عقائد میں صدیوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے ھیں : " و یشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ بان یکون مسلماً ' حراً ' ذکراً ' عاقلاً ' بالغاً ' سائساً بقوۃ رائہ و رویتہ ' و معونۃ باسہ و شوکتہ ' قادراً بعلمہ و عدالتہ وکفایتہ و شجاعتہ علی تنفیذ الاحکام ' و حفظ حدود الاسلام ' و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم " الخ - (۱) کذا فی شرح المواقف ' و النسفی ' و التمھید ' و شرح فقہ الاکبر للقاری' و شرح المقاصد - و من کتب المحدثین شرح عقیدہ ابن عقیل ' و فتح الباری ' و شرح منظومۃ الاداب ' و خلاصہ ابن مفلح ' و نیل الاوطار ' و وبل المرام للشوکانی ' وغیرھم -

جس وقت تک خاندان عباسیہ کی خلافت باقی رھی ' یعنی خلافت خاندان قریش و عرب میں رھی (سنہ ۶۴۰ھ مطابق سنہ ۱۲۴۳ع - تک) علماء اسلام کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال رھا کہ بہ موجب حدیث " ان ھذا الامر فی قریش " خلیفہ کو قرشی ھونا چاھیے - یعنی اگر مسلمان خلیفہ مقرر کریں ' تو جہاں اور بہت سی باتیں اسمیں ھونا چاھیئیں ' وھاں یہ بات بھی ھو کہ خاندان قریش میں سے ھو -

---

(۱) یعنی ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کرنا چاھیے جس میں حسب ذیل اوصاف پاے جائیں - مسلمان ھو ' آزاد ھو ' مرد ھو ' عاقل و بالغ ھو ' صاحب راے و نظر ھو ' تدبیر و انتظام کی پوری قوت رکھتا ھو ' احکام شریعت کا محافظ ھو ' انکے جاری و نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام کیلیے جسقدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت ھے ' وہ سب اُس میں موجود ھوں - اتباع شریعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و ھمت ' شوکت و صولت ' ساری صفتیں ھونی چاھیئیں -

اسي طرح جماعت امامیه اس طرف گئي که خلافت خاندان نبوت یعني بني فاطمه کے مخصوص آئمۂ اهل بیت میں رهني چاهیے - اُنکے اعتقاد میں آنحضرة صلعم کے بعد حضرة علي علیه السلام کو خلیفه هونا چاهیے تها - اور اُنکے بعد اُنکي نسل کے آئمۂ عترة رضي الله عنهم کو -

زیدیه اسطرف گئے که بني فاطمه یعنے تمام سادات مستحق خلافت هیں - آئمۂ عترة کي خصوصیت ضروري نهیں - اور شرطوں کے ساتهه صرف اسقدر کافي هے که امام سید یعنی بني فاطمه میں سے هو -

لیکن دوسري صورت (یعني اگر نظام شرعي کي جگه ملکي قبضۂ وتسلط کي صورت پیدا هو جاے ' اور جمهور کو انتخاب و نصب کا موقعه نه ملے ' تو اُس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاهیے ؟) سو اسکي نسبت چونکه خود احادیث صحیحه اور اجماع صحابه و عترة بالکل صاف صاف موجود تها ' اسلیے بلا اختلاف یه اسلامي اعتقاد قرار پایا که جب ایک مسلمان منصب خلافت پر قابض هوجاے اور اُسکي حکومت جم جاے ' تو هر مسلمان پر از روے شرع واجب هے که اُسي کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے - اُسي کے سامنے گردن اطاعت جهکادے - بالکل اُسي طرح جیسے ایک اهل و مستحق خلیفه کے آگے جهکنا چاهیے - اطاعت و اعانت کي وه تمام باتیں جو منصب خلافت کے شرعي حقوق میں سے هیں ' ایسے خلیفه کو حاصل هوجاتي هیں - اُس سے روگرداني کسي مسلمان کیلیے جائز نهیں - اُسکے مقابلے میں خروج اور دعوے کا حق کسي کو نهیں پهنچتا اگرچه کیسا هي افضل اور جامع الشروط هو - جو کوئي ایسا کرے ' مسلمانوں پر واجب هے که اُسکے مقابلے اور قتل میں خلیفه کا ساتهه دیں - وه شرعاً باغي هے - اُسکو قتل کردینا چاهیے -

شریعت نے دوسري صورت میں یه حکم کیوں دیا ؟ اسکي علت و مصلحت اسقدر کهلي هے که شرح و تفصیل کي حاجت نهیں - شریعت اور اُمت کا قائم و باقي رهنا خلافت کے وجود و قیام پر موقوف تها - ساري باتیں شاخ هیں - جڑ یهي مقام و منصب هے - پس اسکے لیے ایک نظام شرعي مقرر کیا گیا جو بهتر سے بهتر اور افضل و اعدل نظام هوسکتا تها - یعني اسلامي حکومت کي بنیاد جمهور اور شوری کے انتخاب پر رکهي - شخص ' نسل ' تسلط و اقتدار اور پادشاهي و ملوکي کو اسمیں دخل نهیں - ساتهه هي اس منصب کي اهلیت کیلیے تمام ضروري شرطیں اور صفتیں

بتلادیں کہ اپنا خلیفہ بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ - ایسے کو نہ بناؤ جو اُسکي اهلیت نہ رکھتا ھو - پھر پورے زور کے ساتھہ اسکا بھي اعلان کردیا کہ لوگوں کو خود خلیفہ بننے اور امارت و سرداري حاصل کرنے کا خواهشمند نہ ھونا چاھیے - نہ دعویدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاھیے - آنحضرة همیشه اس عہد پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے کہ " لا ینازع الا مر اهله " جس کام کا جو اهل هوگا اسي پررہ کام چھوڑ دینگے - دنیا اگر اس چھوٹے سے جملہ پر عمل کرے تو روے زمین کے سارے جھگڑے ختم هوجائیں - امام بخاري نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ھے " ما یکرہ من الحرص علی الامارة " (۱) اور

---

(۱) حق یہ ھے کہ بقول علامۂ ابن خلدون صحیح بخاري کي شرح و تفسیر کا قرض ابتک امت کے ذمہ باقي ھے - بے شمار شرحوں اور حاشیوں کے بعد بھي ابتک ابن خلدون کا قول ویسا ھي صحیح ھے ' جیسا فتح الباري اور عیني وغیرہ سے پہلے تھا - اس کتاب کے عجائب و دقائق قیامت تک ختم نہونگے - ھر کتاب ' ھر باب ' ابواب کي ھر ترتیب ' اور ھر ھر عنوان و ترجمہ ' اس فقیہ الارض و اعجوبة الدھر کي فقاھة ربانی کي ایک آیۃ باھرہ و حجۃ قاھرہ ھے - اسي مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ ' اور دیکھو ' کس دقۃ نظر کے ساتھہ محض ترتیب ابواب ھي میں اسلام کا نظام شرعي واضح کردیا ھے اور ساري مشکلات حل کردي ھیں ؟ سب سے پہلي بات یہ تھي کہ اسلام کا نظام مرکزیۃ اس بارے میں کیا ھے ؟ تو پہلا باب " اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم " کا باندھا ' اور " من اطاع امیري فقد اطاعني " الخ کي روایت درج کرکے بتلا دیا کہ مرکز کتاب اللہ ھے ' رسول ھے ' اور پھر خلیفۂ و امام ھے - " اولوالامر " خلیفہ کے سوا کوئي نہیں - اُسکي اطاعت (بشرطیکہ کوئي خلاف شرع حکم نہو) مثل خدا و رسول کي اطاعت کے فرض ھے - پھر باب باندھا " الا مراء من قریش " اور اسمیں ابن جبیر والي روایت لاے " ما اقاموا الدین " جب تک قریش دین کے قائم رکھنے کي اهلیت رکھینگے ' خلافت اُنھي میں رھیگي - اسطرح واضح کردیا کہ ایک خاص مدت تک قرشي خلافت کي پہلے سے خبر دیدي گئي تھي ' مگر خلیفہ کا قرشي ھونا کوئي شرط اصلي و تشریعي نہیں ھے - صرف پیشین گوئي اور ھونے والے واقعات کا بتلا دینا ھے جیساکہ بے شمار معاملات کي نسبت خبریں دي گئي ھیں - اور پھر جو کچھہ بھي ھے " ما اقاموا الدین " کے ساتھہ مشروط ھے - اسکے بعد ایک نہایت ھي اھم اور دقیق نکتہ کي طرف متوجہ ھوے اور باب باندھا " أجر من قضی

ابو موسیٰ کي روایت لاے هیں جس میں آپنے فرمایا : " انا لا نولی هذا من سأله ، و لا من حرص علیه " جو شخص خود اس چیز کا طالب هو یا اسکي حرص رکھتا هو ، اسکو میں یه کام سپرد نه کرونگا - یعنی امت کو اپنا عملي نمونه دکھلا دیا که جو دعویدار خود خلافت کا سائل و حریص هو ، اسکو خلافت کیلیے منتخب نه کرو -

مسئلۂ خلافت کا اصلي نظام شرعي یه هے - اگر یه قائم هو تو دنیا امن و سکون کي بہشت بن جاے - لیکن چونکه معلوم تھا که ابھي وه وقت نہیں آیا - یه نظام تیس برس سے زیاده قائم رهنے والا نہیں ، اسلیے شرع

[بقیه نوٹ صفحه ٣٦]

بالحکمة " افسوس اس باب کے ربط و ترتیب کي اصلي علت لوگ نه سمجھے - منصب خلافت کے اثبات کے بعد یه چیز سامنے آئي تھي که اعمال خلافت کي بنیاد کیا هے ؟ اور اسکا طریق کس منہاج سے ماخوذ هے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاهتے هیں که بنیاد اُسکي طریق " حکمت " پر هے - یعنی انبیاء کرام کے طریق تربیت امـم پرجو " سنت " کا اصلي اور وسیع مفہوم هے ، اور قرآن حکیم کي اصطلاح میں " حکمت " سنة نبوة هي کا دوسرا نام هے - ترجمۂ باب میں اسپر قرآن سے دلیل بھي لاے : و من لم یحکم بما انزل الله فاولٰئک هم الفاسقون - حکم و قضا " ما انزل الله " کے مطابق هونا چاهیے - اگر خلاف هو تو فسق هے - " ما انزل الله " کتاب و سنة هے : و یعلمهم الکتاب والحکمة - پس ثابت هوا که اعمال خلافت کي بنیاد حکمت و منہاج نبوة پر هوني چاهیے - اس بارے میں جو زیاده واضح و مفصل احادیث تھیں ، چونکه آنکي شروط کے مطابق نہیں لي جاسکتي تھیں ، اور بنیاد استدلال کي صرف مرفوع هي پر رکھتے هیں ، اسلیے آثار و موقوفات بھي نہیں لے سکتے تھے ، پس مشہور حدیث " لا حسد الا في اثنتین " الخ درج کرکے قضاء بالحکمة کي اهمیت و مطلوبیت واضح کردي - جب یه مقدمات طے هوچکے ، تو اب دکھلانا تھا که اس مرکز کي اطاعت کس طرح امت پر فرض کردي گئي هے ؟ پس باب باندها " السمع و الطاعة للامام ما لم تکن معصیة " امت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق میں سے هے - بجز اُس حکم کے که معصیت هو - اسمیں وه تمام حدیثیں لاے هیں جن میں صریح حکم موجود هے که خلیفه اهل هو یا نا اهل ، جامع الشروط هو یا فاقد

و ملت کي حفاظت کيليے ضروري تها که نظام اصلي پر زور دينے کے ساتهه آن وقتوں کيليے بهي صاف صاف احکام ديدیے جائيں' جب انتخاب و نصب خلافت کے بارے ميں شريعت کا ٹهراپا هوا طريقه باقي نه رهے' اور جمهوري حکومت کي جگه شخصي و استبدادي طريقه قائم هو جاے -

ظاهر هے که اس صورت ميں دو هي راهيں سامنے آتي هيں- اگر ايسے لوگونکي خلافت تسليم کرلي جاے تو اس سے امت کي جمعية ' جان و مال کا امن ' ممالک اسلاميه کي حفاظت ' احکام شرع کا اجراء ' جماعت کا قيام و بقا ' اور اسي طرح کے مصالح و فوائد حاصل هوتے هيں کيونکه بلا کسي نزاع کے اسلامي حکومت قائم هو جاتي هے - مگر ساتهه هي غير مستحق کي خلافت اور غير نظام شرعي کے قائم هو جانے کي خرابياں بهي پيدا هو جاتي هيں -

---

[بقيه نوٹ صفحه ۳٦]

الشروط ' عادل هو يا جابر ' مکروهات کا حکم دے يا محبوبات کا ' جب تک وه مسلمان هے - نماز قائم رکهتا هے ' اُسکی اطاعت کرني چاهيے - کسي مسلمان کيليے اُسکي اطاعت سے باهر هونا جائز نهيں - اسکے بعد بالترتيب تين باب آتے هيں - " من لم يسأل الامارة أعانه الله " دوسرا " من سأل الامارة وکل اليها " تيسرا " ما يکره من الحرص علی الامارة " حاصل ان تينوں عنوانوں کا يه هے که جهاں شارع نے امت کو خليفهٔ و امام کي ضروري صفتيں اور شرطيں بتلا دي هيں ' وهاں اِس سے بهي روکديا هے که کوئي شخص خود امامت و سرداري کا خواهاں هو اور اسکے ليے کوشش کرے - حتی که عبد الرحمن بن سمره سے کہا " جو اهل اور احق هو ' اُسي کا ساتهه دو - خود اپنے ليے خواهاں نه هو - اگرچه اسکے ليے قسم توڑني اور کفاره بهي دينا پڑے " پس ان تمام ابواب کي يکے بعد ديگرے ترتيب سے واضح هوگيا که اس بارے ميں نظام شرعي کي قدرتي ترتيب يه هے :

(۱) امت کيليے حسب نص " و اولی الامر منکم " مرکز اجتماع و جماعت خليفه کا وجود هے - اسکي اطاعت فرض هے - (۲) خبر ديدي گئي تهي که جب تک عرب و قريش ميں صلاحيت رهيگي ' خلافت پر قابض رهينگے - چنانچه ايسا هي هوا - (۳) بنياد معاملهٔ خلافت کي " حکمت " پر هے - وه حکمت که " و يعلمهم الکتاب و الحکمة " يه ... ... اعمال ... سنة نبوت هے ، کا نام قرآن کي اصطلاح ميں

لیکن اگر ایسوں کی خلافت تسلیم نہ کی جاے' اُن پر خروج کرنے کی اجازت دیدی جاے' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اهل اور جامع الشروط خلیفہ هی قرار دیا جاے' تو پھر دائمی کشت و خون' جنگ و قتال' دعوؤں کا ٹکرانا' قوتوں کا تزاحم' همیشگی کی بد امنی' کبھی ختم نہ هونے والی طوائف الملوکی اور انارکی' امت کی تباهی' ملکوں کی خرابی' نظام جماعت کا اختلال' احکام شرع کی تعطیل' مسلمانوں کے جان و مال سے امن کا اُٹھہ جانا' دشمنان اسلام کا اس باهمدگر کشمکش سے فائدہ اٹھانا' اور اسی طرح کی بے شمار هلاکتوں اور بربادیوں کا پھیل جانا لازمی تھا - مگر ساتھہ هی اسکی امید بھی تھی کہ شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم هو جاے اور نا اهلوں کی جگہ کسی اهل اور ساری شرطیں رکھنے والے آدمی کو خلافت دلائی جاسکے -

پہلی صورت میں مصلحت کا بقا و حصول' مگر خرابیوں کا امکان تھا -

دوسری صورت میں خرابیوں کا وقوع' مگر مصالح کا امکان تھا -

اسلام نے پہلی صورت اختیار کی' اور پوری قوت و اصرار کے ساتھہ دوسری راہ مسدود کردی - یعنی مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجیح دی -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶]

" حکمت " هے - پس ضرور هے کہ خلیفہ کے تمام کاموں کی بنیاد طریق سنۃ پر هو - بدعۃ و احداث پر نہ هو - یہی معنی منہاج نبوت کے هیں - (۴) جب خلافت منعقد هوگئی تو تمام امت پر اسکی اطاعت فرض هے - فی ما احب و یکرہ' ما لم یؤمر بمعصیۃ (۵) امت کو چاهیے کہ احق و اهل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نہ چاهیے کہ خود خلافت کی خواهش کرے - جس نے ایسا کیا' اللہ کے حضور شرمندگی پائیگا - نتیجہ یہ نکلا کہ جب لوگ خود خواهش نہ کرینگے' اور حق انتخاب جمہور کو هے' تو کسی طرح کی بھی کشمکش نہوگی - نہ بہت سے دعویداروں میں باهم جھگڑا هوگا - امن و سکون کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا جائیگا -

یہ تھا صحیح نظام شرعی' جسکے علم و فہم کیلیے صرف صحیح بخاری هی کافی هے' اور اسلام کی کونسی حقیقت هے جسکے لیے صحیح بخاری کافی نہیں؟ لیکن افسوس کہ نظام شرعی قائم نہ رها - مجلس شوری کی جگہ میدان جنگ میں خلافت کا فیصلہ هوا' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض هونے لگے - چنانچہ پہلے هی سے اسکی خبر دیدی گئی تھی -

کیا دنیا میں ایک دماغ اور ایک عقل صحیح بھی ایسی ہوسکتی ہے جو شریعت کے اس فیصلہ کو غلط بتلاے ؟ اللہ کی شریعت کا اصل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ہے - یعنی ہمیشہ فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتھہ مفاسد بھی جمع ہو جائیں تو جس راہ میں مصالح زیادہ ہوں اور خرابیاں کم' اُسیکو اختیار کرنا - تمام احکام کا محور یہی اصل ہے - پس اگر پہلی راہ اختیار کی جاتی اور خلیفہ کی اطاعت کیلیے خلیفہ کا جامع الشروط اور بطریق صحیح منتخب ہونا شرط قرار دیدیا جاتا ' تو اسکا کیا نتیجہ نکلتا ؟ نصب و انتخاب کیلیے نظام شرعی تو درہم ہوچکا تھا - ہر دماغ میں حرص و دعوا ' اور ہر ہاتھہ میں تلوار تھی - یہی نتیجہ نکلتا کہ ایک عام طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی - ہر شخص یہ کہکر کہ خلیفہ اہل و مستحق نہیں ہے' بغاوت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہوتا - تمام امت میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رہتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ہوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا ' اور نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ باوجود اسلام کے اس صریح حکم اور مسلمانوں کے متفقہ اعتقاد کے ' جو کچھہ تاریخ اسلام کا حال رہا ہے ' ظاہر ہے - مدعیان سلطنت کی باہمی پیکار اور جماعتوں کے باہمی نزاع نے کسطرح اسلامی فتوحات کی بڑھتی اور پھیلتی ہوئی قوت روکدی ؟ اور پھر جو کچھہ حاصل ہوچکا تھا ' اسکو بھی کھونا شروع کردیا ؟ حتی کہ جو قوم دنیا کی تمام قوموں کی وارث ہونے کیلیے آئی تھی' دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی اُسکی وارث بنگئی' اور اسلامی خلافت کے اجزاء حیات ٹوٹ ٹوٹ کر اور کٹ کٹ کر دنیا کی نئی نئی سلطنتوں اور ملکوں کیلیے سر و سامان و مواد کا کام دینے لگے ! فما کان اللہ لیظلمھم ' و لکن کانوا انفسھم یظلمون ! (۹ : ۳۹)

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاہیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ہوتی ' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ہی بتلا دی گئی تھیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا ؟ یہ معاملہ اسقدر

یقینی اور هر طرح کے شک و شبہ سے ما ورا ہے کہ اگر دنیا اس پر یقین لانے کیلیے طیار نہیں تو اسکے یہ معنی هیں کہ دنیا کے پاس ماضی کی جسقدر معلومات موجود ہے اُن میں سے کوئی بات بھی یقینی نہیں - نہ تو اس دنیا میں سکندر نامی کوئی پادشاہ کبھی گزرا ' نہ روما نامی کوئی سلطنت قائم هوئی ' اور نہ هم بیسویں صدی کے انسان اسکے لیے مجبور هیں کہ نپولین کا وجود اور واٹر لو کی جنگ کا وقوع تسلیم کریں !

بہر حال احادیث کے دیکھنے سے معلوم هوتا ہے کہ تمام هونے والے واقعات پیشتر سے معلوم تھے اور هر حالت اور هر وقت کیلیے صاف صاف حکم دیدیا گیا تھا - احادیث کے اس حصہ کا نہایت دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ کرنا چاهیے - هر دور کی خاص حالت ہے اور اسلیے خاص حکم -

سب سے پہلے وہ حدیثیں سامنے آتی هیں جن میں خلافۃ خاصۃ و راشدہ کا ذکر کیا ہے ' اور چونکہ یہ خلافۃ ٹھیک ٹھیک طریق نبوۃ و سنۃ پر قائم هونے والی تھی ' اسلیے امت کو وصیۃ کی ہے کہ نہ صرف اُنکی اطاعت کی جاے ' بلکہ اُنکے تمام اجماعی باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوۃ کے " سنۃ " سمجھا جاے اور اُسکی پوری طرح پیروی کی جاے -

مشہور حدیث عرباض بن ساریہ " قام فینا رسول اللہ صلعم ذات یوم ' فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ' و جلت منها القلوب ، و ذرفت منها العیون ' ، فقیل یا رسول اللہ ! وعظتنا موعظۃ مودع فاعهد الینا بعهد - فقال علیکم بتقوی اللہ ' و السمع و الطاعہ و ان کان عبداً جشیا ' و سترون من بعدی اختلافاً شدیدا ' فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المهدیین - عضوا علیها بالنواجذ " (ابن ماجہ و ترمذی) اور حدیث " خیر القرون قرنی ' ثم یلونهم " الخ اور " اما طبقتی و طبقۃ اصحابی فاهل علم و ایمان " الخ رواہ البغوی عن انس - یعنی آنحضرۃ (صلعم) نے خطبہ دیا اور فرمایا - میں تم کو وصیت کرتا هوں کہ اللہ سے ڈرو ' اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچہ وہ ایک حبشی غلام هو - اور دیکھو ! میرے بعد بڑے سخت جھگڑے هونے والے هیں ' پس چاهیے کہ فتنوں سے بچو اور همیشہ میری سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کی سنت پر کاربند رهو ' اور اسکو اسطرح مضبوطی سے پکڑ لو جیسے کوئی شخص دانتوں سے کوئی چیز پکڑ لیتا ہے - اور فرمایا : بہتر زمانہ میرا ہے ' پھر وہ جو میرے بعد کا ہے - اور فرمایا : میرا اور

میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ ھے - اسی طرح حضرت ابن مسعود کی حدیث " ما من نبي بعثه الله في امته قبلي' الا كان له حواريون و اصحاب ' ياخذون بسنته و يقتدون بامره " الخ (مسلم) و غیر ذلک -

غرضکہ اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے تھے - ایک اطاعت کا ' دوسرا اقتداء اور پیروي کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتي ھیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا ھے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقي رھتا ھے' لیکن دوسرا حکم بالکل بدل جاتا ھے - یعنے امت کو اس دور کے خلفاء و سلاطین کي اطاعت کي تو ویسي ھي وصیت کي جاتي ھے' جیسے پہلے دور کیلیے کي تھي' لیکن انکے کاموں کي پیروي اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا ' بلکہ بتدریج ترک و مخالفت کا حکم دیا جا رھا ھے - اس سے صاف واضح ھوجاتا ھے کہ اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض ھو جائینگے' انکي خلافة شریعت کے مطلوبہ نظام پر نہ ھوگي ' اور نہ انکا چلن قرآن و سنت کے مطابق ھوگا - ان میں اچھے بھي ھونگے - برے بھي ھونگے - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور انکي خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جا رھا ھے - انکے طور طریقوں کي پیروي اور انکے کاموں کو شرعي کام سمجھہ لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - صاف صاف وصیت کي جاتي ھے کہ جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں' تو جس کي طاقت جہاں تک کام دے ' برائیوں کے روکنے کي پوري کوشش کرے - ھاتھہ سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یہ دونوں درجے نصیب نہ ھوں تو کم از کم دل ھي دل میں برائي کو برا سمجھے - " و ذلک اضعف الایمان " - لیکن برے کاموں کو انکي عظمت کے دباؤ سے اچھا نہ سمجھہ لے اور نہ انکا ساتھہ دے - " و لیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل " (۱)

---

(۱) احادیث کا یہ حصہ نہایت اھم اور غور طلب ھے - مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر ھے ' اسلیے احکام بھي مختلف ھیں - اس نکتہ پر جسکي نظر نہ گئي وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران ھوا - یا سخت غلطیوں میں مبتلا ھوگیا - عہد نبوة سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - ھر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس انکے احکام میں بھي اختلاف ھوا -

عن عبادہ بن الصامت - قال " بایعنا رسول اللہ صلعم علی السمع و الطاعہ فی منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا و أثرہ علینا ' و ان لا ننازع الامر اھلہ '

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲]

مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاھیے - پھر ھر حدیث اور ھر حکم کو اُسکی جگہ دینی چاھیے - ایسا نہ کرنے سے لوگوں کو بڑی بڑی غلط فہمیاں ھوئیں - بہتوں کو یہ لغـزش ھوئی کہ " اطـاعـت " اور " اقتدا " کا فرق نہ سمجھے - جن حدیثوں میں " اقتـداء " کی ممـانعت بلکہ خلاف کرنے کا حکم پایا ' اُنکو " منع اطاعت " اور جواز خروج پر محمول کرلیا - خوارج اور معتزلہ کے ایک گروہ کو یہی دھوکا ھوا - ایک دوسری جماعت نے یہ غلطی کی کہ حکم اطاعت کو عام مطلق سمجھہ لیا ' اور منع اقتداء و تأسی اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصیص کردی تھی ' وہ اُنکی سمجھہ میں نہ آئی - یعنی اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب امراء و حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ھے' خواہ اُنکے اعمال کیسے ھی خراب ھوں ' تو پھر چاھیے کہ نہ کسی برائی پر ٹوکیں ' نہ منکرات کے خلاف جد و جہد کریں - ھر حال میں چپ چاپ بیٹھکر اطاعت کرتے رھیں - یہ جو صدیوں سے عام علماء اسلام نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف یکقلم ترک کردیا ھے ' تو نفس خادع اُنکو بھی یہی دھوکا دے رھا ھے - بعض حدیثوں میں آیا ھے کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ھے - ان لوگوں نے چونکہ " اطاعت " اور " اقتداء " کا فرق نہیں سمجھا تھا ' اسلیے یہ مطلب سمجھے کہ پادشاھوں اور امیروں کو برائی پر ٹوکنے اور اُنکے خلاف حق کے اعلان میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ھیں - یہی چیز فتنہ ھے - پس اس فتنہ سے بچنا چاھیے - نتیجہ یہ نکلا کہ حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہ رھی - تمام زبانیں گونگی اور - تمام دل مردہ ھوکر رھگئے - حالانکہ دونوں جماعتوں نے ٹھوکر کھائی - دونوں نے حدیثوں کا صحیح مورد اور محل نہ سمجھا - ایک صورت یہ ھے کہ مسلمان کسی کو اپنا قومی پادشاہ مان لیں ' اور ایک پادشاہ کی جیسی فرماں برداری رعایا کو کرنی چاھیے ' ٹھیک ٹھیک ویسی ھی فرماں برداری کریں - کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے ثابت ھو کہ آسے اپنا حاکم نہیں سمجھتے - اسکا نام " اطاعت " ھے - دوسری صورت یہ ھے کہ کسی انسان کو دینی و اخلاقی اعتقاد و عمل میں اپنا پیشوا مان لینا ' اور راستی و حق پرستی کے اعتبار سے اُسکی زندگی کو اپنے لیے

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من الله برهان " متفق علیہ - عبادہ بن الصامت کہتے هیں - هم سے رسول الله (صلعم) نے اس بات پر بیعت لی

[بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۲]

نمونہ بنا لینا ' اور اُسکے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرنا - اسکا نام " اقتداء " اور " تأسی " هے - دونوں صورتیں الگ الگ هیں - بلاشبہ " اطاعت " ایک عام حالت هے اور اسمیں " اقتداء " کی حالت بھی داخل هے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص هے ' اور ضروری نہیں کہ هر اطاعت اقتداء بھی هو - احادیث میں خلفاء راشدین کی نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نہیں - کیونکہ معلوم تھا کہ اُنکے کام اچھے نہ هونگے - شریعت و عدالت سے منحرف هو جائینگے - اور چونکہ نظام جماعت کے قیام کے ساتھہ احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کی حفاظت کا انتظام بھی ضروری تھا ' اسلیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض هر حال میں باقی رها - اور حکم دیا گیا کہ ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوری پوری اطاعت کرو ' لیکن پادشاہ کی اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ سفید کو سیاہ ' اور دن کو رات مان لو - حق حق هے - باطل باطل - برائی جب دیکھو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ اور ایک مزدور ' دونوں برابر هیں - " لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ' قاعدۂ کلیہ هے ' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہیں کی جاسکتی جس میں خالق کے حکم سے نافرمانی کرنی پڑے - اور یہ جو جابجا کہا کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ هے - تو یاد رهے کہ " اطاعت " نہ کرنے میں ' نہ کہ " اقتداء " نہ کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نہ کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا هی فتنہ هے - یہ مطلب نہیں کہ برائی کی مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنہ هے - حق کا اعلان تو همیشہ اور هر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن هے - وہ کبھی فتنہ نہیں هوسکتا - اگر حق کی پکار فتنہ هوجاے تو پھر نظام هستی منقلب هو جاے : و لو اتبع الحق اھوائھم ' لفسدت السماوات و الارض و من فیھن ! (۲۳ : ۷۴)

کہ ہر حال اور ہر طرح کي زندگي میں امام کي اطاعت کرینگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دینگے ' اور کبھي اس بارے میں کوئي جھگڑا نہیں کرینگے - الا یہ کہ بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاہر ہو - ایسي بات میں جسکے لیے اللہ کي کتاب میں حکم و دلیل موجود ہے - سو اُسوقت کسي کي اطاعت بھي اللہ کي اطاعت سے نہ روک سکیگي - یعني جب تک امام سے صریح کفر نہ سرزد ہو ' ہر حال میں اُسکي اطاعت واجب ہے -

" خیار ائمتکم الذین تحبونہم و یحبونکم ' وتصلون علیہم و یصلون علیکم ' و شرار ائمتکم الذین تبغضونہم و یبغضونکم ' و تلعنونہم و یلعنونکم ' قال قلنا - أفلاننابذہم عند ذلک ؟ قال لا ' ما أقاموا فیکم الصلوۃ ' الا من ولي علیہ وال فرآہ شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتي من معصیۃ اللہ ' و لا ینزعن یداً من طاعۃ " رواہ احمد و مسلم -

و عن حذیفۃ أنہ (صلعم) قال " یکون بعدي آئمۃ لا یہتدون بہدی ولا یستنون بسنتي ' و سیقوم فیکم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین في جثمان انس - قال قلت - کیف اصنع یا رسول اللہ ان أدرکت ذلک ؟ قال - تسمع و تطیع و ان ضرب ظہرک و اخذ مالک فا سمع و اطع " رواہ مسلم و احمد -

یعني فرمایا : تمہارے بہتر حاکم وہ ہیں کہ اُنکي محبت تمہارے دلوں میں ہو اور تمہاري انکے دلوں میں - تمہاري زبانوں سے اُنکے لیے رحمت کي صدا نکلے اور اُنکي زبانوں سے تمہارے لیے - اور بدترین حاکم وہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں اُنکي دشمني ہو ' اور وہ تمہیں دشمن سمجھتے ہوں - تم اُن پر لعنت بھیجو - وہ تم پر - صحابہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ ! کیا ایسے حاکموں سے ہم نہ جھگڑیں ؟ فرمایا نہیں - جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں - اُنکي اطاعت ہي کرو ! ہاں جو بات گناہ کي دیکھو اُسے پسند نہ کرو مگر امام کي طاعت سے ہاتھہ نہ کھینچو - نیز فرمایا - میرے بعد ایسے امام ہونگے جو میرا طور طریق چھوڑ دینگے - میري سنۃ پر نہیں چلینگے - عنقریب تم پر ایسے لوگ حکمراں ہونگے کہ اُنکا جسم تو انسانوں کا ہوگا مگر دل شیطان کا سا - راوي نے پوچھا - اگر ہم نے ایسا زمانہ پایا تو کیا کریں ؟ فرمایا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وہ تمہاري پیٹھہ پر تازیانے لگائیں اور تمہارا مال چھین لیں ' تب بھي اُنکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرۃ و امور تنکرونہا " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي علیکم ' و تسألون اللہ الذي لکم " متفق علیہ عن ابن مسعود '

و اخرجه ایضاً الحرث بن وهب و أ ورده الحافظ فی التلخیص ' و عن جابر بن عتیک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سیاتیکم رکب مبغضون ' فاذا أتوکم فرحبوا بهم وخلوا بینهم و بین ما یبتغون- فان عدلو' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعلیها"

و عن وائل بن حجر- قال سمعت رسول الله صلعم ورجل یسأله - فقال- أرایتَ إن کان علینا امراء یمنعونا حقنا ویسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا وأطیعوا ' فانما علیهم ما حملوا ' و علیکم ما حملتم " (مسلم والترمذي و صححه)

" علی المرء المسلم السمع والطاعه فیما أحب وکره ' الا ان یومر بمعصیۃ ' فان امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ " (شیخان وغیرهما عن ابن عمر)

سبکا خلاصه رهي هے جو اوپر گزر چکا - آخري روایت میں فرمایا - ایک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو یا ناگوار ' مگر امام کا کہا سنے اور مانے - هاں اگر وہ ایسا حکم دے جسکي تعمیل میں گناہ هو ' تو پهر اُس حکم میں نه تو سننا هے اور نه ماننا - کسي بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بهي خدا سے نافرماني نہیں کي جاسکتي - یه اسلام کا ' اور در اصل تمام سچي تعلیموں اور سچے انسانوں کا عالمگیر قاعدهٔ کلیه هے -

اور یہي وجه هے که صدقات و زکواۃ وغیرہ مالیات کي ادائیگي کي نسبت حکم دیا گیا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' یا بیت المال کا روپیه نا جائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' لیکن اگر امام کي طرف سے مامور هیں تو اُنکي اطاعت کرني چاهیے - جس شخص نے زکواۃ ایسے عامل کو دیدي ' اُسکي زکواۃ ادا هوگئي - البته قوم کو کوشش کرني چاهیے که ایسے عامل معزول کیے جائیں - لیکن جب تک معزول نہوں ' نظم شریعت کے قیام کیلیے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعمیل کي جاے - بشیر بن خصاصیه کي روایت میں هے که لوگوں نے کہا " ان قوماً من اصحاب الصدقۃ یعتدون علینا " عمال صدقه لینے میں هم پر ظلم کرتے هیں- کیا حق سے زیادہ نه دینے میں اُنکا مقابله کریں ؟ فرمایا نہیں - (ابو داؤد) سعد بن وقاص کي روایت میں فرمایا " ادفعوا الیهم ما صلوا " ابن ابي شیبه میں حضرۃ ابن عمر کي نسبت هے که کسي نے کہا - زکواۃ کسے دیں ؟ کہا وقت کے حاکموں کو - سائل نے کہا " اذا یتخذون بها ثیابا و طیبـــاً " وہ تو زکواۃ کا روپیه اپنے کپڑوں اور زینت میں خرچ کر ڈالتے هیں - فرمایا " و ان " اگرچه ایسا کرتے هوں مگــر زکواۃ حاکم هي کو دو - اسي بنا پر محدثین نے باب باندها " برأۃ رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل

و الجور " اور اسي ليے جمہور فقہا کا یہي مذهب قرار پایا که اگر حکام جور کو زکواة دي گئي تو ادا هوگئي - آئمهٔ اهل بیت و عترة نے بهي قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کیا جیسا که حضرة امام باقر (علیه و علی آبائه السلام) سے اصول میں منقول هے - اور اسي لیے محققین امامیه و فقہاء زیدیه بهي اس فیصله میں جمہور کے ساتهه هیں -

(اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا اخرهما)

اگر ایک خلیفه کي حکومت جم چکي هے اور قائم هے اور دوسرا مدعي کهڑا هو ' تو اُسکا حکم یه هے که وہ باغي هے - فرمایا اُسے قتل کردو - اُسکي زندگي تمام اُمت کے نظم و امن کیلیے فتنه هے - وہ امت میں پهوٹ ڈالنا اور جمے هوے انتظام کو درهم برهم کرنا چاهتا هے - والفتنة اشد من القتل -

عن عرفجة الاشجعي - قال سمعت صلعم یقول " من أتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد ' یرید ان یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم ' فاقتلوه " (احمد و مسلم)

اسي لیے جمہور اهل اسلام نے اتفاق کیا که خلیفه خواہ اهل هو یا نا اهل ' لیکن اگر اسکي حکومت قائم هے تو جو اُس پر خروج کرے ' اُسکا حکم باغي کا حکم هے - اُس سے لڑنا اور اُسکي جماعت کو قتل کرنا جائز هے بشرطیکه تبلیغ و دعوة اور دفع شکوک کے بعد بهي باز نه آے - ایک گروہ نے کہا که نه صرف جائز بلکه بحکم فقاتلوا التي تبغي (۴۹ : ۹) واجب هے - " و قد حکي في البحر عن العترة جمیعاً ان جهادهم افضل من جهاد الکفار الی دیارهم ' اذ فعلهم في دار الاسلام کفعل الفاحشة في المسجد " (نیل الا وطار - جلد ۷ صفحه ۸۰) یعني تمام آئمه اهل بیت و عترة سے منقول هے که ایسے باغیوں سے جہاد کرنا کفار پر حمله کرنے سے بهي افضل هے -

(اجماع امت و جمہور فقہاء و اعلام)

بنو اُمیه کے امراء کي حکومت ظلم و بدعت کے ساتهه قائم هوئي اور اُسوقت ایک جم غفیر صحابهٔ کرام و ائمهٔ اهل بیت نبوة کا موجود تها - عہد عباسیه کي پوري پانچ صدیاں گذر گئیں ' اور یهي زمانه تمام علوم شرعیه کي تدوین وترتیب کا تها - تمام آئمهٔ و اعلام اور فقہاء مذاهب اسي عہد میں پیدا هوے اور عقائد و مسائل نے آخري ترتیب و تنظیم پائي - لیکن ان تمام عہدوں میں سب کا اتفاق اسي بات پر رها جو اوپر گزر چکي - عقائد ضروریه اور ارکان اربعه کے بعد شاید هی کسی اسلامی اعتقاد پر اس درجه محکم

و یقینی اجماع و تعامل ثابت کیا جاسکے - صحابہ کا حال معلوم ہے - مروان مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوی میں موذن تھے - مروان کی عبادت سے بد ذوقی کا یہ حال تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا اور مقتدیوں کو شرکت کا موقعہ دینا بھی اسکی جلد بازی پر شاق گزرتا تھا - ابو ہریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتنی بآمین" قرأت میں ایسی جلدی نہ مچائیو کہ میری آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسی کے پیچھے پڑھتے اور اُسکی اطاعت سے انکار نہ کرتے - اس سے بڑھکر یہ کہ امراء بنو امیہ علانیہ ظلم و ستم کرتے تھے - بدعات کا یہ حال تھا کہ جس سنت کو چاہتے ' اپنی ہواء نفس سے بدلڈالتے - لوگ اُنکی یارہ گوئی سننا پسند نہیں کرتے تھے - عید کے دن خطبہ دیتے تو لوگ اُٹھکر چلے جاتے کہ خطبۂ عید کی سماعت واجب نہیں - یہ حال دیکھکر مروان نے چاہا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دیدے تا کہ نماز کے انتظار کی وجہ سے مجبوراً لوگوں کو خطبہ سننا پڑے - حالانکہ یہ صریح سنت مستمرۂ و اجماعی کے خلاف تھا - حضرت ابوسعید خدری نے بلا تامل اسپر ٹوکا - ایسی بے شمار باتیں کی جاتی تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکی سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ہمیشہ ٹوکتے - لیکن خلیفہ اُنہی کو مانتے اور اطاعت اُنہی کی کرتے - کسی صحابی نے بھی اطاعت سے پہلے اسکی جستجو نہ کی کہ خلیفہ میں ساری شرطیں خلافت کی پائی جاتی ہیں یا نہیں ؟ اگر اسکی جستجو کرتے تو سب سے پہلی شرط یعنی بطریق انتخاب شرعی و شوری منتخب ہونا ہی مفقود تھا - باقی شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کی ہیں - حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بنی مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ہیں اور کتوں کو کھلاتے ہیں (۱) اور پھر اُنکے ہاتھوں ہر طرح کے مظالم و شدائد بھی سہتے ' مگر ساتھہ ہی بہ حیثیت سلطان اسلام کے اُنہی کی اطاعت بھی کرتے - مامون و معتصم کے عہد میں علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ہوے ' معلوم ہیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسی کوڑوں کی ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رہنا گوارا کرلیا لیکن مامون و معتصم کی دعوۃ بدعت کی پیروی نہ کی - با ایں ہمہ اطاعت کا مستحق اُنہی کو سمجھا ' اور اپنے نامۂ وصیۃ میں یہی لکھا " و الدعاء لائمۃ المسلمین بالصلاح ' و لا تخرج علیہم بالسیف ' و لا تقاتل ہم فی الفتنہ " کذا نقل عنہ ابن الجوزی فی سیرتہ -

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ، - ۱ : ۴۷ -

اسي طرح تمام آئمهٔ اهلبيت کا زمانه خلفاء بنو اميهٔ و عباسيه کے عہدوں میں گزرا - یه معلوم هے که وه خلافة کا مستحق صرف اپنے هي کو یقین کرتے تھے نه که بنو امیهٔ و عباسیه کو - با این همه کسي نے بھي اُنکے خلاف خروج نه کیا اور نه اطاعت سے انکار کیا - سب اسي پر متفق هوے که حکومت اُنکي قائم هوچکي هے ' اسلیے سلطان وقت وهي هیں - خاندان اهل بیت میں سے جس کسي نے خروج کیا ' آئمه نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاهر کي - جیسا که حضرة زید کے واقعه اور امام جعفر صادق علیه السلام کے انکار سے ثابت و معلوم هے - حضرة امام علي رضا کو مامون الرشید نے اپنا ولي عهد قرار دیا - امام موصوف نے ولي عهدي قبول کرلي - یعنے تسلیم کرلیا که مامون خلیفه هے' اور اُسکو اپنے استخلاف اور ولي عهدي کا حق پهنچتا هے - اگر وه خود خلیفه نه تها تو دوسرے کو ولي عهدي کیونکر مل سکتي تهي ؟ آئمهٔ اهل بیت کي پوري تاریخ میں ایک واقعه بھي موجود نہیں که انہوں نے لوگوں کو بنو امیهٔ و عباسیه کي اطاعت سے روکا هو - بلکه بر خلاف اسکے کتب حدیث امامیه (مثلاً اصول کافي وغیره) میں بے شمار تصریحات موجود هیں که باوجود اظهار استحقاق خود ' و شکوهٔ غصب و تعدي' عدم اطاعت و خروج سے همیشه مانع رهے -

(سني اور شیعه دونوں متفق هیں)

یہیں سے یه حقیقت بھي واضح هوگئي که حضرات امامیه اور اهل سنت میں مسئلهٔ خلافة کي نسبت جو مشہور اختلاف هے ' وه پہلي صورت میں هے ' نه که دوسري صورت میں - یعني اس بارے میں هے که اگر امت خلیفه ؤ امام منتخب کرے تو کس کو اور کیسے کو منتخب کرے ؟ شیعه کہتے هیں که اسکا استحقاق صرف آئمهٔ اهل بیت کو هے - وهي امام هوسکتے هیں - اهل سنة کہتے هیں که یه شرط ضروري نہیں - لیکن اگر اصلي نظام باقي نه رها هو اور غلبهٔ و تسلط سے کوئي شخص اور خاندان اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض هوگیا هو' تو اُسکي اطاعت پر جسطرح اهل سنة کي تمام جماعتیں متفق هیں' ٹھیک اُسي طرح شیعه بھي متفق هیں - اهل سنة کے نزدیک خلافة کي تمام شرطیں صرف خلفاء راشدین هي میں جمع تھیں اور اُنکا انتخاب صحیح نظام شرعي کے مطابق هوا تھا - اُنکے بعد پھر نه هوا - امامیه کے نزدیک ابتدا هي سے نه هوا - لیکن اطاعت دونوں عہدوں میں اهل سنة نے بھي ضروري قرار دي - شیعوں نے بھي ضروري قرار دي -

نتیجه یه نکلا که ایک قائم و نافذ اسلامي سلطنت کي اطاعت پر سني و شیعه ' دونوں متفق هیں - یهي حال زیدیه وغیره فرقوں کا هے ' اور بجز خوارج کے کسي اسلامي فرقه کو اس سے اختلاف نهیں -

(بعض کتب مشهورۂ عقائد و فقه)

بهتر هوگا که اس موقعه پر چند مشهور کتب عقائد اور فقه و حدیث کے اقوال بهي نقل کردیے جائیں' تاکه جو لوگ علوم شرعیه سے نا واقف هیں ' انکو معلوم هو جاے که یه بات مسلمانوں کے عقائد کي ایک مانی هوئي بات هے اور تمام اسلامي مدرسوں میں صدیوں سے پڑهي پڑهائي جا رهي هے - شرح مقاصد میں هے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ' او لم یقتدر علی نصبه لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمه و ارباب الضلال ' فلا کلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکهتے هیں " نعم ' اذا لم یقتدر علی اعتبار الشرائط ' جاز الابتداء للاحکام المتعلقه بالامام ' علی کل ذي شوکة تغلب او استولي " اور آسي میں هے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبره ' ولي کناني ' فان لم یوجد ' فرجل من ولد اسماعیل ' فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواة میں هے " و اما الخروج علیهم و قتالهم ' فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل وا حد " کي شرح میں لکهتے هیں " ای له اهلیة الخلافة ' او التسلط و الغلبه " -

شامي میں هے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاه کما فعل ابوبکر ' و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الراے " -

مسامره میں هے " و المتغلب تصح منه هذه الامور (ای ولایة القضاء و الامارة و الحکم بالاستفتاء و نحو ها) للضرورة ' و صار الحال عند التغلب کما لم یوجد قرشي عدل ' او وجد و لم یقدر (ای لم توجد قدرة علی تولیته لغلبة الجورة) اذ یحکم في کل من الصورتین بصحة ولایة من لیس بقرشي و من لیس بعدل للضرورة " -

اور شرح مواقف میں امامت کي شرطیں بیان کرکے لکهتے هیں : لکن للامة ان ینصبوا فاقد ها ' دفعا للمفاسد التی تندفع بنصبه " (٦٦٣)

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلاني نے فتح الباري میں کي ہے " و قد اجمع الفقہاء علی وجوب طاعة السلطان المتغلب و الجہاد معہ ' و ان طاعتہ خیر من الخروج علیہ لما في ذلک من حقن الدماء و تسکین الدھماء ' و لم یستثنوا من ذلک الا اذا وقع من السلطان الکفر الصریح فلا یجوز طاعتہ في ذلک بل تجب مجاھدتہ لمن قدر علیھا کما فی الحدیث " (جلد : ۲۱۲)

حافظ نواري شرح مسلم میں لکھتے ہیں " و ھذہ الاحادیث في الحث علی السمع و الطاعہ في جمیع الاحوال ' و سببھما اجتماع کلمة المسلمین ' فان الخلاف سبب لفساد احوالھم في دینھم و دنیاھم - و قولہ صلعم : و ان کان عبد امجدع الاطراف - یعنی مقطوعھا ' و المراد اخس العبید - اے اسمع و اطیع للامیر و ان کان دني النسب * * * * * و یتصور امارة العبد اذ ولاہ بعض الائمہ ' او یغلب علی البلاد بشوکتہ " الخ - (جلد ۲ : ۱۲۵)

اور قاضي شوکاني درر البھیہ میں لکھتے ہیں " و طاعة الائمة واجبة الا في معصیة اللہ ' و لا یجوز الخروج علیھم ما اقاموا الصلوة " (شرح درر : ۴۱۴)

اور حجة اللہ البالغہ میں ہے " ان الخلیفة اذا انعقدت خلافتہ ' ثم خرج آخر ینازعہ ' حل قتلہ "

اور ازالة الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت و حقیقت خلافت پر کرتے ہوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید ہي کسي دوسري جگہ ملسکے) لکھتے ہیں " و حرام ست خروج بر سلطان بعد ازان کہ مسلمین بر وے جمع شدند ' مگر آنکہ کفر بواح از وے دیدہ شود ' اگرچہ آن سلطان مستجمع شرائط نہ باشد و این مضمون متواتر بالمعني ست " (جلد - ۱ : ۱۳۷)

حاصل ان تمام عبارتوں کا وھي ہے جو اوپر گزر چکا - یعنی ہر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفہ ہونا چاھیے جو صاحب طاقت و اقتدار ہو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں ہیں - لیکن اگر کسي مسلمان کي حکومت قائم ہوگئي ہے اور وھي صاحب اقتدار و شوکت ہے تو اُسي کو خلیفہ ماننا چاھیے - خواہ تمام شرطیں اُسمیں پائي جائیں یا نہ پائي جائیں ' اور اُسکي اطاعت و حمایت ہر مسلمان پر واجب ہے -

(من حمل علينا السلاح فليس منا)

بخاري و مسلم ميں هے " من حمل علينا السلاح فليس منا " (رواه ابن عمر، و سلمه، و ابو موسى الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علينا السيف ") يعنى جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے ميں هتيار أٹھايا (کفار کے ساتھ هوکر) يعنى حمله کيا يا لڑائي کي، وه مسلمانوں ميں سے نہيں هے -

يه حديث نہايت اهم هے، اور من جمله قواعد و کليات کے هے - اسي ليے امام مسلم کتاب الايمان ميں لاے تاکه حقيقت ايمان و کفر کي تحقيق ميں اس سے مدد ليں، اور حافظ نواوي نے ايک مستقل عنوان قرار ديکر باب باندھا -

آنحضرة صلعم کے طرز تکلم و خطاب پر غور کرنے سے معلوم هوتا هے که " ليس منا " اور " ليس مني " وعيد کا ايک ايسا جمله تھا جو آن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے، جہاں صريح و قطعي کفر کي جگه کفر سے کوئي بہت هي قريب اور اسلامي زندگي سے بہت هي بعيد حالت کا بتلانا مقصود هوتا تھا - عام معاصي و فسوق سے يه حالت زياده سخت مگر کفر قطعي سے کم هوتي تھي - جن جن احاديث ميں يه لفظ آيا هے، آن سب پر غور کيا جاے، اور ايمان و کفر کے عملي مراتب کي حقيقت بھي پيش نظر هو، تو يه بات واضح هو جائيگي - صاحب شريعت نے جن کاموں کيليے جو احکام دیے اور جو الفاظ استعمال کيے، هميں حق نہيں هے که تاويل و توجيهه کرکے أنکے لغوي مفهوم کا اصلي زور و اثر گھٹانے کي کوشش کريں - ايسي کوششيں جن لوگوں نے کيں، أنهوں نے مسلمانوں کو اسلام و ايمان کي عملي زندگي سے محروم کرديا (١) - " ليس منا " کے صاف معني يه هيں که " وه هم ميں سے نہيں " يعنى مسلمانوں ميں سے نہيں - اس سے ثابت هوا که مسلمانوں کي کسي جماعت پر بطور جنگ و قتال کے هتيار أٹھانا جبکه وه غير مسلمانوں سے لڑ رهے هوں، ايک ايسا فعل هے جسکے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں ميں شمار هونے کے قابل نہيں رهتا - مسلمانوں

---

(١) قال النواوي " و کان سفيان بن عيينه يکره قول من يفسره بليس منا بليس على هدينا، و يقول بئس هذا القول - يعني بل يمسک عن تاويله " (شرح مسلم مطبوعه احمدي - صفحه ۶۹

کي جماعت سے خارج هو جاتا هے - لوگوں کا خواه کچهه هي قياس هو' ليکن الله کے رسول کا صريح فيصله يهي هے ' اور قرآن و سنت کے تمام احکام اسي کي تائيد ميں هيں -

(واقعه امام حسين عليه السلام)

بعض لوگوں کو يه شبه هوسکتا هے که اگر سلطان اسلام کو خليفه مان لينا چاهيے گو نا اهل هو' تو پهر حضرة امام حسين عليه السلام نے يزيد بن معاويه کي حکومت کے خلاف کيوں خروج کيا ؟ اور کيوں اُنکو برسر حق اور شهيد ظلم و جور تسليم کيا جاتا هے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقيه مطالب کي تشريح ميں مخل هورها هے ' ليکن چونکه اس معامله ميں عام طور پر ايک سخت غلط فهمي پهيلي هوئي هے ' اسليے صاف کرديتا ضروري هے - يه بالکل غلط هے که حضرة امام حسين اُس حالت ميں لڑے' جبکه وه يزيد کي حکومت کے مقابلے ميں خود مدعي امامت اور طالب خلافت تهے - جو لوگ ايسا سمجهتے هيں ' اُنهوں نے واقعۂ کربلا کا دقت نظر کے ساتهه مطالعه نهيں کيا - حالات ميں اچانک ايسي تبديلياں هوئي هيں که اس غلط فهمي کا پيدا هوجانا عجيب نهيں - حضرة امام جب مدينه سے چلے ' تو اُنکي حيثيت دوسري تهي - جب کربلا ميں حق پرستانه لڑکر شهيد هوے ' تو اُنکي حيثيت دوسري تهي - دونوں حالتيں مختلف هيں - دونوں کا حکم شرعاً مختلف - جب وه مدينه سے چلے هيں تو حالت يه تهي که نه تو ابهي يزيد کي حکومت قائم هوئي تهي - نه اهم مقامات و مراکز نے اسکو خليفه تسليم کيا تها - ابتدا سے معاملۂ خلافت ميں سب سے پهلي آواز اور قوة انعقاد اهل مدينه کي رهي هے' پهر حضرة علي کے زمانے ميں مدينه کي جگه کوفه دار الخلافة بنا - ليکن اهل مدينه اُسوقت تک متفق نهيں هوے تهے - اور کوفه کا يه حال تها که تمام مخلوق يکقلم مخالف اور حضرة امام حسين سے بيعت کرنے کيليے پيهم اصرار و الحاح کررهي تهي - انهوں نے خود خلافت کي حرص نه کي ' بلکه ايک ايسے زمانے ميں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالي هوچکا تها اور نئے کي حکومت ابهي قائم نهيں هوئي تهي ' ايک بهت بڑي مرکزي و موثر آبادي (يعني کوفۂ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کرليا - البته اس منظوري ميں يه مصلحت بهي ضرور پيش نظر تهي' که

یزید جیسے نا اهل کي حکومت سے اُمت کو بچایا جاے - لیکن جب وہ کوفہ پہنچے ' تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکي هے - تمام اهل کوفہ ابن زیاد کے هاتھہ پر یزید کیلیے بیعت کرچکے هیں ' اور سرزمین عراق کي وہ بے وفائي و غداري جو حضرة امیر کے عهد میں بارها ظاهر هوچکي تھي' بدستور کام کر رهي هے - یہ حال دیکھکر معاملۂ خلافت سے وہ بالکل دست بردار هوگئے ' اور فیصلہ کر لیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کي فوج نے ظالمانہ محاصرہ کر لیا اور مع اهل و عیال کے قید کرنا چاها - وہ اس پر بھي آمادہ هوگئے کہ مدینہ کي جگہ دمشق جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصلہ کرائیں ' مگر ظالموں نے یہ بھي منظور نہ کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راهیں تھیں - یا اپنے تئیں مع اهل و عیال قید کرادیں - یا مردانہ وار لڑکر شہید هوں - شریعت نے کسي مسلمان کو مجبور نہیں کیا هے کہ ناحق ظالموں کے هاتھہ اپنے تئیں قید کرادے - اُنهوں نے دوسري راہ کمال عزیمة دعوۃ کي اختیار کي' اور خود فروشانہ لڑکر حالت مظلومي و مجبوري میں شہید هوے - پس جس وقت کربلا میں میدان جنگ گرم هوا هے ' اُسوقت حضرة امام حسین مدعي خلافت و امامت نہ تھے - نہ اس حیثیت سے لڑ رهے تھے - اُنکي حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کي تھي جسکو ظالموں کي فوج ناحق گرفتار کرنا چاهتي هے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا ' اور طاقتور ظلم کے مقابلے میں حق کي بے سروسامان استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلا دینا چاهتا هے - تعجب هے کہ یہ غلط فہمي صدیوں سے پھیلي هوئي هے - جسکو مفصل اور محققانہ بحث دیکھني هو' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کي منہاج السنہ جلد ۲ - کا مطالعہ کرے -

(شــرط قــرشیـــة)

مندرجۂ بالا فصول سے یہ بات واضح هوگئي کہ انتخاب خلیفۂ و امام کیلیے متعدد شرطیں هیں - ازانجملہ ایک عرصہ تک علماء کي راے رهي کہ خلیفہ کو خاندان قریش میں سے هونا چاهیے - لیکن اگر امت کیلیے انتخاب کا موقعہ باقي نہ رها هو تو خلیفہ تسلیم کر لینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعنی حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے) کے اور کوئي شرط نہیں هے - خلفاء راشدین کے بعد سے جامع الشروط کوئي بھي سلسلۂ خلافت قائم نہ هوا - بنو امیہ و عباسیہ میں اگر ایک شرط قرشیۃ کي

پائي جاتي تھي ' تو آور بہت سي اهم شرطيں مفقود تھيں - بنيادي شرط يه هے که حکومت تلوار کے زور سے نه منوائي جاے بلکه امت کے انتخاب و اجماع سے هو' سو يه شرط کسي کي خلافت ميں بھي نه تھي - پھر خليفه کو عادل و منصف هونا چاهيے - حکومت نظام شوری کے ساتھه کرني چاهيے - سنة رسول الله اور سنت خلفاء راشدين پر عامل هونا چاهيے - بجز عمر بن عبد العزيز کے کوئي بھي ان سب کا جامع نه تھا - عباسيه کے بعد حکومت عجميوں کے هاتھه آئي ' اور پھر مصر کے عباسي خلفاء کے بعد ترکوں کا خاندان عثمانيه خلافت پر قابض هوا - آخري مصري خليفه نے خود سلطان سليم کے هاتھه پر بيعت کي - يه خلافت بلا نزاع آجتک قائم اور تمام عالم اسلامي کيليے شرع و امت کا مرکزي اقتدار هے - اگر بنو آميه و عباسيه ميں پانچ شرطيں نہيں پائي جاتي تھيں تو ان ميں چھه نه سهي - يعني يه عرب بھي نہيں اور قرشي بھي نہيں - ليکن چونکه سوال خليفه کے انتخاب کا نہيں هے بلکه ايک قائم و نافذ خلافت کے ماننے کا ' اسليے شرائط کي بحث يہاں کوئي اثر هي نہيں رکھتي -

منجمله شروط خلافت کے ايک متفق عليه شرط حريت کي هے - يعني خليفه آزاد هو - غلام نہو - مصلحت و ضرورت بھي اسکي ظاهر هے' مگر معلوم هے که تمام دنيا کي تاريخ ميں صرف ايک مسلمانوں هي کي تاريخ اسکي مثال پيش کر سکتي هے که غلاموں نے امامت کي هے ' امارت کي هے' پادشاهت کي هے - اور تمام سادات و قريش اور عرب و عجم نے انکے آگے اطاعت کا سر جھکايا هے - خود مشہور حديث هے " اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليکم عبد حبشي کان راسه زبيبه " اور روايت ابوذر عند مسلم که " و ان کان عبدا مجدع الاطراف " اور روايت ابن حصين که " و لو استعمل عليکم عبد يقودکم بکتاب الله' اسمعوا له و اطيعوا " يعني اگر ايک ذليل سے ذليل حبشي غلام بھي تمھارا امير هو جاے تو اسکي سنو اور اطاعت کرو - حافظ نووي اسکي شرح ميں لکھتے هيں " و المراد اخس العبيد - اى اسمع و اطيع و ان کان دني النسب ' حتى لو کان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و يتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه ' او يغلب على البلاد بشوکته و اتباعه ' و لا يجوز ابتداء عقد الولاية له مع الاختيار ' بل شرطها الحرية " (جلد ۲ : ۱۲۵) يعني يه جو فرمايا که اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے يه هے که اگرچه امير نہايت ذليل نسب و خاندان کا هو' ليکن اگر

امیر ہوگیا ہے تو اطاعت کرو - اور اسی بنا پر غلام امیر ہوسکتا ہے اگر کسی امام نے مقرر کردیا ہو - یا خود وہ شہروں پر غالب آکر مسلط ہوگیا ہو- البتہ جائز نہیں کہ ابتدا میں کسی غلام کو امیر منتخب کیا جائے - کیونکہ آزاد ہونا شرائط امامت میں سے ہے "

جب غلبۂ و تسلط کی صورت میں خود حافظ نواوی (جو شرط قرشیۃ کے سب سے بڑے حامیوں میں سے ہیں) نص حدیث کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دنی النسب ' خسیس الحال ' حبشی غلام امیر ہوسکتا ہے اگرچہ آزاد ہونا شرط ابتدائی ہے' تو پھر ظاہر ہے کہ ایک غالب و مسلط اور منظم و قائم خلیفہ کی خلافت کیلیے شرط قرشیۃ کا موجود نہ ہونا کیوں مخل ہو اگرچہ قرشیۃ ایک شرط ابتدائی مان لی جائے ؟

پس یہ مان لینے کے بعد بھی کہ قرشی ہونا شرائط شرعیہ میں سے ہے' ترکان عثمانی کی خلافۃ مسلمۂ و منعقدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' اور شرائط کی پوری بحث موجودہ مسئلہ سے یکقلم غیر متعلق ہے ' تاہم تحقیق مقام کے خیال سے بہتر ہے کہ اس شرط کی حقیقت پر بھی ایک فیصلہ کن نظر ڈال لی جائے -

سو واضح ہو کہ جہانتک قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے دلائل کا تعلق ہے ' کوئی نص قطعی موجود نہیں' جس سے ثابت ہو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعاً مخصوص کردیا ہے - احادیث اس بارے میں جسقدر موجود ہیں ' سب صحیح ہیں - یہ بھی حق ہے کہ حضرۃ ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا - یہ بھی حق ہے کہ صحابہ میں ہمیشہ اس بات کی شہرت رہی - یہ بھی غلط نہیں کہ جب تک خاندان عباسیہ باقی رہا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رہے - با ایں ہمہ ان ساری باتوں کی حقیقت وہ نہیں ہے جو اب سمجھی جاتی ہے - ان ساری باتوں کے سچ ہونے کے ساتھہ یہ بھی سچ ہے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسی قوم میں مخصوص کیا ' نہ کسی خاندان میں ' اور نہ کسی خاص نسل میں - اسلام جو اس طرح کی تمام قومی و نسلی امتیازات کے مٹانے اور ہمیشہ کیلیے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کے قائم کرنے اور " عمل " کے قانون الہی کے آخری اعلان کیلیے آیا تھا ' اُسکی نسبت ساری باتیں مان لی جاسکتی ہیں لیکن یہ محال ہے کہ اُسنے خاندان و نسل کا کوئی امتیاز

قائم کیا ہو ، بلکہ اس سے بڑھکر اسلام کے دامن صداقت پر کوئی دھبہ نہیں ہوسکتا کہ اسپر کسی طرح کے بھی اختصاص نسل و قوم کی تہمت لگائی جاے - یہ کیونکر ممکن ہے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو توڑنا اسکا سب سے بڑا کارنامہ ہو ، اسی کے ٹکڑوں کو پھر جوڑنا اسکی طرف منسوب کیا جاے ؟

تفصیل و دلائل کی ضرورت نہیں - یہ بات ہر اس شخص پر جو اسلام سے کچھہ بھی واقفیت رکھتا ہے ، روشن ہے کہ نسلی و خاندانی امتیازات کی نسبت عام اسلامی احکام کا کیا حال ہے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا جنکے غرور قوم و نسب کا یہ حال تھا کہ وہاں کا ایک چرواہا اپنے نسبی و خاندانی شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بھی ذلیل و حقیر سمجھتا تھا - - عرب کے علاوہ بقیہ دنیا بھی طرح طرح کے قومی و وطنی امتیازات کی پرستش کررہی تھی - اسلام نے اپنی دعوۃ کی سب سے پہلی اور کاری ضرب اسی غرور نسل و قوم کے بت پر لگائی ، اور اللہ کے اس قانون فطرۃ کی منادی بلند کی کہ بنیاد ہر طرح کی فضیلت کی عمل ہے نہ کہ کوئی اور شے :

يا ايها الناس ! انا خلقنا كم من ذكر و انثى ، و جعلنا كم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اكرمكم عند الله اتقاكم (٤٩ : ١٣) اور فرمایا : لا تزر وازرة وزر اخرى ، و ان ليس للانسان الا ما سعى ، و ان سعيه سوف يرى (٥٣ : ٣٩)

آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندگی بھر قول و فعل یہ رہا کہ " ليس منا من دعى الى عصبية " اور " ليس منا من قاتل على عصبية " اور " ليس منا من مات على عصبية " و امثالها - یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی خصوصیت کے تعصب کی طرف لوگوں کو بلاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی حالت میں دنیا سے جاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چھوڑنے سے پہلے حجۃ الوداع میں جو آخری پیام امت کو سنایا ، اسمیں بھی سب سے پہلی چیز یہی تھی - یعنے نوع انسانی کی عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربي على عجمي ، و لا لعجمي على عربي - كلكم ابناء آدم " اور فرمایا " ليس لا حد فضل على احد الا بدين و تقوى - الناس كلهم بنو آدم ، و آدم من تراب " یعنی اسلام کا ظہور و قیام نوع انسانی کی مساوات اور باہمدگر

برابري کا اعلان هے - اب نه کسي عرب کو عجمي پر' اور نه کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجه سے فضيلت ملسکتي هے - سب ایک هي آدم کي اولاد هيں ' اور وهي سب سے بڑا هے جو عمل ميں بڑا هو -

عملاً يه حال تها که آپنے اپني زندگي ميں سب سے آخري اور ذمه داري کے لحاظ سے نهايت اهم فوجي مهم جو بهيجي' اسکي سرداري اُسامه بن زيد کو دي ' اور معلوم هے که زيد آپکے غلام تهے - بعضوں پر يه بات گراں گزري تو فرمايا " لقد طعنتم في امارة ابيه و قد کان لها اهلاً ' و ان اسامه لها اهل " تم لوگ پہلے زيد کي سرداري پر بهي طعن کرچکے هو حالانکه وه اس کام کا اهل تها ' اور اب اُسامه سردار بنايا گيا هے اور وه اس کام کا اهل هے " - " اهل" کے لفظ پر زور ديا - يعني طعن بيکار هے کيونکه بنياد معاملۂ امارت و سرداري کي صرف اهليت و قابليت هے - اور کوئي نهيں - حضرة عائشه کا قول مشہور هے " لوکان زيد حياً ' ما استخلف رسول الله غيره " (۱) اُسامه کو جس لشکر کي سرادري دي گئي' جانتے هو اسميں کيسے کيسے لوگ ماتحت کيسے گئے تهے ؟ بڑے بڑے مهاجرين و قريش - جن ميں سب سے پہلے حضرة ابو بکر صديق کا نام نظر آتا هے - وهي ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول الله کے جا نشيں هونے والے هيں !

بندۂ عشق شدي ' ترک نسب کن جامي
کيں دريں راه فلاں ابن فلاں چيزے نيست !

---

(۱) الله الله ! اس بارے ميں اسلام و پيروان اسلام کے معاملات کيسے خود فروشانه و عجيب رهے هيں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خانداني امتيازات و تفريقات کي بت پرستانه پرستش کررهے هيں ' کيونکر ياد دلايا جاے که ایک زمانے ميں بجز الله اور آسکے رسول کے رشته کے نه کوئي رشته مقبول تها ' نه عمل کي بزرگي کے سوا کوئي بزرگي تسليم کي جا سکتي تهي - حضرة عمر کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعه مجهے نهيں بهولتا - اُنکے لڑکے عبد الله نے ایک بار شکايت کي که تقسيم اموال وغيره ميں اُسامه بن زيد سے مجهے کم درجه پر کيوں رکها جاتا هے ؟ حضرة عمر نے کہا " کان ابوه احب الی رسول الله من ابوک' و کان احب الی رسول الله منک" اسليے که تيرے باپ سے زياده اُسکا باپ الله کے رسول کو پيارا تها ' اور اسليے که وه خود بهي تجهسے زياده رسول الله کے نزديک محبوب تها !

بلال حبشي ' صہیب رومي ' سلمان فارسي (رض) کا جو حال تھا ' معلوم ھے - بلال کو عمر فاروق جیسے قرشي نے " همارا آقا و سردار " کہا - اور صہیب کو دیکھتے تو کہتے " نعم العبد صهیب ! لو لم یخف الله لم یعصه " مرنے کے وقت وصیة کي کہ نماز جنازہ وهي پڑھائیں - سلمان کا یہ حال تھا کہ حضرۃ علي علیه السلام فرماتے " سلمان منا اهل البیت " اسي چیز کا نتیجہ تھا کہ ایک صدي کے اندر هي اندر عرب کي نسلي عصبیة کا نام و نشان باقي نہ رها ' او ر وہ زمانہ آ گیا جب بزرگي و فضیلت کے هر میدان میں سرداري و ریاست عجمیوں اور غلام زادوں کے هاتھہ میں تھي - عرب آنکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جھکے هوے تھے ' جس طرح ایک قرشي و هاشمي کے آگے جھک سکتے تھے - حتی کہ خلیفۂ هشام بن عبد الملک کو امام زهري سے کہنا پڑا " والله لیسودن المـوالي العرب ' و یخطب لهم علی المنابر ' و العرب تحتهم ! "

پھر کیا ایسي حالت میں ایک لمحہ کیلیے بھي باور کیا جاسکتا ھے کہ اسلام کا داعي تمام دنیا کو تو قومي و نسلي امتیازات کي غلامي سے نجات دلانا چاھتا هو اور مساوات عامہ کي طرف بلا رها هو ' لیکن (نعوذ بالله) خود اسدرجہ خود غرض هو کہ قیامت تک کیلیے پادشاهي و خلافت کو صرف اپنے هي ملک کیلیے ' اور اپنے ملک هي کیلیے نہیں ' خاص اپنے هي وطن کیلیے ' اور صرف اپنے وطن هي کیلیے نہیں ' خاص اپنے قبیلے کیلیے ' اور پھر صرف قبیلہ هي کیلیے نہیں ' بلکہ صرف اپنے هي خاندان کیلیے مخصوص کردے ؟ وہ ساري دنیا سے کہے کہ تمھارے سارے بناے هوے حق جھوٹے هیں - سچا حق صرف عمل اور اهلیت کا ھے - لیکن خود اپنے لیے یہ کر جاے کہ نہ تو عمل اور نہ اهلیت ' بلکہ صرف قوم ' صرف نسل ' اور صرف خاندان ؟

کیا اسلام کیلیے اس سے بھي بڑھکر کوئي عجیب بات هوسکتي ھے ؟

خیر ' یہ بات کتني هي عجیب هوتي ' لیکن هم باور کرلیتے اگر في الحقیقت قرآن و سنت نے واقعي ٹھہرا دي هوتي - همارے نزدیک کسي اسلامي اعتقاد کي صحت و عدم صحت کا معیار صرف یہ ھے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت هو - نہ کہ هماري عقلوں اور

سمجھوں کا احاطہ و ادراک - لیکن استعجاب کی ساری بنیاد ھمارا عقلی و قیاسی استبعاد نہیں ہے - یہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں ' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے هم جانتے هیں کہ اسلام کیلیے کوئی ایسی بات ثابت بھی نہیں ہونی چاهیے -

شارع کے بیانات ' انسان کی عام بول چال کی طرح مختلف قسموں کے واقع ہوے هیں - ازانجمله ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کی ہے - دوسری قسم اخبار و اطلاعات کی - یہ دوسری قسم مجرد بیان واقعہ و حال ہے ' اور اگر آیندہ کی نسبت ہے تو پیشین گوئی ہے ؛ حکم اور تشریع نہیں ہے - یعنی صرف ایک اطلاع ہے کہ ایسا ہوگا - یہ نہیں ہے کہ ایسا کرنا چاهیے - قریش کی خلافت کی نسبت جسقدر روایات موجود هیں ' سب دوسری قسم میں داخل هیں - نہ کہ پہلی قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کر کے دیکھا جاے ' تو بلا کسی اضطراب کے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے -

یہ حدیث صحاح میں حضرۃ ابو هریرہ ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ ' معاویہ بن سفیان ' وغیرهم مختلف صحابہ سے مروی ہے ' اور عمدہ طریق وہ هیں جو بخاری و مسلم نے اختیار کیے هیں - لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشین گوئی نہ تھا - تشریع و امر تھا - " تشریع " یعنی بہ حیثیت احکام شریعت کے کسی حکم کا دینا اور شرعی قانون ٹھرا دینا -

عن ابی هریرہ " الناس تبع لقریش فی هذا الشان - مسلمهم لمسلمهم و کافرهم لکافرهم " (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت ہے " مسلمهم تبع لمسلمهم ' و کافرهم تبع لکافرهم " (مسلم) جابر کی روایت میں " الناس تبع لقریش فی الخیر و الشر " ہے - امام نوادی اسکی شرح میں لکھتے هیں " معناہ فی الاسلام و الجاهلیۃ - لانهم کانوا فی الجاهلیۃ رؤساء العرب و اصحاب حرم اللہ و اهل الحج ' و کانت العرب تنتظر اسلامهم ' فلما اسلموا و فتحت مکہ ' تبعهم الناس ' و جاءت وفود العرب من کل جهۃ ' و دخل الناس فی دین اللہ افواجا " (جلد ۲ : ۱۱۹) پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئی تعلق نہیں - مقصود یہ ہے کہ عرب میں خاندان قریش حج کے اهتمام اور بیت اللہ کی مجاورۃ کی وجہ سے تمام قبائل کی سرداری رکھتا تھا ' اور هر کام میں سب

کي نظریں اُسي پر اُٹھتي تھیں - جب تک مکہ فتح نہوا اور قریش مسلمان نہ ھوے ' تمام عرب کے قدم رکے رھے - جونہي قریش مسلمان ھوے ' سب نے اُنکي پیروي کي ' اور اپنے اپنے وفد بھیجنا شروع کردیے - حتی کہ تمام عرب مسلمان ھوگیا - پس فرمایا " الناس تبع لقریش " لوگ جاھلیۃ اور اسلام ' دونوں حالتوں میں قریش کے تابع ھوے - وہ بگڑے رھے تو سارا عرب بگڑا رھا ' وہ سنورے تو سب سنور گئے - اور یہ بالکل حق و معلوم ھے - ھمیشہ اور ھر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا ھي اثر تمام ملک پر ھوتا ھے - اچھي بري ' ھر طرح کي باتوں میں لوگ اُنھي کي پیروي کرتے ھیں - حضرۃ ابوبکر کي روایت سے یہي حدیث مسند امام احمد میں یوں مروي ھے " بر الناس تبع لبرھم ' و فاجرھم تبع لفاجرھم " اور بیہقي نے حضرۃ علي سے روایت کیا " کان ھذا الامر في حمیر فنزعہ اللہ منہم و جعلہ في قریش " لیکن اس سے یہ کہاں نکلا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بجز اُنکے کوئي اور ھو ھي نہیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب ھي کا اسلام نہ تھا جس میں ممتاز قریش تھے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام ھے جسکي سرداري و ریاست صرف علم و عمل حق ھي کو ملسکتي ھے ' اور یہ سرداري اسلام ھي نے دلائي ھے !

امام مسلم نے جابر بن سمرہ سے ایک اور حدیث روایت کي ھے : " ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضي فیھم اثنا عشرۃ خلیفۃ ' ثم تکلم بکلام خفي علي - قال فقلت لابي ما قال ؟ قال کلھم من قریش " حاصل اسکا اور اسکي ھم معني روایتوں کا یہ ھے کہ آپ آیندہ کي نسبت خبر دے رھے ھیں اور فرماتے ھیں ' ضرور ھے کہ بارہ خلیفہ ھوں - سب قریش سے ھونگے - اس طرز بیان کي وضاحت نے ظاھر کردیا کہ اس بارے میں جو کچھہ کہا جا رھا ھے ' اس سے صرف آئندہ کي نسبت اطلاع مقصود ھے - حکم و تشریع نہیں ھے -

ان سب کے بعد وہ حدیث آتي ھے جسکو امام بخاري نے باب " الامراء من قریش " کي بنیاد قرار دیا ھے - تمام روایات کے ساتھہ یہ حدیث سامنے رکھي جاے تو پوري طرح اصلیت روشن ھوجاتي ھے - امیر معاویہ کي مجلس میں ایک مرتبہ ذکر آیا کہ عبد اللہ بن عمرو کہا کرتے ھیں " سیکون ملک من قحطان " قحطان میں سے ایک پادشاہ ھوگا - امیر معاویہ یہ سنکر غضب ناک ھوے اور خطبہ دیا : " بلغني ان رجالاً منکم یحدثون احادیث لیست

في كتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله" الخ - مجهه تک یه بات پہنچي ھے که تم میں سے کچهه لوگ هیں جو ایسي باتیں کہتے هیں جو نه تو قرآن میں هیں نه رسول سے ثابت هیں - " اني سمعت رسول الله یقول : ان هذا الامر في قریش ' لا یعادیهم احد ' الا کبه الله علی وجهه ' ما اقاموا الدین " میں نے رسول الله سے سنا ھے که یه بات (یعني حکومت) قریش میں رهیگي جب تک وہ دین قائم رکھینگے - جو اُنکي مخالفت کریگا ' اُلٹا رسوا هوگا - یعني کامیاب نهوگا -

اس روایت نے سارا معامله حل کردیا - معلوم هوگیا که ایک خاص وقت تک کیلیے یه پیشین گوئي تهي ' اور حرف به حرف پوري هوئي - یعني آپنے بتلا دیا تها که قریش میں جب تک دین قائم رکھنے کي قابلیت رهیگي ' حکومت اُنهي کے قبضے میں رهیگي - جو اُنکے خلاف اُٹھیگا ' ناکام رهیگا - چنانچه ایساهي هوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهي ' اسلامي خلافت کے رهي مالک رهے - جب اسکے اهل نه رهے ' عجم و ترک نے یه بار اُٹھالیا - بحکم ان یشا یذهبکم و یات بخلق جدید ' وما ذلک علی الله بعزیز (۱۶:۳۰) اور یستبدل قوما غیرکم الخ - باقي رها امیر معاویه کا ابن عمرو پر انکار ' تو یه بهي صحیح نه تها - وہ صرف یه بات سنکر گهبرا اُٹھے که دوسري پادشاهت بننے والي ھے - اصلیت پر غور نهیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت ھے ' اور قریش والي حدیث میں " ما اقامو الدین " کي قید موجود ھے - دونوں میں کوئي تعارض نهیں - اسي بنا پر ائمۂ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے هوے صاف صاف لکھدیا که امارۃ قریش والي روایت تشریع نهیں ھے - محض خبر ھے - اور وہ بهي " ما اقاموا الدین " کے ساتهه مقید - شیخ الاسلام لکھتے هیں " هذا انکار من معاویه بلا تامل ' و الا ' فقد جاء حدیث القحطاني مرفوعاً ' و ما ذکر في المعارضه ' فهو حجة لما فیه من التقیید بقوله : ما اقاموا الدین " اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التین کا قول نقل کیا ھے " الذي انکرہ معاویه في حدیث ما یقویه لقوله ما اقاموا الدین ' فربما کان فیهم من لا یقیمه فیتسلط القحطاني علیه و هو کلام مستقیم " یعني امیر معاویه کا سرے سے انکار اُنکي بے غوري کا نتیجه تها - ورنه قحطاني و الی بات ثابت ھے - امیر معاویه نے جو حدیث معارضه میں پیش کي ' اُسکا آخري ٹکڑہ خود اُنهي پر حجة ھے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رها ھے - یعني اُسمیں " ما اقاموا

الدین " کي قید ھے - اس سے ثابت ھوا کہ جب قریش میں ایسے لوگ نہ رھینگے جو دین قائم رکھہ سکیں تو پھر کوئي غیر قرشي مسلط ھو جائیگا -

صحیح بخاري کے ترجمۂ باب سے صاف واضح ھوتا ھے کہ امام بخاري کا بھی مذھب یہي ھے - انھوں نے باب باندھا ھے " الامراء من قریش " قریش میں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نہیں باندھا کہ امارت ھمیشہ قریش ھي میں ھوني چاھیے -

امام بخاري نے ایک دوسري روایت بھي ابن عمر کي درج کي ھے جو مسلم وغیرہ میں بھي ھے " لا یزال ھذا الامر في قریش ما بقی منھم اثنان " یعنی یہ چیز قریش ھي میں رھیگي جب تک دو آدمي بھي اُن میں باقي رھینگے -

اس روایت سے ھمارے بیان کي اور مزید تصدیق ھوگئي - حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئي کا ھے - اگر اسکا یہ مطلب قرار دیا جاے کہ جب تک دو انسان بھي خاندان قریش میں باقي رھینگے خلافت اُنھي کے قبضہ میں رھیگي ' تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ھے - دو کي جگہ ھزاروں قرشي انسان موجود رھے اور خلافت قریش سے نکل گئي - پس ضرور ھے کہ "ما بقی منھم اثنان" کے منطوق پر مفھوم کو ترجیح دي جاے - اور وہ یہي ھے کہ اگر قریش میں دو آدمي بھي ایسے باقي رھینگے ' جو خلافت کے اھل ھونگے ' تو کبھي خلافت کے شرف سے یہ خاندان محروم نہ ھوگا - مگر جب انقلاب حال سے ایسا وقت آ جائے کہ دو آدمي بھي اھل نہ رھیں ' تو مشیت الھي اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادیگي ' اور قریش خلافت سے محروم ھو جائینگے - چنانچہ تاریخ شاھد ھے کہ ایسا ھي ھوا - معتصم کے بعد سے عباسیہ کا زوال شروع ھوگیا تھا - آخر میں یہانتک پہنچ گیا کہ حکومت دوسروں کي تھي ' عباسي خلیفہ صرف اپنے عشرت کدوں کیلیے تھا - تاھم اقتدار خلافت اُنھي کا رھا - کسي کو جرأت نہ ھوئي کہ خلافت کا دعوا کرسکے - کیسي کیسي طاقتور اور باجبروت عجمي و ترکي اور سلجوقي حکومتیں قائم ھوئیں ؟ لیکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف یہي سمجھتے رھے کہ مقام خلافت سے اُنھیں خدمت و یاوري خلافت کا کوئي لقب ملجاے ' اور بس - ایک قرشي ' فاطمي ' عباسي بھي اگر کسي ھنگامۂ و قتال سے بچکر نکل جاتا ' تو جس گوشۂ عالم میں تن تنھا پہنچ جاتا ' ایک عالم

اُسکے ساتھہ ہو جاتا اور اپني حکومت قائم کر لیتا - گویا ہر قرشي کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھي - ایک اموي شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ ہوکر یورپ جا پہنچا - وہاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کي عظیم الشان اسلامي سلطنت قائم ہوگئي - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخري وقت آ گیا کہ دو قرشي بھي دنیا میں حکمراني کے اہل و لائق باقي نہ رہے ' تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربي و غیر قرشي خلافت کا دور شروع ہوگیا -

و کان وعداً مفعولا !

باقي رہي مشہور حدیث " الائمة من القریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بني ساعدہ کے مجمع میں برخلاف انصار پیش کي اور سب نے تسلیم کرلیا ' تو اس سے بھي شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئي مدد نہیں ملسکتي - اولاً ' یہ الفاظ اور حضرت ابوبکرؓ والي روایت بطریق اتصال ثابت ھي نہیں - فتح الباري میں ہے " الائمة من القریش - رجالہ رجال الصحیح و لکن في سندہ انقطاع " ثانیاً ' اس سے بھي یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسي مسلمان کو نہیں ؟ یہ بھي آیندہ کي نسبت خبر ہے ' اور اُنہي حدیثوں کا ایک ٹکڑہ جو دوسرے طریقوں سے صریح پیشین گوئي کے لفظوں میں پڑہ چکے ہو - حضرة ابوبکر نے یہ بات اس لیے پیش کي کہ پیشتر سے ہونے والے واقعات کي خبر دیدي گئي ہے - پس ایسا ھي ہونا ضروري ہے - اسکے خلاف بات نہ اُٹھاؤ - یہ سنکر انصار مایوس ہوگئے اور تسلیم کرلیا - ثالثاً " الناس تبع لقریش " والي روایت سے مدد لي جاے تو بالکل کھل جاتا ہے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا استدلال صرف قریش کي بزرگي و عظمت اور عرب میں اُنکي ریاست و سرداري سے تھا - نہ کہ شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاھتے تھے کہ خود آنحضرت نے فرمادیا ہے کہ جاھلیة اور اسلام ' دونوں میں لوگ قدرتي طور پر قریش کي سرداري سے متاثر ہیں اور رہینگے ' اسلیے یہ معاملہ بھي اُنہي کے قبضہ میں رہیگا - چنانچہ حضرة ابوبکر کا یہ مشہور جملہ اس مطلب کو زیادہ واضح کر رہا ہے جو سقیفہ میں کہا تھا " ان العرب لا تعرف ھذا الامر لغیر ھذا الحي " یعنے اہل عرب قریش کے سوا اور کسي قبیلہ کي سرداري سے آشنا نہیں - پس یہاں سرے سے شرائط شرعیہ کا سوال ھي نہ تھا -

صرف ملکي و وقتي مصالح کي بنا پر استدلال تھا کہ کس قبیلہ و خاندان سے امام ہونا چاہیے جسکي سرداري عرب کے تمام قبائل بلا چون و چرا تسلیم کر لیں ؟

اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش ہي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواہد موجود ہیں - امام احمد نے حضرۃ عمر کا قول نقل کیا ہے - اگر معاذ بن جبل میری وفات تک زندہ رہے تو اپنے بعد اُنہي کو خلیفہ بناؤنگا - یہ ظاہر ہے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیۃ شرط ہوتی تو حضرۃ عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر اُنکي خلافت کا تصور بھي کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرۃ عمر کا ایک اور قول بھی ابو رافع کی روایت سے موجود ہے " لو اَدرکني احد رجلین ثم جعلت ھذا الامر الیہ ' لوثقت بہ - سالم مولی حذیفہ و ابو عبیدۃ الجراح " اگر سالم مولی حذیفہ اور ابو عبیدۃ الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رہتا اور خلافت اُسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد ہوتا - اگر حضرۃ عمر صدہا صحابۂ و مہاجرین قریش کی موجودگي میں سالم مولی حذیفہ کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کر سکتے ہیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتی اور صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا تھا ؟

(دعواے اجماع)

اب صرف ایک بات رہگئی - یعنی علماء اسلام کا شرط قرشیۃ پر زور دینا ' اور قاضي عیاض کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر ہیں :

اولاً ' یہ ظاہر ہے کہ قریش میں خلافت ہونے کي نسبت جو کچھہ فرمایا گیا ' وہ محض آیندہ کي پیشتر سے اطلاع تھي - یعنی پیشین گوئي تھي - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ہے کہ جب تک اُنکا ظہور کامل طور پر نہ ہو جاے ' اُنکے معاني و مطالب کي نسبت کسي قطعي بات کا اختیار کرنا مشکل ہے - اجتہاد و قیاس کیلیے کسي چیز میں اتني وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ہوتي ہے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیاں نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ ہوتي ہیں ' اور اس باب میں اُنکا ایک خاص مبہم اندازبیان ہے - پس چونکہ یہ پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوري طرح ظاہر نہ ہو جائیں ' اُنکا ٹھیک

ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یہ حال رہا کہ گو ابتدا سے بہت مدعی اُٹھے ' مگر ساتویں صدي ھجري تک قریش ھي میں رھي ' اور اسي بات کي احادیث میں خبر بھي دي گئي تھي - جن علماء کي راے پیش کي جاتي ھے ' وہ سب رھی ھیں جنکا ظہور ساتویں صدي اور اُس سے پیشتر یعنی عہد خلافت قریش میں ہوا - پس ضرور تھا کہ معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش ھي میں محدود دیکھکر یہ خیال پیدا ھو جاتا کہ خلافت اسي خاندان سے شرعاً بھي مخصوص ھے اور یہي مطلب تمام احادیث کا ھے - اگر وہ بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کر جاتے کہ مقصود تشریع و حکم نہ تھا - محض خبر دي گئي تھي - وہ ان حدیثوں کا مقصود صرف اپنے وقت تک کے حالات کي روشني ھي میں دیکھہ رھے تھے ' اور اسکے لیے ھر طرح مجبور و معذور تھے -

حافظ نواوي شرح مسلم میں لکھتے ھیں " و قد ظہر ما قالہ صلعم - فمن زمنہ الی الان الخلافۃ في قریش من غیر مزاحمۃ لہم فیہا ' و تبقی کذالک ما بقی منہم اثنان " (جلد ۲ : ۱۱۹) یعنی جیسا فرمایا تھا ' ویسا ھي ھوا - آنحضرۃ صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسي رکاوٹ کے قریش ھي میں رھي ' اور آیندہ بھي ھمیشہ اُنھي میں رھیگي جبتک دو قرشي بھي دنیا میں باقي رھینگے -

حافظ نواوي کا سال وفات سنہ ٦٧٦ھ ھے - اور سال پیدایش سنہ ٦٣١ - یا اِس سے بھي پہلے - آخري خلیفۂ بغداد المستعصم کو ھلاکو نے سنہ ٦٥٦ میں قتل کیا - پس گو اُنکي وفات فتنۂ تاتار کے بعد ھوئي ' لیکن تصنیف و تالیف کا زمانہ مستعصم کي خلافت ھی کا زمانہ ھے - اسلیے وہ اپنے زمانے تک خلافۃ کو صرف قریش ھي میں قائم دیکھکر احادیث باب کے اِسي مطلب پر قانع اور جمے ھوے ھیں ' اور اسي لیے " ما بقی منہم اثنان " کا بھي یہي مطلب سمجھتے ھیں کہ جب تک خاندان قریش کے دو انسان بھي دنیا میں باقي رھینگے ' خلافت اُنھي میں رھیگي - لیکن اگر اُنکو اپنے بعد کا حال معلوم ھوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تھے ؟ کیا اُس صورت میں اپني تمام راے پر نظر ثاني نہ کرتے ؟ وہ کیا جانتے تھے کہ عنقریب صفحہ اُلٹنے والا ھے اور خلافۃ نہ صرف قریش سے ' بلکہ عرب ھي سے رخصت ھو جانے والي ھے - جو علماء اس انقلاب کے بعد پیدا ھوے ' اور انھوں نے وہ زمانہ پایا جب " ما اقاموا الدین " کا ظہور پوري طرح ھوچکا تھا - یعنی

خلافت قریش کے خاندان سے نکل چکی تھی ' تو یہ حالات دیکھکر اُنکی رائے بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کا دعوا باقي نه رھا - علامۂ ابن خلدون (المتولد سنه ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیة پر بحث کرتے ھوے لکھتے ھیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتهم بما نالهم من الترف و النعم و بما انفقتهم الدولة في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافة ' و تغلبت علیهم الاعاجم و صار الحل و العقد لهم ' فاشتبه ذلک علی کثیر من المحققین ' حتی ذهبوا الی نفي اشتراط القرشیة و عولوا علی ظواهر في ذلک مثل قوله صلعم : اسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب الله " یعنی جب قریش کي قوت کمزور ھوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر اپني عصبیة مٹا دي - خلافت کا بوجهه اُٹھانے سے عاجز آ گئے ' تو عجمیوں نے اُنپر غلبه حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصله اُنهي کے هاتھوں میں چلا گیا - یه انقلاب دیکھکر بہت سے محققین کے نزدیک قرشیة کي شرط مشتبه ھوگئي - یہانتک که انہوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعرہ کے امام الائمہ قاضي ابوبکر باقلاني نے یہي مذھب اختیار کیا تھا که قرشیة کي شرط ضروري نہیں ھے - یہي ابن خلدون لکھتے ھیں " و من القائلین بنفي اشتراط القرشیة ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

تیرھویں صدي کے مشہور مجدد فقه و حدیث ' و مجتهد العصر ' و مصلح امت ' امام شوکاني یمني کي بھي یہي تحقیق ھے - وبل الغمام میں شرط قرشیة کے دلائل نقل کرکے لکھتے ھیں " لا ریب ان في بعض هذه الالفاظ ما یدل علی الحصر ' و لکن قد خصص مفهوم الحصر احادیث وجوب الطاعة لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منه صلعم بان الائمة من قریش ' هو کالاخبار منه بان الاذان فی الحبشة و القضاء فی الازد ' وما هو الجواب عن هذا ' فهو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمة من قریش ببعض بطونهم ' لا یتم الا بدلیل ' والاخذ بما وقع علیه الاجماع لا شک انه احوط ' و اما انه یتحتم المصیر الیه ' فلیس بواضح ' و لو صح ذلک ' لزم بطلان اکثر ما دونوه من المسائل و المقام و المراکز ' و ما احقه بان لا یکون کذلک " یعني اگرچه امامۃ قریش کي روایات میں ایسے الفاظ ھیں جنسے قریش کي خصوصیت معلوم ھوتي ھے ' لیکن وجوب طاعت امام کے عام احکام کتاب و سنۃ میں موجود ھیں - وہ دلالت کرتے ھیں که غیر قرشي کي بھي اطاعت امت پر قرشي ھي کي طرح واجب ھے - باقي رھي یه بات که آنحضرة

نے قریش میں امامت کی خبر دی ' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنکے سوا کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا - یہ ویسی ہی خبر ہے جیسی اس بارے میں خبر دی کہ اذان کا کام اہل حبش میں ہے اور قضاء ازدیوں میں - جس طرح ان روایتوں سے یہ بات نہیں نکلتی کہ موذن اور قاضی صرف حبشی اور ازدی ہی ہونے چاہئیں ' اسی طرح یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام صرف قرشی ہی ہوسکتا ہے - جو جواب اُنکا دیا جایگا ' وہی اسکا ہوگا -

یہ واضح رہے کہ جن جن علماء حدیث و کلام کے اقوال سے یہ اجماع ثابت کیا جاتا ہے ' وہ سب کے سب اسی عہد کے ہیں جبکہ خلافت عباسی قائم تھی - بعد والوں نے جو کچھہ لیا ہے ' اُنہی سے لیا ہے - سب سے زیادہ اعتماد اس بارے میں قاضی عیاض کے بیان پر کیا جاتا ہے جنکا قول نواوی نے شرح مسلم اور منہاج میں نقل کیا ہے - انکا سال وفات سنہ ٥٤٤ ھ ہے - پھر یہ بھی واضح رہے کہ اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختیار کرلی ہے ' اور جس طرح بتدریج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولی معنی سے ہٹ کر مختلف مصطلحہ معنوں میں ہونے لگا ہے ' اسکو فراموش نہیں کرنا چاہیے - علی الخصوص فقہاء مذاہب کے استعمالات متکلمین اور ارباب اصول کے مصطلحہ اجماع سے بالکل مختلف ہیں - ہر مذہب کے فقہا بلا تامل اپنے مسلک کو " جمہور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں - اسمیں کسی کا مطلب کچھہ ہوتا ہے کسی کا کچھہ - صاحب ہدایہ وغیرہ کے نزدیک عدم وجوب قرأۃ فاتحہ خلف امام اور افضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قرأۃ فاتحہ ہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر جماہیر علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوی کی (جو اشتراط قرشیۃ کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لی جاے - کس طرح شافعیہ کا ہر مذہب اُنکے نزدیک " جمہور " کا مذہب ہے ' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیہ اور حنفیہ کی خلافیات میں تقریباً دو تہائی مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکی نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے " ہذا مذہب الشافعی و الجماہیر ' و خالف فیہ ابو حنیفہ " امام شافعی اور جمہور کا مذہب یہی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوی کی ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں ' تو خیر ' شرط قرشیۃ کا ایک اجماع اور سہی !

ثانیاً ، میرا یقین ہے کہ یہ بات بھی اور بے شمار باتوں کی طرح وقت کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھی - یہ ظاہر ہے کہ معاملۂ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رہا - جو خاندان قابض ہوا ، اسکو رقیبوں اور دعویداروں کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا رہا - پس جبکہ خلافت اہل عرب کے ہاتھہ میں تھی ، تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے کہ عجمیوں کے ولولوں کی اس بارے میں جرأت افزائی کی جاے ؟ اور عرب میں سے بھی جب خاص خاندان قریش میں تھی جو ہر طرح سیادۃ و بزرگی رکھتا تھا ، تو وہ کیسے پسند کر سکتے تھے کہ غیر قرشی خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو ہمتیں دلائی جائیں اور مادی طاقت کے ساتھہ شریعت کی حمایت کا سہارا بھی انہیں حاصل ہوجاے ؟ بخاری کی روایت میں پڑھچکے ہو کہ امیر معاویہ نے قحطانی پادشاہ کے ظہور کی روایت سنی تو کس درجہ مضطرب اور غضب ناک ہوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والی روایات کا اعلان کردیا تاکہ پہلے ہی سے سد باب ہوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد ہے ، وہ سب کے سب وہی ہیں جنکا ظہور اواخر عہد عباسیہ میں ہوا ہے جب قرشی خلافت قائم تھی - مثلاً قاضی عیاض و امام نواوی وغیرہم - پس وقت کی حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑ رہا تھا ، وہ بھی یہی تھا کہ خلافت کو حکمران خاندان کی قوم اور خاندان سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام ایسی باتوں میں جس میں اجتہاد و راے کو دخل ہو ، فکر و قیاس کا میلان قدرتی طور پر اسی جانب ہو جاے - علی الخصوص جبکہ اسکے لیے کسی غلط بیانی یا تحریف احکام کی ضرورت نہ تھی - واقعی احادیث موجود تھیں - صرف مفہوم کے تعین میں اجتہاد کو کام کرنا تھا - اسی مسئلہ پر موقوف نہیں ، وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر ہی اندر کام کرچکے ہیں ، اور آج انکا پتہ لگانا بہت دشوار ہوگیا ہے - ساتویں صدی ہجری میں جب عربی خلافت کا خاتمہ ہوگیا ، تو آہستہ آہستہ اس اثر سے افکار خالی ہونے لگے ، اور بتدریج بحث و نظر کی صورت دوسری ہوگئی - حافظ عسقلانی اور قاضی عینی جو آٹھویں صدی میں بخاری کی شرح لکھہ رہے ہیں ، انکے مباحث پڑھو تو قاضی عیاض اور نواوی سے انکا رنگ مختلف نظر آئیگا - قاضی عینی تو صاف صاف وہی کہنا چاہتے ہیں جو ہمارا بیان ہے اگرچہ اسپر زیادہ زور نہیں دیتے -

بخاری کی حدیث معاویہ " ما اقاموا الدین " کی شرح میں لکھتے ھیں " ای مدة اقامتهم امور الدین - قیل یحتمل ان یکون مفهومه فاذا لم یقیموه لا یسمع لهم" یعنی یہ جو حدیث میں ھے کہ " جب تک دین قائم رکھینگے " تو اسکا یہ مطلب بھی ھوسکتا ھے کہ جب وہ وقت آجاے کہ قریش اقامت دین نہ کریں تو اُنکی بات نہیں سنی جائیگی -

غرضکہ جہاں تک تمام احادیث و دلائل پر نظر ڈالی جاتی ھے ' اشتراط قرشیة کیلیے کوئی نص موجود نہیں ' اگرچہ بصورت اشتراط بھی موجودہ مسئلہ خلافت پرکوئی اثر نہیں پڑ سکتا - موجودہ مسئلہ انتخاب امام کا نہیں ھے - امام قائم و نافذ کی امامت و اطاعت کا ھے -

(چند لمحـــات تاریخیـــہ)

اب بہتر ھوگا کہ تھوڑی دیر کیلیے ھم آگے بڑھنے سے رک جائیں ' اور چند لمحوں کے لیے گذشتہ تیرہ صدیوں کی طرف مڑ کے دیکھیں کہ خلافت اسلامیہ کے مختلف دوروں کا کیا حال رہا ھے ؟

" الخلافة بعدی ثلاثون سنة " (میرے بعد خلافة خاصہ ۳۰ برس تک رھیگی) کی خبر کے مطابق خلفاء راشدین کا دور ۳۰ - برس تک رھا - سنہ ۱۱ - ھجری سے شروع ھوا ' اور ٹھیک سنہ ۴۱ - تک باقی رھا - اسی سنہ سے بنو امیہ کی خلافت کا دور شروع ھوتا ھے اور سنہ ۴۱ - ھ سے سنہ ۱۳۲ - ھ تک قائم رھتا ھے - اسکے بعد خلافت نے ایک نیا ورق اُلٹا ' اور خاندان عباسیہ کا سلسلہ شروع ھوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسلہ یہی ھے جو سنہ ۱۳۲ - سے ۶۵۶ - ھ تک قائم رھا - چونکہ کامل پانچ صدیوں تک حکمرانی ایک ھی گھرانے میں رھی' اسلیے وہ تمام ذھنی و جسمانی اور اجتماعی و مدنی فسادات کمال درجہ تک پیدا ھوگئے ' جو ھمیشہ امتداد سلطنت و عروج تمدن کے لازمی نتائج رھے ھیں - قریش کی نسبت فرمایا تھا " ما اقاموا الدین " جب تک وہ دین قائم رکھینگے ' حکومت انہی میں رھیگی - سو اب ٹھیک ٹھیک وہ وقت آ گیا تھا - قریش و عرب میں دین قائم رکھنے کی صلاحیت مفقود ھوگئی تھی - قیام دین کا کام دوسری قومیں اور طاقتیں انجام دے رھی تھیں - پس وھی ھوا جو تاریخ عالم ھر ایسے زمانے میں دھراتی آئی ھے - سنہ ۶۵۶ - میں ھلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا اور آخری خلیفۂ عباسی المستعصم

بالله کے خون نے بہکر همیشه کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمه کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل عربي خلافت کا قتل تها :- (۱)

و ما کان قیس هلکه هلک واحد
و لکنه بنیان قوم تهدما !

یه سب کچهه هوچکا ' مگر ابهي پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تهي - یعنی " ما بقي منهم اثنان " قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بهي اُنکي عظمت رفته کا یه اثر باقي رهیگا که اگر دو قرشي بهي کسي گوشه میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنهي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشي خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بهي ایک آخري نقش چهوڑ گئي - وہ بغداد کي خون آلود خاک سے اُکهڑا اور تین سو برس تک کیلیے مصر میں جا کر جم گیا - البته یه جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نه تها - محض اُسکے نقش قدم کا تها :

گو که هم صفحهٔ هستي په تهے ایک حرف غلط
لیکن اُتهے بهي تو ایک نقش بٹها کے اُتهے !

عباسي خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تهے - اُنهي میں مستعصم کا چچا احمد بن ظاهر عباسي بهي تها - وہ سنه ۶۶۰

---

(۱) فتنه تا تار کا ظهور مسلمانوں کیلیے وهي معامله تها جو بني اسرائیل کیلیے بخت نصر کا ظهور - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (۱۷ : ۶) بحکم " یأتي علی أمتي ما اتي علی بني اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بهي وہ سب کچهه گذرنے والا هے جو بني اسرائیل پر گزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو هي مرتبه عام بربادي بهي چهائي : و قضینا الی بني اسرائیل في الکتاب لتفسدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (۱۷ : ۵) پہلي بربادي بخت نصر کے هاتهوں هوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري تیتس قیصر روم کے هاتهوں - معلوم هوتا هے که اسي طرح اس امت کیلیے بهي دو انقلاب لکهے گئے - ایک فتنهٔ تاتار - دوسرا فتنهٔ یورپ - پہلا هوچکا - دوسرا هو رها هے -

میں مصر پہنچا - وہاں ایوبي خاندان کے ممالیک کي حکومت قائم تھي اور ملک ظاہر بیبرس حکمران تھا - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم ہوا تو منصب خلافت کا حقدار اُسي کو تسلیم کیا اور خود اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلي -

احمد بن ظاہر نے المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا اور بیبرس کي معیت و اعانت میں چاہا کہ دار الخلافۃ بغداد کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دلاے - لیکن کامیابي نہ ہولي اور لڑائي میں شہید ہوا - اب پھر وہ وقت آگیا تھا کہ قریش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم ہو جاے ' لیکن " ما بقي منہم اثنان " کي پیشین گوئي آخر تک اپنے عجائب دکھلانے والي تھي - قتل عام بغداد سے ایک اور عباسي ابو العباس احمد بن علي بچکر نکل گیا تھا اور حلب میں مخفي تھا - اُسکا حال بیبرس کو معلوم ہوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لایا اور اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلي - حاکم بامر اللہ لقب قرار پایا - اسي کي نسل میں مصر کي عباسي خلافت ۲۹۱ - برس تک قائم رہي - یعني سنہ ٦٦۰ ھ سے سنہ ۹۲۳ ھ تک - اس عرصہ میں عالم اسلامي دو صدیوں تک طرح طرح کے انقلابات و حوادث سے تہہ و بالا ہوکر بالاخر ایک نئے دور میں منتقل ہو چکا تھا - عثماني ترکوں کي حکومت قسطنطنیہ میں قائم ہوکر یورپ و ایشیا کے اندر ہر طرف پھیل رہي تھي - سنہ ۹۲۳ ھ - (۱۵۱۷ - مسیحي) میں سلطان سلیم خاں اول نے مصر و شام پر قبضہ کیا ' اور آخري عباسي خلیفہ المتوکل نے اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرکے تمام حقوق و امتیازات خلافت سپرد کردیے - اختیار و حکومت کے علاوہ جو چیزیں اس سلسلہ میں سلطان سلیم کو دي گئیں ' اُن میں سب سے بڑي چیز مقامات مقدسہ و حرمین کي کنجیاں تھیں' اور بعض آثار نبویہ - مثلاً آنحضرۃ صلي اللہ علیہ و سلم کي تلوار - جھنڈا - ایک چادر - یہ آثار اسوقت تک قسطنطنیہ میں بطور سند خلافت کے موجود ہیں - اسي تاریخ سے عثماني سلاطین نمایاں طور پر " خلیفہ " کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوے ' اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر بہ حیثیت امیر المومنین کے ہونے لگا - حج کي امارت بھي اُنھي کے قبضہ میں آگئي جو شرعاً خلافت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے -

سلسلۂ خلافت کي یہ ایک مجمل تاریخ ہے - بالفرض خلیفۂ متوکل عباسي نے سلطان سلیم کے ہاتھہ پر بیعت نہ کي ہوتي ' جب بھي آیندہ پیش آنے والے واقعات کا قدرتي نتیجہ یہي تھا کہ تمام عالم اسلامي کي

خلافت کا منصب عثمانی سلاطین ھی کے قبضہ میں آجائے - وقت کی جو اسلامی سلطنت سب سے بڑی اور سب سے زیادہ شرع و ملت کی حفاظت کی طاقت رکھتی ہو' وھی شرعاً خلافت کا منصب رکھہ سکتی ھے - گذشتہ چار صدیوں کے اندر اسلامی حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رہا ھے' انکو دیکھتے ہوے کون کہہ سکتا ھے کہ یہ حق بجز اس سلطنت کے اور کسی سلطنت کو ملسکتا تھا ؟ خود ھندوستان میں سلاطین مغلیہ کی حکومت قائم تھی - وہ ھندوستان کے اندر اپنے ھی کو امام سمجھتے تھے' لیکن عالم اسلامی کی خلافت کا انہیں کبھی وھم و خیال بھی نہیں گزرا' اور اگر گزرتا تو دنیا ماننے کیلیے طیـــار نہ تھی - ابتـدا سے لیکر آخر تـک مقام خلافت کی جو عام و مشترک خصوصیات رھی ھیں اور جنکو تمام دنیا کے مسلمانوں نے عملاً علائم خلافت تسلیم کر لیا ھے' وہ خلفاء عباسیہ کے بعد صرف عثمانی سلاطین ھی کو حاصل ہوئیں - کوئی دوسری اسلامی حکومت اس عام اقتدار و اختیارات کے ساتھہ قائم نہ ہوسکی -

(خلافت و امامت سلاطین عثمانیہ)

اس عارضی وقفہ کے بعد اب ہم پھر آگے بڑھتے ھیں - سلطان سلیم خاں اول کے عہد سے لیکر آجتک بلا نزاع سلاطین عثمانیۂ ترک تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام ھیں - ان چار صدیوں کے اندر ایک مدعی خلافت بھی انکے مقابلہ میں نہیں آتھا - بنوامیہ اور عباسیہ کے عہدوں میں بے شمار رقیبوں اور دعویداروں کی کشمکش نظر آتی ھے' لیکن سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی پوری تاریخ میں کسی ایک مدعی خلافت کا نام بھی ڈھونڈھکر نہیں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعویدار سیکڑوں اُٹھے ہوں' مگر اسلام کی مرکزی خلافت کا دعوی کوئی نہ کرسکا -

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کی حفاظت کی تلوار صرف انھی کے ھاتھوں میں ھے - صدیوں سے صرف انھی کا سینہ اسلام کی راہ میں زخمی ھے' صرف انھی کی لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتی ھیں' صرف انھی کی ذمہ داری پر تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں نے اسلام کی مرکزی حفاظت کا کاروبار چھوڑ رکھا ھے - دنیا کے خواہ کسی گوشے میں کوئی مسلمان ہو' اگر وہ بہ حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتھا رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا ھے' تو عرفات کے میدان میں کھڑے ہوکر اسکو

عثماني امامت کي ديني رياست قبول کرني پڑتي هے اور حج کا فريضه عثماني خليفه هي کے بهيجے هوے نائب کے ماتحت انجام دينا پڑتا هے - شريف حسين نے غير مسلم محاربين کا ساتهه ديکر اگر بغاوت کي اور حجاز کو قسطنطنيه کے اقتدار حکومت سے الگ کر ليا ' تو يه بغاوت فساد کي ايک عارضي حالت هے جو شرعاً معتبر نهيں - حجاز حکماً اب بهي خليفهٔ قسطنطنيه کي حکومت هي کا ايک جزء هے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض هے که حرمين شريفين کو باغيوں کے تصرف سے نکالنے کي کوشش کريں ' اور اسوقت تک کرتے رهيں جب تک بغاوت اور باغيوں کا بالکل استيصال نهو جاے - نه کرينگے تو هر مسلمان اسکے ليے عند الله جوابده هوگا -

تمام کرهٔ ارضي کے مسلمان آرام و عيش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالي کے بستر پر سونے کيليے هيں' ليکن صرف وهي ايک هيں جو سارے مسلمانوں کي عزت و زندگي کے بچاؤ کيليے صديوں سے تلواروں کے سايے ميں دن کاٹ رهے هيں' اور چاروں طرف سے دشمنوں کي زد ميں هيں - ايک چوتهائي صدي بهي آجتک انهيں ايسي نهيں ملي که آرام و چين سے بيٹهه سکے هوں - انکا جرم اسکے سوا کچهه نهيں که جب اسلام کا محافظ دنيا ميں کوئي نه رها - ساري تلواريں ٹوٹ گئيں - سارے بازو شل هوگئے - تو پانچ صديوں سے وه کيوں اسلام کے بچاؤ کيليے باقي هيں ؟ کيوں وه وقت نهيں آنے ديتے که اسلام کي پوليٹکل طاقت کا بالکل خاتمه هو جاے ؟

بدوستي تو خصمند عالمے با من
هزار دشمن و يک دوست مشکل افتاد است !

پس تيره سو برس کے متفقه عقيدهٔ و عمل کے مطابق وهي آج تمام مسلمانان عالم کے خليفهٔ و امام اور " اولو الامر " هيں - انکي اطاعت و حمايت الله اور اسکے رسول کي اطاعت و حمايت هے - انسے پهرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نه دينا ' الله اور اسکے رسول سے پهرنا اور الله اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کے طرف سے صاف جواب ديديا هے - جو انکي اطاعت سے باهر هوا ' اگرچه صرف بالشت بهر باهر هوا هو ' اور اسي حالت ميں مرگيا ' تو اسکي موت اسلامي زندگي کي موت نهوگي بلکه جاهلية کي - اگرچه نماز پڑهتا هو ' اگرچه روزه رکهتا هو ' اگرچه اپنے زعم باطل ميں اپنے تئيں مسلمان سمجهتا هو - جس نے انکے مقابله ميں تلوار اٹهائي ' وه مسلمانوں ميں سے نهيں اگرچه دنيا اسکو مسلمانوں

هیں سے سمجھتي هو - الله اور الله کے رسول کي شہادت ، اُسکي شریعت کي اَن گنت اور بے شمار دلیلیں ، ایک هزار تین سو برس سے مانا هوا اسلام کا حکم و عقیدہ ، اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گهرانوں کا تعامل و اجماع ، اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ، یهي بتلا رهي هے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکہ وہ ساري باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجهتا هو ، اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتهہ لے جانا چاهتا هو) اس میں کسي طرح کے شک وشبہ کي گنجایش نهیں - جاهل سے لیکر عالم تک ، ایک مزدور سے لیکر نظام دکن تک ، مسلمانوں کے ایک ایک فرد ، ایک ایک بچے کے دل پر یہ اعتقاد اسطرح کهدا هوا هے کہ تلوار کي نوک سے بهي چهیلا نهیں جاسکتا - یہ بہت ممکن هے کہ دنیا کي چند روزہ زندگي کا عشق اور انساني طاقتوں کا خوف کسي زبان کو گونگا یا کسي هاتهہ کو شل کردے - لیکن هندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک دل ایک بهي ایسا نهیں ملسکتا جو اس اعتقاد میں تمام مسلمانوں کا شریک نهو - زندگي کا عشق اور دنیوي تکلیفوں کا غم جس انسان سے چوري کراتا هے ، ڈاکے ڈلواتا هے ، قتل کراتا هے ، دل کے خلاف هزاروں دعوؤں سے ، اور اعتقاد و ضمیر کے خلاف لاکهوں اقراروں سے اُسکا حلق و دهن بهر دیتا هے ، اُس انسان سے کیا بعید هے کہ آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ، یا عثماني خلیفہ کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر هاتهہ دهرنے لگے ؟ دنیا کي پوري تاریخ انساني کمزوریوں کي ایک غم آلود اور ندامت انگیز داستان هے - پس جہاں انساني کمزوری کي بے شمار مثالیں اُسکے هر عهد و باب میں ملتي هیں ، وهاں آج چند مثالوں کا اضافہ اور سهي - لیکن حقیقت هر حال میں حقیقت هے - اُس سے انکار کیا جا سکتا هے لیکن چهپایا نهیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا هے ، لیکن اُس کا مقابلہ نهیں کیا جاسکتا - آج مسلمانوں کیلیے اس سے بڑهکر بدبختي کي کوئي ماتم انگیز مثال نهیں هو سکتي کہ ایک ایسي سچائي کے اثبات کیلیے دلیلوں کي تلاش هے اور بحث و نظر کي ضرورت - اگر ایسي مسلم و معروف باتوں کیلیے بهي دلائل و اثبات کي ضرورت هے ، تو شاید وہ وقت آ گیا جب توحید کے عقیدہ کو اسلامي عقیدہ ثابت کرنے کیلیے فتوے لکهوانے پڑینگے ، اور کتابیں چهاپکر شائع کرني پڑینگي !

فان کنت لا تدري ' فتلک مصيبة
وان کنت تدري ' فالمصيبة اعظم !

میں یہاں قصداً ترکوں کی سیاسی و تمدنی لیاقت و نالائقی کی بحث نہیں چھیڑونگا - یہ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں ہی کی جماعت وہ جماعت ہے ' جسکے لیے کوئی یورپین دماغ منصف نہیں ہو سکتا - یورپ کا مورخ ہو ' خواہ موجودہ عہد کا کوئی مدبر ' وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کی مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں ' لیکن اُن ترکوں کی نہیں کرسکتا جنکی تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے زندہ موجود ہیں - وہ بنو امیہ کی خلافت کی ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ہے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کی مدحت سرائی کرسکتا ہے - صلاح الدین ایوبی تک کو ایک بت کی طرح پوج لے سکتا ہے جسکی تنہا تلوار شام و فلسطین میں یورپ کے متحدہ مسیحی جہاد (کروسیڈ) کا مقابلہ کرتی رہی ' لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع رہے ' نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کی حکومت اُنکو خوش کرسکی ' نہ وسط ایشیا کی ' بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کی طرف بڑھے ' اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا ' اور اُسکی اندرونی آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کی طرح در آے - حتی کہ دار الحکومت اسٹریا کی دیواریں اُنکے جولان قدم کی ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو کبھی یورپ معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئی موجودہ حکمراں خاندان اس جرم (فاتح یورپ) میں اُنکا شریک نہیں - اسلیے ہر حکمراں مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہوسکا ' مگر ہر ترک وحشی و خونخوار ہے اسلیے کہ یورپ کا طلسم اُسکی شمشیر سے ٹوٹ گیا - ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادی و عدالت گستری کے ساتھہ حکومت کی ہے ' اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ہے کہ چار صدیوں کی متصل حکمرانی کے بعد بھی محکوم عیسائیوں کی مذہبی و قومی عصبیت ایسی زندہ و توانا رہی کہ خود کسی مسیحی حکومت کے ماتحت نہیں رہسکتی تھی - حتی کہ وہ ترکوں کی کمزوری کے ساتھہ ہی آزاد و خود مختار ہوگئے - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھی پورے سو سال بھی نہیں ہوے ہیں - اتنے ہی عرصہ کی حکومت نے ہندوستان

میں قومی عظمت و عصبیۃ کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھی کھینچ لیے جنکے آباؤ اجداد ساٹھہ ستر برس پہلے اسی سر زمین میں حکمراں تھے - صرف یہی ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کردینے کیلیے کافی ہے - ترکوں کے وہم و خیال میں بھی ظلم و خونخواری کی وہ ہیبت ناک صورتیں اور قومی تعصب و نفرت کی وہ وحشت ناک ہلاکیاں نہیں آسکتیں ' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین انیسویں اور بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں ایشیاؤ افریقہ کے اندر کر چکا ہے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کی نیند سوے ' اور سانپوں کو انکی غاروں سے باہر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقہ کیلیے یورپ کے ہاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھی ایسا نہ بچ سکا جسکو وہانکی بد بخت مخلوق اپنی زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختار کی طرح امن و عزت کی زندگی بسر کرسکے ! خود اسی آخری جنگ میں یورپ کے ہر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ہر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا ' نہ صرف ترکوں کی تاریخ بلکہ تمام ایشیا کی تاریخ ویسی وحشت اور شرمناک درندگی کی مثال پیش نہیں کرسکتی - با ایں ہمہ ترک خونخوار اور وحشی ہیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر ! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جسقدر فرشتے بستے ہیں ' وہ صرف انسانی آزادی کی حفاظت اور چھوٹی قوموں کی حمایت ہی کیلیے آسمان سے اتارے گئے ہیں ! یہ کرۂ ارضی کی تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلہ ہے - آج اسکی فتح و شکست کا اصلی فیصلہ نہیں ہوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبی ہوئی ہے - فضاء ہوائی جہازوں کی قطاروں سے بھری ہوئی - اسکا فیصلہ کل ہوگا جب خدا کا دائمی قانون نتائج وعواقب کی زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا ' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائی کو دیا جا سکتا ہے - تا ہم سچائی ہی سب سے بڑی طاقت ہے - اور بالاخر فیصلہ اسی کا فیصلہ ہے - سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ' و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۲۲) ۱۲۳۴۲

بہرحال ہماری صحبت سے یہ موضوع باہر ہے - ترکوں کی حکمرانی جیسی کچھہ بھی رہی ہو - ہر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسری

جیسے اشر بنو اُمیہ سے بھي بدتر کیوں نہ رہا ہو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کي اطاعت کا ہر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور اُنکا از روے شرع یہي عقیدہ ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام ہیں - اسمیں کسي دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

---

(۱) جبکہ آج ترکوں کي وحشت و تمدن کا فیصلہ علم و تحقیق کے ہاتھہ میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضہ میں ہے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگي دشمن کي قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں ' تو اُمید نہیں ڈریپر (Draper) جیسے زمانہ حال کے مورخوں کي شہادت اس بارے میں سني جاے - یہ امریکن مصنف اپني مشہور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seience میں لکھتا ہے کہ انصاف و عدالت اور مذہبي بے تعصبي میں اپنے عہد کي تمام عیسائي دنیا پر ترکوں کو وہي فوقیت رہي ہے جو چھٹي صدي عیسوي میں عربوں کو تنزل یافتہ بیزنطائن کے مقابلے میں تمام یورپ پر حاصل تھي - ایڈ ورڈ کریسي نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمي ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدي کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا کے قسم کي کتابیں لکھنے کا یورپ میں ترکوں ہي کي تقلید سے رواج ہوا - یورپ کي زبانوں میں سب سے پہلي انسائیکلوپیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھي - لیکن ایک ترک مصنف کلبي بے کي قاموس العلوم ہي کے مطالعہ سے اسکو رہنمائي ملي تھي - کمسریٹ ' رسد رساني ' فوجي شفا خانوں کا با قاعدہ انتظام ' ترکوں ہي سے یورپ نے سیکھا - قلعہ کي تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجي باجا تمام یورپ نے ترکوں ہي سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکہ کا اصلي موجد ایک ترک تھا - یہ ڈریپر' کریسي ' اور کنگدم کلفرڈ وغیرہ مورخوں کي تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمال پر نظر ڈالي تھي - قدرتي طور پر مسٹر ایسکویتھہ اور مسٹر لائڈ جارج کي راے اس سے مختلف ہوني چاہیے جو ابھي ابھي گیلي پولي اور عمارہ میں ترکوں کي تلوار کا کاري زخم کھا کر نکلے ہیں ' اور میدان جنگ سے واپس آکر کتب خانوں کي جگہہ نظارت خانوں کے اندر فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں !

نمي دانم ز منع گـــريه مطلب چيست ناصح را ؟
دل از من ، ديده از من ، آستين از من ، كنار از من !

جب تک بغداد کي خلافت باقي رهي ، هندوستان کے تمام حکمران خاندان آسي کے زير اثر اور فرمانبردار رهے - عباسيۂ بغداد کي خلافت جب مت گئي ، اور سنه ۶۶۰ ھ ميں مصر کي عباسي خلافت کا سلسله شروع هوا ، تو اگرچه يه عباسيه کے کاروان رفته کا محض ايک نمود غبار تها ، تاهم تمام سلاطين هند اسکي حلقه بگوشي و غلامي کو اپنے ليے موجب صد فخر و امتياز سمجهتے رهے ، اور مرکزي خلافت کی عظمت ديني نے مجبور کيا که اپني حکومت کو شرعي طور پر منواديلے کيليے مقام خلافت سے پروانۂ نيابت و امارت حاصل کرتے رهيں - سلطان محمد بن تغلق شاہ کے غرور حکومت کا يه حال تها که ضياء الدين برني اسکو " همت فرعوني و نمرودي " سے تعبير کرنا چاهتا هے - تاهم اس معامله ميں زياده سے زياده غرور جو وہ کرسکا ، يهي تها که اپنے تئيں خليفۂ مصر کا زياده سے زياده فرمانبردار غلام اور چا کر ظاهر کرے ، اور کہے که بلا اسکے حکم کے ميں تم پر حکومت نهيں کرسکتا - تاريخ برني ميں هے :

" امير المومنين خليفه را بنده ترين همه بندگان بود ، و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامری نه زد " (مطبوعه ايشياٹک سوسيٹي - صفحه - ۴۹۰)

برني نے سلطان فيروز شاہ کے فضائل و سوانح کيليے گياره مقدمے ترتيب دیے هيں - آن ميں نوواں مقدمه يه هے " مقدمه نهم در آنکه دوکرت از حضرت امير المؤمنين خلعت اولو الامری و منشور اذن و لواء شاهي بر سلطان عصر فيروز شاہ رسيده ، و بادشاهي و اولو الامری خداوند عالم بدان استحکام گرفته " پهر اس مقدمه ميں لکهتا هے " در مدت شش سال دوکرت از امير المومنين منشور اولو الامری و خلعت شاهي و لواء سلطنت بدو رسيد ، و حق جل و علی پادشاہ دين پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفيق بخشيد ، و شرائط حرمت مراحم امير المؤمنين بالغاً ما بلغ بجا آورد ، و هم چنين دانست که منشور و خلعت امير المؤمنين از آسمان منزل شده ، و از درگاه مصطفی صلعم رسيده - عرضداشتے با تحفه و هدايا در نهايت تواضع بندگي امير المؤمنين روان کرد " الخ (صفحه ۵۹۸)

یعنی سلطان فیروز شاہ کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑی بات یہ سمجھی گئی کہ خلیفۂ مصر نے اجازت حکومت کا پروانہ اور لواء و خلعت بھیجا' اور بادشاہ کو اسکی اطاعت و حرمت کی توفیق ملی - فیروز شاہ نے اس بات کی اس درجہ قدر کی گویا آسمان سے یہ عزت نازل ہوئی ہے' اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم سے اُسکو قبولیت کی سند ملگئی ہے! شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاہی میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے - جب خلیفہ کے سفراء شہر سے قریب پہنچے تو فیروز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں ہاتھوں میں لیا - پھر بوسہ دیکر سر پر رکھا' اور اسی طرح سر پر دھرے ہوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو! مقام خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت اسدرجہ ہیبت و جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرماں رواے اقلیم' مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہو جانے پر فخر کرتا ہے - مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی ہوئی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان' اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے!

مغلیہ سلطنت خلفاء مصر کے آخری عہد میں قائم ہوئی - ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا جب سلطان سلیم خاں کے ہاتھہ پر خلیفۂ متوکل عباسی نے بیعت کی اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا اعلان ہوا - شاہان مغلیہ اگرچہ ہندوستان میں خود اپنے ہی کو امام سمجھتے تھے' اور باعتبار حکومت کے یہ حق اُنہیں حاصل بھی تھا - تاہم عام اسلامی خلافت کا انھوں نے کبھی دعوا نہ کیا - ہمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفاء ہی کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے - خود شہنشاہ اکبر اور شاہجہاں بھی اگر حج کیلیے مکہ جاتے' تو وہاں اُنکو قسطنطنیہ کے خلیفہ ہی کی امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ہوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا وہ کھڑے ہوکر اُسی طرح سنتے' جس طرح ایک عام مسلمان اُنکے بغل میں کھڑا سن رہا ہوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسی بات ہو سکتی ہے؟

بعض یورروپین اخبارات کے مشرقی نامہ نگاروں نے بار بار یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترکی حکومت سے باہر بسنے والے مسلمانوں میں ترکی خلافت کا اعتقاد زیادہ تر سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کی سعی سے پیدا ہوا ' اور انکا مقصود اس سے یہ تھا کہ نام نہاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عالم میں پھیلایا جاے - یہاں ہم یورپ کے متخیلۂ و متوهمہ " پان اسلامزم " کی حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاهتے " پان اسلامزم " سے مقصود اگر مسلمانوں کی بلا امتیاز وطن و قومیت باهمی برادری ہے ' تو اسکی تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکہ نزول قران و ظہور اسلام سے شروع ہوتی ہے - لیکن عثمانی خلافت کے عالمگیر اسلامی اعتقاد کو سلطان عبد الحمید سے منسوب کرنا ایک ایسی بات ہے جو یا تو حد درجہ جہل کا نتیجہ ہو سکتی ہے یا حد درجہ دروغ گوئی کا - اور ہم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟

سنہ ٩٢٣ھ میں جب بعہد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایران میں سلاطین صفویہ کی حکومت تھی ' هندوستان میں مغلیہ کی ' اندرون یمن میں آئمۂ زیدیہ کی ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کی - پس جہاں جہاں اسلامی حکومتیں موجود تھیں ' وهاں کے مسلمانوں کی اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامی اسلامی حکومت ہوگئی تھی ' اور احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء کیلیے بھی وہ کسی بیرونی حکومت کے محتاج نہ تھے - ظاہر ہے کہ ان ممالک میں مرکزی خلافت کا تعلق کسی نمایاں شکل میں یکایک ظاہر نہیں ہوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانہ جذبات بھی اپنی انتہائی حالت میں سب پر چھاے ہوے تھے - صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کی عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامی کو ٹکڑے ٹکڑے کرچکی تھی - لیکن ان ممالک کے علاوہ اور جہاں کہیں بھی مسلمان آباد تھے اور اپنی مقامی اسلامی حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچہ ترکی حکومت سے کتنے ہی دور دراز گوشوں میں واقع ہوں ' لیکن عثمانی سلاطین ہی کو اسلام کی مرکزی خلافت عظمیٰ پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے اور اسلیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود هندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیہ کی اس حیثیت

دیني کا پورا اعتقاد رکھتا تھا - جزائر سیلون هندوستان هي کا ایک بحري گوشه هیں - سنه ۱۱۷۵ ھ (سنه ۱۷۶۱ع) میں دکن کے ایک مشہور عالم سید قمرالدین اورنگ آبادي حج سے واپسي میں کولمبو پہنچے اور وهانکي سیر کي - میر غلام علي آزاد بلگرامي آنکے معاصر هیں - اپني کتاب سبحة المرجان میں آنکي زباني نقل کرتے هیں که ساحلي مقامات میں پرتگالیوں کي حکومت هے - اندروني جزائر میں هندو راجه هے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے هیں - جمعه کي نماز تین مرتبه سید موصوف نے وهاں پڑھي - خطبه میں امام نے پادشاه هند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگي - " لکونه خادما للحرمین الشریفین " یعني اسلیے که وه خادم حرمین هیں - (سبحة المرجان مطبوعه بمبئي صفحه ۲۳) یه اب سے ڈیڑه سو برس پیشتر کا واقعه هے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رهکر شاه هند کا ذکر کرتے تھے ' تو یه کوئي غیر معمولي بات نه تھي که هندوستان بالکل انسے متصل تھا - لیکن قسطنطنیه کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر هند سے اسقدر بعید فاصله پر واقع هے ' کیا معني رکھتا هے ؟ کیا اسکے سوا کوئي معني هوسکتے هیں که تمام عالم اسلامي میں وهي خلیفة المسلمین هے ' اور اسلیے گو اور بھي بہت سي اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود هوں ' مگر هر گوشۂ عالم کے مسلمانوں کے دلي تعلق و اطاعت کا اصلي مرکز صرف وهي هوسکتا هے ؟

صاحب تحفة العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپني ملاقات کا حال لکھتے هیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وهاں کے رسم و رواج کا مشاهده کیا تھا - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماترا ' ملایا ' جاوا ' وغیره هیں - سیاح مذکور کہتا هے که اکثر جزائر میں مسلمان آباد هیں - مسجدیں معمور - جمعه کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے هیں اور وهاں کے حالات سے خوب باخبر هیں - یه واقعه بھي بارهویں صدي کے اوائل کا هے -

باقي رها یه خیال که هندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیه کي خلافت کا اعتقاد حال کي پیداوار هے ' تو یه بھي صحیح نہیں - یه ظاهر هے که جب تک خود هندوستان میں اسلامي حکومت قائم تھي ' کسي بیروني اسلامي حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطه تعلق رکھنے کي کوئي ضرورت هي پیش نه آئي - البته سلطنت مغلیه کے انقراض

کے بعد مجبور ہوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کریں - تاہم سلاطین عثمانیہ کا اسلام کی مرکزی خلافت پر قابض ہونا ایک ایسی مسلم و معروف بات ہے جو ہمیشہ علماء ہند کے علم و اعتقاد میں رہی ہے - حضرۃ شاہ ولی اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ہجری ہے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالی کی آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت ابھی قائم تھی - انھوں نے تفہیمات الاہیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ہے - ایک جگہ لکھتے ہیں :

" از زمان سلطان سلیم خاں کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ہما اللہ شرفا و کرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اہتمام محامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت - و بہ ہمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصا حرمین شریفین ہر یکے از ایشاں بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انھوں نے اندرون ملک میں کبھی اُنکی حکومت جمنے نہ دی - با این ہمہ گیارھویں سے تیرھویں صدی تک کے علماء یمن کی مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے ' اُنسے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کی مرکزی حیثیت تسلیم کی ہے جسکے معنی بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھ نہیں ہوسکتے - علامۂ صالح مقبلی صاحب العلم الشامخ المتوفی سنہ ۱۰۴۷ ھ' علامۂ فلانی صاحب ایقاظ الھمم' شیخ عبد الخالق زبیدی صاحب صفوۃ الاخبار و غیرہم اپنی کتابوں میں جا بجا ترکی گورنروں کے جبر و ستم کی شکایتیں کرتے ہیں' مگر ساتھہ ہی سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ہیں جس سے اُنکی اسلامی خلافت و امامت کا مسلمہ ہونا ثابت ہوتا ہے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جو شخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفہ و امام کہلاے ' اسکے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں - سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا زمانہ ہزار صدی کے بعد شروع ہوتا ہے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ہے تو پچھلی دو تین صدیوں کی مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کی تصنیفات عام طور پر علماء ہند کے مطالعہ میں نہیں آئی ہیں' اسلیے مسئلہ کے تاریخی شواہد سے عموماً لوگ بے خبر ہیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ تاریخی شواہد کا فراہم ہوسکتا ہے -

خود یورپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کی اس دینی حیثیت کا ہمیشہ اقرار کرتی آئی ہے اور جب کبھی ضرورت ہوئی ہے ' قسطنطنیہ کی طاقت سے بہ حیثیت خلیفۂ اسلام کام لیا گیا ہے - غدر سنہ ۵۷ کے موقعہ پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان ہند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزی حکومت کے ساتھہ بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی ' اُسکی بنا یہی تھی کہ سلطان قسطنطنیہ کو بہ حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان ہند کی ارشاد و ہدایت کا حق حاصل ہے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارہا حج اور حاجیوں کی مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپریل گورنمنٹ نے باب عالی کو اس احتجاج کے ساتھہ توجہ دلائی کہ بہ حیثیت خلیفۂ اسلام ہونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذہبی فرض ہے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خاں کے زمانے میں متعدد مرتبہ ایسے اظہارات و اعترافات ہو چکے ہیں -

(قرون متوسطۂ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

ہم نے جا بجا " اسلام کی مرکزی حکمرانی " اور " خلافت عظمیٰ " کا لفظ استعمال کیا ہے - تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلۂ " توحید " ہے - " توحید " کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہونا - صرف اللہ کی ذات و صفات ہی میں یہ حقیقت محدود نہیں ہے جیسا کہ بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھہ رکھا ہے - بلکہ عقائد و اعمال کی ہر شاخ اور ہر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید ہی ہے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی ہیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاہتا ہے - خدا کی ذات کی طرح اُسکی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی ہر چیز پر اور ہر جگہ یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیۃ کار فرما ہے - ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصر ہل تری من فطور ؟ (ملک - قال ابن عباس " تفاوت " ای الا ختلاف اخرجہ البخاری) پس اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبلہ ' اُنکا کعبہ ' اُنکا مرکز اجتماع ' اُنکا مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک ہی قرار دی تھی - یعنی تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانرواء و خلیفہ ہو - لیکن جہاں ساری باتوں

میں انحراف اور تفرقۂ و انتشار ہوا ' وہاں یہ بات بھی جاتی رہی - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائی عہد تک یہ وحدۃ نظر آتی ہے - اُسکے بعد کوئی زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامی کی حکومت کسی ایک طاقت میں جمع رہی ہو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اُٹھے ' اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائی کرنے لگا - یہی وجہ ہے کہ مورخین نے بنو امیۂ مروانیہ کے عہد کو تاریخ اسلام کا بہترین زمانہ قرار دیا ہے جب کرۂ ارضی کے تمام اسلامی خطے پر صرف ایک ہی خلیفہ کی حکومت قائم تھی - علی الخصوص عبد الملک بن مروان کا زمانہ کہ تمام مشرق و مغرب و افریقہ کے منبروں پر بجز ایک حکمراں کے اور کسی کا ذکر نہ تھا - اسی لیے حافظ ذہبی نے کہا - بنو امیہ نے خلافت راشدہ کی برکتیں نہ پائیں لیکن بنو عباس کو بنو امیہ کی بھی برکات نہ ملیں - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں تفریق کلمۂ و حکومت کا معاملہ آخری حد تک پہنچ گیا - تمام اسلامی دنیا مختلف حکمرانوں میں بٹ گئی -

با ایں ہمہ ایک خاص مرکزی اقتدار ہر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور مورخ کی بصیرۃ محسوس کرلیتی ہے کہ اس تفرقۂ و انتشار کی عام سطح میں ایک مرکزی قوت اُبھری ہوئی ہے - اسلامی حکومتیں ہر گوشۂ عالم میں قائم ہوگئی تھیں ' مگر ہمیشہ ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا ' جہاں کی حکمرانی دنیا کی تمام اسلامی حکمرانیوں میں ایک مرکزی اقتدار کی حیثیت رکھتی تھی - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرہ حکومت سے باہر کوئی اثر نہیں رکھتے تھے ' لیکن وہاں کا حکمراں باہر کے مسلمانوں کیلیے بھی ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کی حکومت تھی - عرب اسلام کا اصلی سر چشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامی قومیت کا دائمی مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کارگاہ - شریعت نے عرب ہی کو یہ شرعی خصوصیت دی ہے کہ ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھا جاے - شریعت کے اس حکم کی تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اسپر قابض ہوگی ' وہی اس شرعی حکم کی تعمیل و نفاذ کی ذمہ دار ' اور اقامۃ حج کی بھی کفیل ہوگی - پس قدرتی طور پر یہ بات ہوئی کہ یہاں کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں میں ایک مرکزی اقتدار اور

تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابی اثر حاصل ہو جاے - اسلام کے ازمنۂ متوسطۂ و اخیرہ میں یہي مرکزي اقتدار خلافت عظمیٰ کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي ان مقامات کي حکومت خلفاء مصر ھي کے قبضہ میں رھي - " مرکزي حکومت " سے مقصود یہي مرکزي اقتدار ھے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض ھوگئے تو باوجود متعدد اسلامي حکومتوں کي موجودگي کے ' اسلامي خلافت عظمیٰ کا مرکزي اقتدار بلا نزاع آنھي کو حاصل ھوگیا - یہي وجہ ھے کہ ھزار صدي کے بعد سے تیرھویں صدي کے اوائل تک اگرچہ بڑي بڑي اسلامي حکومتیں دنیا میں قائم رھیں ' لیکن خلافت عظمیٰ کے اعتقاد کے ساتھہ جب کبھي کسي مسلمان کي نظر اُٹھتي تو وہ صرف قسطنطنیہ ھي کي طرف دیکھہ سکتا تھا -

(ترکان عثمانیہ اور عالم اسلامي)

اب ھم چاھتے ھیں کہ اس پوري تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخري نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کي بنا پر سلاطین عثمانیہ کے اعمال خلافت کا کیا حال رھا ھے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعي اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ ھوگا - اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے ھیں - پچھلي پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود ھیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رھي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقي ھیں - گو اُنکي حکومت محض براے نام ھو - سوال یہ ھے کہ ان تمام حکمراں قوموں میں کونسي حکومت اور قوم ایسي ھے جس نے شریعت کے ٹہراے ھوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم الذین ان مکناھم فی الارض الخ تمکین فی الارض سے ھے ' وہ اُنکے ھاتھوں پوري ھوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا ھو ' صرف وھي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کرسکتي ھے -

اس اھم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں ھو جا سکتا ھے - " خلافت اسلامیہ " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف ھوچکا ھے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ ھے کہ ایک ایسي طاقتور حکومت قائم ھو جو دشمنوں

کے حملوں سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں کی حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ہو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تک جاری و نافذ ہو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامی نصیب ہو - یہی مقصد پہلا مقصد ہے - باقی سب فروع و توابع ہیں -

یہی وجہ ہے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کی تعریف کرتے ہوے " اقامۃ الدین باقامۃ ارکان الاسلام ' والقیام بالجہاد ' و حفظ حدود الاسلام ' وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلہ " کے جملے سب سے پہلے ملتے ہیں - یعنی وہ مسلمانوں کی ایسی حکومت ہے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامی ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجی قوت کی ترتیب اور لڑائی کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ہو' اُسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کی خدمت انجام دیسکے - ساری باتیں ان دو لفظوں میں آگئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کی خدمت انجام دی ہے ؟ اسلام کا جب ظہور ہوا ' تو دشمنوں کی پہلی جماعت قریش مکہ کی جماعت تھی - اُنکے مٹ جانے کے بعد اس پوری تیرہ صدیوں میں صرف عیسائی قومیں ہی مسلمانوں کی دائمی حریف رہی ہیں - دوسری غیر مسلم قوموں میں سے کوئی قوم ایسی نہ تھی جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو- ایران کی مجوسی قوت کا ابتدا ہی میں خاتمہ ہوگیا - یہودیوں کی کوئی پولیٹکل قوت نہ تھی - ہندوستان کے ہندؤں اور بدھہ مذہب کے پیرؤں نے ہندوستان سے نکلکر کبھی مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ انمیں کوئی داعیانہ قوت تھی - چین کے تاتاری اُٹھے اور بلا شبہ سب سے بڑی ہلاکت کا باعث ہوے لیکن بالاخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنی ایک صدی کے اندر ہی اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحی اقوام کے اور کوئی حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ہے - مشرقی عیسائیوں کی قوت ابتدا ہی میں شکست ہوگئی تھی - صرف یورپ کی حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہی آخری چار صدیاں ہیں جن میں بتدریج یورپ کی طاقت ترقی کرتی گئی ' او

اُسکي ترقي کا دوسرا رخ یه تھا که اسلام کي پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ہوا - اب فیصله کرلو که تمام کرۂ ارضي کے مسلمانوں میں سے کونسي قوم اور کونسي حکومت ھے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابله کیا ھے ' اور دفاع و جہاد جاري رکھکر اسلام اور مسلمانوں کي حفاظت کي ھے ؟ سولھویں صدي عیسوي ھي میں یورپ کي اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقي ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ' بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئي طاقتور اور مقاوم روک موجود نه ہوتي تو ابسے دو صدي پیشتر ھي تمام وسط ایشیا ' شام ' عرب ' اور اسلامي افریقه یورپ کے استیلاء سے پامال ہوچکا ہوتا -

پھر وہ کونسي نا قابل تسخیر فوجي قوت تھي جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا که پوري دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کي مہلت ھي نه ملي ' اور پھر تمام ایشیا و بلاد اسلامي کے عین دروازہ پر مغربي مدافعت کي ایک آھني دیوار قائم کردي ' اور اسطرح حکم جہاد کے فرض ھجوم اور فرض دفاع ' دونوں کو تن تنہا انجام دیا ؟

کیا ھندوستان کي سلطنت مغلیه نے جس نے اپني پوري تاریخ میں ایک بار بھي ھندوستان سے باھر قدم نه نکالا؟ اور جسکي تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبه بھي کسي حریف ملت کے خون سے رنگین نه ہوئي ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں ھندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل ھند کے سامنے لوٹ رھے تھے اور وہ اُنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبي حملوں نے ھمیشه سلاطین عثمانیه کو مجبور کیا که یورپ کا فتح مندانه اقدام ترک کرکے ایشیاء کي طرف متوجه ہوجائیں اور جسکي وجه سے یکایک یورپ کو ترکي تلواروں سے مہلت ملگئي اور تمام وسط یورپ فتح ہوتے ہوتے رھگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب آئمه نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھي معلوم نه تھا ؟

ھر انسان جو دو اور دو کو صرف چار ھي کہنا چاھتا ھو ' اسکا اقرار کریگا که بجز سلاطین عثمانیه اور ترکوں کے مسلمانوں کي کوئي حکومت اور قوم نہیں ھے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کي یه خدمت انجام

دي هو - اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد هوتا تھا ' اُسکو سب کي طرف سے تن تنہا پورا کرتے رهے هوں ؟

حقیقت یه هے که ترکوں کا یه وہ عظیم الشان کارنامه هے جسکي نظیر قرون اولی کے بعد مسلمانوں کي کسي حکمراں قوم کي تاریخ پیش نہیں کرسکتي - صرف صلاح الدین ایوبي کي دعوۃ اس سے مستثنی هے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد کو شکست دي - تاهم وہ بھي ایک محدود زمانے کا جہاد تھا - مسلسل تین چار صدیوں تک صرف ترکوں هي کي اسلامي مدافعت قائم رهي هے - ان پوري چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اس اولین قومي فرض سے غافل رهے - کسي قوم نے ایک زخم بھي اس مقدس راہ میں نہیں کھایا - کسي پادشاہ نے ایک قدم بھي اسکے لیے نہیں اُٹھایا - صرف تن تنہا ترک هي دنیا بھر کے مسلمانوں کي جانب سے یه پورا کام انجام دیتے رهے - انھوں نے تمام مسلمانانِ عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چھوڑ دیا - خود اپنے لیے خاک و خون کي دائمي زندگي پسند کي - اگر ان قرون اخیرہ میں که مسلمانوں کا تنزل و ادبار آخري درجه تک پہنچ چکا تھا ' اور علی الخصوص فرض دفاع و جہاد کو که سنام دین ' و عماد ملت ' و اساس شرع هے ' تمام روے زمین کے مسلمان چھوڑ بیٹھے تھے ' ترکوں کي جانفروش و سرباز جماعت تن تنہا نه سنبھال لیتي ' تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کي آبادیوں کا کیا حال هوتا ؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش هے ' وہ کب کي آچکي اور مسلمانوں پر سے گزر چکي هوتي ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یه وہ احسان عظیم هے که اگر اسکے معارضه میں مسلمانان عالم اپنا سب کچھه اُن پر سے قربان کردیں ' جب بھي اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں هوسکتے - اگر گذشته صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاهتیں کي هیں تو صرف انھي کي بدولت ' اور اگر آج اپني پاد شاهتیں کھو کر بھي کچھه نه کچھه عزت کي پونجي اپنے ساتھه رکھتے هیں تو صرف اُنھي کي بدولت - مسلمان خواہ دنیا کے کسي حصه میں بستا هو ' چین میں یا افریقه کے بعید گوشوں میں ' لیکن صدیوں سے اُسکي قومي زندگي ' قومي عزت ' قومي عیش و آرام ' اور وہ سب کچھه جو ایک قوم کیلیے هے اور هوسکتا هے ' صرف ترکوں هي کے طفیل هے اور اُنھي کا بخشا هوا - یہي

وجہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ہوا کہ ترکوں کی مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یہ کچھہ ضروری نہیں کہ وہ ہندوستان یا افریقہ میں بانٹنے کیلیے روپیہ بھیجتے رہیں - وہ تو چار صدیوں سے وہ کام انجام دے رہے ہیں جسکے تصور سے بھی ہم مسلمانان ہند کے دل کانپتے اور جسکے وہم سے ہی ہم پر موت طاری ہو جاتی ہے ؟ یعنی اپنی جانیں اسلام کی حفاظت کی راہ میں قربان کر رہے ہیں - اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جا سکتا ہے ؟ اور اسکے بعد کیا رہگیا جسکی طلب اور سوال ہو ؟ بہت ممکن ہے کہ کسی دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں ' لیکن نماز کے بقا کی راہ میں آنسے زیادہ اپنا خون کسی نے نہیں بہایا - بہت ممکن ہے کہ عرب اور ہندوستان کے مسلمانوں کی زبانوں نے انسے زیادہ قرآن کی تلاوت کی ہو ' لیکن قرآن کی حفاظت کی راہ میں چار سو برس سے زخم صرف آنہی کے سینے کہا رہے ہیں - اگر اللہ کی شریعت حق ہے ' اور اگر قرآن و سنت کا فیصلہ باطل نہیں ' تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ دوسرے ملکوں کے ہزاروں عابد و زاہد مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبھی جہاد فی سبیل اللہ کا خطرہ بھی نہیں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناہگار و معصیت آلود فرد اللہ کے آگے کہیں زیادہ فضیلت و محبوبیت رکھتا ہے - ہماری مدۃ العمر کی عبادتیں بھی آنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بہنے والے ایک قطرۂ خون کی عظمت نہیں پاسکتیں - " حرس لیلۃ فی سبیل اللہ افضل من الف لیلۃ یقام لیلہا و یصام نہارہا " (۱) یعنی آنحضرۃ نے فرمایا : جہاد فی سبیل اللہ کی ایک رات ہزار دنوں کے روزوں اور ہزار راتوں کی عبادت سے بھی افضل ہے ! ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص - حضرۃ عبد اللہ بن مبارک نے حضرۃ فضیل بن عیاض کو ایک مرتبہ یہ اشعار لکھکر بھیجے تھے :

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا * لعلمت انک فی العبادۃ تلعب !
من کان یخضب خدہ بدموعہ * فنحورنا بدمائنا تتخضب !
ریح العبیر لکم ' و نحن عبیرنا * رہج السنابک والغبار الاطیب (۲)

---

(۱) اخرجہ الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(۲) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمہ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال

جو مسلمان یورپ کے مسیحي و سیاسي اثر سے مختل هوکر ترکوں پر اعتراض کرتے هیں ' آنکو چاهیے که پہلے اپنے گریبان میں منه ڈالکر دیکھیں که صدیوں سے آنکي منافقانه غفلت و اعراض کا کیا حال رها هے ؟ علی الخصوص هندوستان کے مسلمانوں کو جو تعداد میں هر جگه کے مسلمانوں سے زیادہ هیں ' غور کرنا چاهیے که جس اولین فرض دیني کیلیے ترک چارسو برس سے اپنا خون بہا رهے هیں ' انھوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یه که کبھي کبھار چند لاکھه سکے ترک زخمیوں کي مرهم پٹي کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کي مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کي قیمت بھي نہیں هوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو رات بستروں پر اور دن آرام و بے فکري کي چھتوں کے نیچے بسر کرتے هوں ' یه حق پہنچتا هے که اُن لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چار سو برس سے اپني لاشیں خاک و خون میں تڑپا رهے هیں ؟

بہر حال منصب خلافت کا پہلا مقصد دفاع و جہاد هے - وہ پچھلي چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسي اسلامي حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواهد نه هوتے ' جب بھي صرف یہي ایک بات سلاطین عثمانیه کي خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتي تھي -

اور پھر یه بھي واضح رهے که یه تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا که گذشته صدیوں میں متعدد اسلامي حکومتوں کے رهتے هوے سلاطین عثمانیه هي کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکه تمام اسلامي حکومتیں مٹ چکي هیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثماني کے کسي دوسري خلافت کا وجود هي نہیں -

---

[بقیه نوٹ صفحه ۹۰]

تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرة فضیل اُس عہد کے مشہور عباد و زهاد میں سے هیں - حاصل ان اشعار کا یه هے " اے حرمین کے گوشه نشین عابد ! اگر تو نے همارا حال دیکھا هوتا تو معلوم کرلیتا که جس زهد و عبادة میں مشغول رهتا هے وہ تو ایک طرح کا کھیل هے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) تر کرتا هے ' اُسے معلوم هونا چاهیے که هماري عبادت وہ هے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکه گردنیں خون سے رنگین هوا کرتي هیں " ! حضرة فضیل نے جب یه اشعار پڑھے تو اُنکي آنکھیں اشکبار هوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد الله بن مبارک نے سچ کہا !

(فـــريضـــۂ عظيـــمۂ دفـــاع)

نتائج بحث تک پہنچنے میں اب صرف ایک منزل اور باقي رهگئي هے - آمید هے که آپ صبر و سکون کے ساتهہ میرا ساتهہ دینگے - اسلام کے شرعي واجبات و فرائض میں ایک نہایت اهم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصله کر دینے والا فرض " دفاع " هے - تشریح اسکي یه هے که جب کبهي کسي مسلمان حکومت یا کسي مسلمان آبادي پر کوئي غیر مسلم گروه یا حکومت حمله کرے ' تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض هو جاتا هے که دفاع (ڈیفنس - Defence) کیلیے اُٹهہ کهڑے هوں' اس حکومت اور آبادي کو غیر مسلم قبضه سے لڑ کر بچائیں - اگر فوري قبضه هوگیا هے تو اس سے نجات دلائیں ' اور اس کام کیلیے اپني ساري قوتیں اور هر طرح کي ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود هیں ' اور اسلامي فرائض میں سے یه اسدرجه مشهور فرض هے که شاید هي دنیا میں کوئي مسلمان اس سے نا واقف نکلے - یہي باهمي مددگاري و یاوري اور دفاع اعداء کا قانون هے جس پر اسلام نے شریعت و امت کي حفاظت کي ساري بنیادیں استوار کي هیں - لڑائي لڑنے کي نسبت سب سے پہلي آیۃ جو نازل هوئي ' وه سورۂ حج میں هے :

ان الله یدافـــع عن الذین آمنوا ' ان الله لایحب کل خوان کفـــور - أذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا ' و ان الله علی نصـــرهم لقدیر' الذین أخرجوا من دیارهـــم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله - (۲۲ : ۴۲)	الله تعالی مومنوں پر سے اُنکے دشمنوں کو هٹاتا رهتا هے - وه اُن لوگوں کا ساتهي نہیں جو اُسکي بخشي هوئي طاقت کے امانت دار نہیں هیں' اور شکر گزاري کي جگهہ کفران نعمت میں سرشار هیں - جن مسلمانوں سے کافر لڑ رهے هیں ' اب اُن مسلمانوں کو بهي کافروں سے لڑنے کي اجازت دي جاتي هے کیونکه اُنپر ظلم هو رها هے' اور الله مظلوموں کي مدد کرنے پر قادر هے -

یه وه لوگ هیں که بلا کسي حق کے اپني آبادیوں سے نکالدیے گئے - انکا کوئي قصور نه تها - صرف یه که اپنے پروردگار کے ماننے والے هیں - (۱)

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول الله صلعم من مکه قال ابوبکر " اخرجوا نبیهم - انا لله و انا الیه راجعون -

بعض مفسرين نے سورہ بقرہ کي حسب ذيل آيت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار ديا هے :

و قاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونکم' و لا تعتدوا - ان الله لا يحب المعتدين - واقتلوهم حيث ثقفتموهم' واخرجوهم من حيث أخرجوکم - والفتنة اشد من القتل - (٢ : ١٨٧)

الله کي راه ميں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائي لڑ رهے هيں - مگر زيادتي نه کرو - الله حد سے گزر جانے والوں کو پسند نهيں کرتا - اور ايسا کرو که جهاں کهيں بهي ره جمے هوے مليں' قتل کردو - اور جهاں کهيں سے انهوں نے مسلمانوں کو نکالا هے' تم بهي نکال باهر کرو - ايسا کرنا اگرچه خونريزي هے' مگر خونريزي کي برائي سے بهي بڑهکر برائي ظلم و فساد کا فتنه هے -

امام ابن جرير نے ابو العاليه کا قول نقل کيا هے که جنگ کي نسبت يهي پهلي آيت هے جو نازل هوئي " أنها اول آية نزلت في القتال بالمدينة فلما نزلت کان رسول الله صلعم يقاتل من قاتله و يکف عمن کف عنه ' حتی نزلت سورة براة "پس اذن قتال کي پهلي آيت يا سورۂ حج کي هے يا بقره کي -

ان دونوں آيتوں اور انکے هم مطلب آيات ميں قران حکيم نے حکم قتال کے اُس حصه کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کرديا هے جسکا مقصد دفاع (ڈيفنس) هے (١) - يعني جب کبهي غير مسلموں کي کوئي جماعت مسلمانوں کي کسي حکومت اور آبادي پر حمله کرے' يا اُس پر خود قابض هوجانا چاهے' تو مسلمانوں کو چاهيے که وه اپنے بهائيوں کي مدد کيليے اُٹهه کهڑے هوں - جس طرح حمله آوروں نے حمله کيا هے' يه

[بقيه نوٹ صفحه ٩٢]

ليهلکن " فانزل الله اذن للذين يقاتلون الخ و هي اول آية نزلت في القتال - اسناده علی شرط الصحيحين -

(١) يعني حکم جهاد کي مختلف قسموں اور صورتوں ميں سے ايک قسم قتال هے - پهر قتال کي بهي دو قسميں هيں - دفاع اور هجوم - ان آيات ميں دفاع کا حکم هے - هجوم کا حکم دوسري آيتوں ميں هے - اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے هيں -

بھي کریں - قتل و جنگ کي وہ جو جو چال چلے ھیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ھیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' بچوں ' عورتوں ' راھبوں ' مذھبي عبادتگاھوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باھر نکالیں - پھر اس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنة اشد من القتل - بلا شبہ یہ جنگ قتل ھے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ھے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ھے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومت پر قانع نہیں رھتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاھتے ھیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماتحت مسلمانوں کو لانا چاھتے ھیں ' قوموں کا قدرتي؛حق حریت پامال کر رھے ھیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رھسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاھیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ھے - اگر ایسانہ ھوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلي علت بھي بتلادي ھے :

حتی تضع الحرب اوزارھا - (۴۷ : ۴)	لڑتے رھو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ھو جاے -

یعني اسلام کا اصلي مقصد یہ ھے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ھو جاے - ساري دنیا ایک قوم ' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والي ظالم و حریص قوتیں باقي ھیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ھو سکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کر دینا ضروري ھوا - مضبوط اور مستقل امن اُسی وقت قائم ھوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھي طرح جنگ کر لي جاے :

حتی اذا اثخنتموھم (۴۷ : ۵)	یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ھو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ھوگا :

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب - (۲ : ۱۷۹)	تمھارے لیے قصاص کي موت میں امن کي زندگي پوشیدہ ھے !

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور براءت جنگ سے باز نہ آجاے ' جنگ کرتے رهو - کبھي اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان هي باقي نہ رهے " تضع الحرب اوزارها " جنگ اپنے هتیار ڈالدے - یعني جنگ بالکل موقوف هو جاے - فساد و بطلان کي وہ قوتیں هي باقي نہ رهیں جو خدا کي زمین کو همیشہ انساني خون سے رنگتي رهتي هیں - قرآن کا دعوا هے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اُسي وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کي دعوۃ امن و اخوت کے آگے جھک جائیگي : هو الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ' ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون (۹ : ۶۱)

اسلامي احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اهمیت رکھتا هے ' وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسي حکم ' کسي فرض ' کسي رکن ' کسي عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں بار بار یہ بات بتلائي گئي هے کہ قومي زندگي اسي عمل کے بقاء پر موقوف هے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقي رهیگا اور اس کام کي راہ میں هر فرد اپني زندگي اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رهیگا ' اُسوقت تک دنیا کي کوئي قوم اُنپر غالب نہ آسکیگي - جس دن یہ جذبہ مردہ هو جایگا ' اُسي دن سے مسلمانوں کي قومي موت شروع هوجائیگي - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کي تاریخ پیش کي هے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقي رها ' حکومت و عزت اُنهي کیلیے تھي - جب چند گھڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومي زندگي و عزت کے دائمي عیش کي طلب پر غالب آگیا ' اور اس چیز کو چھوڑ بیٹھے ' ذلت و محکومي کا داغ هر یہودي کي پیشاني پر لگ گیا ' اور همیشہ کیلیے خوار و ذلیل هوکر رهگئے : ضربت عليهم الذلة والمسكنة و باؤا بغضب من الله !

الم تر الى الملاء من بني اسرائيل من بعد موسى ؟ اذ قالوا لنبي لهم " ابعث لنا ملكا نقاتل في سبيل الله " قال " هل عسيتم ان كتب عليكم القتال الا تقاتلوا " قالوا " و ما لنا

کیا بني اسرائیل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا هوا ؟ پہلے تو خود هي اپنے عہد کے نبي سے درخواست کي " کسي کو هم پر پادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت اللہ کي راہ میں لڑیں " انہوں نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے هو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائي کا حکم دیا گیا تو

الا نقاتل في سبيل الله وقد أخرجنا من ديارنا وابنائنا ؟ "فلما كتب عليهم القتال' تولوا الا قليلاً منهم' والله عليم بالظالمين - (۲ : ۲۴۲)

بزدلي دکھلا کے نافرماني کرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب دیا " نہیں ایسا نہیں هو سکتا - همکو کیا هوگیا هے که حق کي راه میں ظالموں سے جنگ نه کریں ؟ حالانکه انہوں نے هم کو اور هماري اولاد کو همارے شہروں سے نکال دیا هے " لیکن دیکھو' جب لڑائي کا حکم دیا گیا تو بجز چند حق پرستوں کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے - وقت پر اُنکا دعوا سچا ثابت نه هوا -

سنن ابو داؤد میں هے " اذا ضن الناس بالدینار والدرهم و تبایعوا بالعین واتبعوا أذناب بقر' و ترکوا الجهاد في سبیل الله' انزل الله بهم بلاء' فلم یرفعه حتی یراجعوا " یعني جب کوئي جماعت جهاد في سبیل الله ترک کردیتي هے تو اسپر بلائیں نازل هوتي هیں جو کبھي دور نہیں هوسکتیں - الا یه که وه اس معصیت سے باز آئیں -

چونکه شریعت و ملت کے قیام کي اصلي بنیاد یهي چیز تھي' اسلیے هر حیثیت اور هر اعتبار سے اس پر زور دیا گیا' اور سارے عملوں اور نیکیوں سے جو ایک مسلمان دنیا میں کرسکتا هے' اس عمل کا مرتبهٔ و اجر افضل و اعلی ٹھہرایا - جس عمل میں جسقدر زیاده ایثار و قرباني هوگي' اُتنا هي زیاده اُسکا اجر و ثواب بھي هوگا - ظاهر هے که اس عمل سے بڑھکر اور کس عمل میں مال و جان کا ایثار هوسکتا هے ؟

کوئي خاص وقت اور عهد اسکے لیے مخصوص نہیں - هر حال اور هر زمانے میں ایک مسلم و مومن زندگي کے ایمان و صداقت کي بنیاد یهي چیز اور اسي کا سچا عشق و ولوله هے - یهي سنام دین هے - یهي عماد ملت هے - یهي اساس شرع هے - یهي ملاک اسلام هے - یهي ایمان و نفاق کي اصلي کسوٹي هے - یهي مومن کو منافق سے الگ کردینے کیلیے اصلي پہچان هے - نماز اسي سے هے - روزه اسي سے هے - حج اسي سے هے - زکواۃ کا سب سے پہلا اور افضل مصرف یهي هے - سب اسکے لیے ملتوي هو جاسکتے هیں - اسکو کسي کي خاطر نہیں چھوڑا جاسکتا - نماز دین کا ستون هے اور روزه برائیوں سے بچنے کي ڈھال' لیکن یه دین کي بنیاد هے اور برائیوں کو معدوم کردینے والي تلوار - پس اسکي فضیلت کو نه نماز پہنچ سکتي هے نه روزه - نه اس سے بڑھکر کوئي دوسرا عمل هے جو الله کي نظروں میں

محبوب هو اور کرنے والے کو اسکي دائمي محبوبيت سے سرفراز کردے - هزاروں نمازيں اور هزاروں روزے بهي اُس ايک قطرهٔ خون کي فضيلت و تقديس نهيں پاسکتے جو اس راه ميں بهايا گيا ' اور عمر بهر کي صدقات و خيرات بهي اُس ايک درهم کے اجر کا مقابله نهيں کرسکتيں جو اس راه ميں خرچ کيا گيا - حتى که يهي عمل اسلام و ايمان کي اصلي پهچان قرار پايا - جس مسلمان کا دل اسکے ولولهٔ و طلب سے خالي هوا ' وه ايمان و اسلام کي روشني سے محروم هوگيا - نفاق کي ظلمت اُسپر چها گئي - صحيح مسلم ميں هے :

من مات ولم يغـزِ ولم يحدث نفسه به' مات علي شعبـــة مـــن النفـــاق (عن ابي هريرة)

جو مسلمان اس حالت ميں دنيا سے گيا که نه تو کبهي الله کي راه ميں لڑائي لڑي ' اور نه اُسکے دل ميں اس بات کي طلب رهي' تو اُسکي موت ايسي حالت ميں هوئي جو نفاق کي شاخوں ميں سے ايک شاخ هے -

قرطبي نے اسکي شرح ميں کها " فيه دليل علي وجوب العزم " اس حديث سے ثابت هوا که جهاد کا عزم اور اراده هر مسلمان پر واجب هے - اسکے عزم اور طلب سے بهي اگر دل خالي هوگيا تو وه مومن نهيں هے ' منافق هے -

ترمذي ميں هے - ايک مرتبه صحابه کي ايک جماعت ميں اس بات کا چرچا هوا " اى الاعمال احب الى الله " ؟ ساري نيکيوں اور عبادتوں ميں سب سے زياده کونسا عمل الله کے نزديک محبوب و مقبول هے ؟ اسپر سورهٔ صف نازل هوئي (۱)

ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفـا کانهـم بنيـان مرصوص

الله تعالى تو اُن لوگوں کو محبوب رکهتا هے جو اُسکي راه ميں صف باندهکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے هيں' گويا ايک ديوار هے جو تلواروں کے سامنے کهڑي کردي گئي هے ' اور ديوار بهي کيسي ؟ ايسي جسکي هر اينٹ دوسري اينٹ سے سيسه ڈالکر جوڑدي گئي هو !

---

(۱) و اخرجه ايضا امام احمد عن عبد الله بن سلام ' و ابن ابي حاتم و ابن حبان ' و الحاکم و قال صحيح على شرط الصحيحين ' و البيهقي في شعب الايمان و السنن' و الطبري فى التفسير -

پھر اسي سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یہي وہ عمل ہے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ہیں - کوئي خطا ' کوئي معصیت ' کوئي برائي باقي نہیں رہتي - ابدي نجات کا دروازہ ہمیشہ کیلیے کھل جاتا ہے : یا ایہا الذین آمنـوا - هـل ادلکم علی تجـارۃ تنجیکم من عـذاب الیم ؟ تؤمنون باللہ و رسولہ ' و تجاهدون في سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - یغفر لکم ذنوبکم ' و یدخلکم جنات تجري من تحتها الانہار ' و مساکن طیبۃ في جنات عدن - ذلـک الفوز العظیم !

بخاري و مسلم میں حضرۃ ابو هریرہ سے مروي ہے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " اى العمل افضل " ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ؟ فرمایا " ایمان باللہ و رسولہ " اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا - " ثم ما ذا " ؟ اسکے بعد ؟ - فرمایا " الجہاد في سبیل اللہ " -

حد هوگئي کہ جن لوگوں نے جنـگ بدر میں جاں نثاریاں کي تھیں ' اگر کبھي انسے کوئي لغزش هوگئي اور معصیت میں مبتلا هوگئے تو آپنے سزا دینے سے انکار کردیا اور فرمایا " لعل اللہ اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یہ وہ جاں نثار حق هیں جنھوں نے جنـگ بدر میں شرکت کي ہے - عجب نہیں کہ اس ایک عمل کے صلے میں اللہ نے انکي ساري پچھلي اور آئندہ خطائیں بخشدي هوں اور کہدیا هو کہ جو جي میں آے کرو !

ترمذي میں ہے " من رابط لیلۃ في سبیل اللہ ' کانت لہ کالف لیلۃ صیامها و قیامها " جس مسلمان نے ایک رات بھي جہاد کرتے ہوے دشمن کے انتظار میں کاٹي ' اسکے لیے ایسا اجر ہے ' گویا هزار دنوں کا روزہ اور هزار راتوں کي عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم في سبیل اللہ خیر من عبادۃ احدکم في اهلہ ستین سنۃ " (ترمذي) ساٹھہ برس تـک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھي یہ افضل ہے کہ جہاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلۃ في سبیل اللہ ' افضل لہ من الف لیلۃ ' یقام لیلها و یصام نہارها " (رواہ احمد) جہاد کي ایک رات اس سے افضل ہے کہ هزار راتیں عبادت میں اور هزار دن روزہ میں بسر کیے جائیں !

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة الله، و حرمت النار علی عین سہرت في سبیل الله " (ایضاً) جو آنکھ الله کے خوف سے اشکبار ہوئي، یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگي، اسپر دوزخ کي آگ حرام ہے !

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول الله ! کوئي ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاہدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " ہل تستطیع ان تصلی فلا تفتر، و تصوم فلا تفطر ؟ " اسکي طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو، برابر روزہ رکھتے رہو، اور کبھي بیچ میں افطار نہ کرو ؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میري طاقت سے باہر ہے - فرمایا " فو الذي نفسي بیدہ ! لو طوقت ذلک، ما بلغت فضل المجاہدین في سبیل الله - اما علمت ان فرس المجاہد لیستن في طولہ فیکتب لہ بذلک الحسنات ؟ " خدا کي قسم ! اگر تم ایسا کرنے کي طاقت بھي رکھتے اور کر دکھاتے، جب بھي اُن لوگوں کي فضیلت کہاں پاسکتے تھے جو الله کي راہ میں جہاد کرتے ہیں ؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجاہد کا گھوڑا بندھا رہتا ہے، اور اسکے لیے بھي اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوتي رہتي ہیں ؟ (رواہ احمد و الحاکم و قال علی شرط الصحیحین)

بخاري و مسلم میں ہے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجہاد في سبیـل الله ؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونہ " پھر فرمایا " مثل المجاہد کمثل الصائم القائم القانت بایات الله لا یفتر عن صلاتہ ولا صیامہ حتی یرجع "

اور فرمایا " من اغبرت قدماہ في سبیـل الله ساعة من نہار، فہما حرام علی النار " (رواہ احمد) جس کے پاؤں الله کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ہوے، دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حرام ہے -

اور فرمایا " ما من میت یموت الا ختم عملہ، الا من مات مرابطا في سبیل الله، فانہ ینمو لہ عملہ الی یوم القیـامة و امـن من فتنة القبـر " (رواہ اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ہو جاتا ہو، الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ہوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ہے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تـک بڑھتا رہیـگا - یعني عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ہے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ہیں -

اولاد صالح ' علم نافع ' اوقاف و تعمیرات خیریه - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقي رهیں - اس حدیث اور اسکي هم معني احادیث سے معلوم هوا کہ جهاد کا هر کام بهي اسي قسم میں داخل هے - علت اسکي بالکل واضح هے - عمل جهاد کي بنیاد هي یه هے کہ اپنے بعد کے زمانے اور آنے والي نسلوں کي حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئي عمل نہیں جو اس سے زیادہ سچي اور بے لاگ انساني خدمت اور نوع پرستي کے جذبات رکھتا هو - اور اسي لیے ضروري هوا کہ اسکا اجر بهي وقتي نہو' دائمي هو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف هے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بهي فوراً کیوں منقطع هوجاے ؟ اس حدیث میں " مرابطاً في سبیل الله " کا لفظ آیا هے - اور دوسري حدیثوں میں بهي جا بجا " رباط " کا لفظ وارد هے - " رباط " سے مقصود یه هے کہ کسي مقام میں ٹهہر کر دشمن کے حمله کا انتظار کرنا - تاکہ جب دشمن آجاے تو الله کي راہ میں مقابله کیا جاے - نہایه میں هے " هو الاقامة في مکان یتوقع هجوم العدوفیه لقصد دفعه لله " پس " مرا بطا في سبیل الله " کا مطلب یه هوا کہ اگر لڑکر شهید هونے کا موقعه نہیں بهي ملا ' اور حمله کے انتظار هي میں موت آگئي ' جب بهي اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑهتا رهیگا - اور وہ هزار دنوں کے روزۂ و نماز سے افضل هے !

قرآن بهي هر جگه اور بار بار یہي کہتا هے :

الذین آمنوا و هاجروا و جاهدوا في سبیل الله باموالهم و انفسهم' اعظم درجة عند الله و اولائک هم الفائزون - یبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فیها نعیم مقیم - خالدین فیها ابدا - ان الله عنده اجر عظیم ! (۹ : ۲۳)

جو لوگ ایمان لاے ' حق کي راہ میں اپنا گهر بار چهوڑا ' اپني جان و مال سے جهاد کیا ' سو الله کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجه انهي کا هے - یهي لوگ هیں کہ دنیا اور آخرة میں کامیاب هونگے - الله کي طرف سے انکے لیے بشارت هے - اسکي رحمت ' اسکي محبت ' بہشتي زندگي کي نعمتیں ' اور انکي دائمي اور همیشگي ' سب کچهه انهي کیلیے هے !

ابن ماجه میں هے " من ارسل بنفقة في سبیل الله و اقام في بیته' فله بکل درهم سبع مائة درهم ' و من غزا بنفسه في سبیل الله وأنفق في وجهه ذلک'

فله بکل درهم سبع مائة الف درهم - ثم تلا هذه الایه - والله یضاعف لمن یشاء"
یعني جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نہ نکلا ' صرف اپنے روپیہ سے جہاد میں مدد دي ' تو اسکو ہر ایک روپیہ کے بدلے سات سو روپیوں کا اجر ملیگا - یعنے اس انفاق میں سات سو درجہ زیادہ اجر ھے - اور جس نے روپیہ بھي لگایا اور خود شریک کار بھي ھوا ' تو اسکے لیے سات ہزار درجہ زیادہ اجر- پھر آپنے یہ آیت پڑھي " اللہ جس کسي کا اجر و ثواب چاھتا ھے دوگنا کردیتا ھے "

اسلام نے حقوق العباد پر جس قدر زور دیا ھے' معلوم ھے- علی الخصوص والدین اور اقرباء کے حقوق کہ ساري نیکیوں اور ھر طرح کي عبادتوں سے مقدم ٹھہرائے گئے - لیکن صرف یہي وہ عمل عظیم ھے جسکے لیے یہ حقوق بھي روک نہیں ھوسکتے - امت اور شریعت کي حفاظت ھي پر تمام افراد کي حفاظت موقوف ھے - پس اگر امت دشمنوں کے نرغہ میں ھے ' تو نیکي کا سب سے بڑا کام جو زمین پر ھوسکتا ھے مسلمانوں کے سامنے آگیا - اب اس بڑے کام کے لیے سارے چھوٹے کام چھوڑ دینے چاھئیں - ماں ' باپ ' بھائي ' بہن ' بیوي' بچے ' رشتے ناتے ' اپني اپني جگہہ سب حق ھیں - سب کا حق ادا کرنا چاھیے - لیکن خدا اور اسکي سچائي کا حق سب سے بڑا حق ھے - اُسکے رشتہ کے سامنے سارے رشتے ہیچ ھیں - پس اگر اُسکے کام کا وقت آگیا تو سب کو اُسکي خاطر چھوڑ دینا پڑیگا :

قل ان کان اباؤکم ' و ابناؤکم ' و اخوانکم ' و ازواجکم ' وعشیرتکم ' و امــوال اقترفتموھا ' و تجـــارة تخشــون کسادھا ' و مساکــن ترضونہا ' احب الیکــم من اللہ ورسولہ و جہاد في سبیلہ فتربصوا حتــی یاتــي اللہ بامرہ و اللہ لا یھدی القوم الفاسقین (۹ : ۲۵)

مسلمانوں سے کہدو کہ تمھارے والدین تمھاري اولاد ' تمھارے بھائي ' تمھاري بیویاں' تمھارا خاندان اور اسکے تمام رشتے' یہ مال و متاع جو تم نے کمایا ھے' یہ کارو بار و تجارت جسکے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ھو ' یہ تمھارے رھنے کے محل جن میں تمھارا دل اٹکا ھوا ھے' اگر تمھیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکي راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ھیں' اور تمھارے پائوں ان زنجیروں میں ایسے بندھگئے ھیں کہ اللہ کي پکار بھي اُنھیں نہیں ھلا سکتي ' تو جان لوکہ اللہ کا کام بھي تمھارا محتاج نہیں -نتائج کا انتظار کرو - یہانتک کہ اللہ کو جو کچھہ کرنا منظور ھے کر دکھائے - اللہ کا قانون ھے کہ وہ نافرمانوں پر کامیابي کي راہ نہیں کھولتا !

اگرچہ عمل کے اعتبار سے اس فرض کي تعميل اُس وقت لازم سے الزم هو جاتي هے جب حملۂ اعداء کي وجه سے خاص طور پر ضرورت پيش آجاے' ليکن عزم و استعداد کے لحاظ سے يه حکم کسي خاص وقت ميں محدود نهيں - هميشه اور هر حال ميں مسلمانوں کا فرض هے که دفاع اعداء کيليے طيار رهيں اور طياري کرتے رهيں - اوپر حديث گزر چکي هے که جو دل اسکے عزم و طلب سے خالي هوا' اُسپر ايمان کي جگه نفاق کا قبضه هوگيا :

و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوکم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم (۸ : ۶۰)

جسقدر بهي تم سے ممکن هو' دشمنوں کے مقابلے کيليے اپني قوت اور سازو سامان سے طيار رهو - تا که الله اور اُسکي اُمت کے دشمنوں پر تمهاري مستعدي ديکهکر خوف اور رعب چها جاے - تم پر حمله کرنے کي هر کسي کو جرأت نهو -

(عهد نبوت کا ايک واقعه)

يه قرآن و سنت کے احکام هيں - اب ديکهيں ' صاحب شريعت کا اس بارے ميں طرز عمل کيا رها هے ؟

هجرة کے نويں سال آنحضرة صلی الله عليه وسلم کو خبر ملي که روميوں کي فوج مسلمانوں پر حمله کرنے کيليے اکٹهي هو رهي هے - يه سنکر آپنے بهي طياري کا حکم ديديا ' او رتيس هزار مجاهدين کے ساتهه مدينه سے کوچ کرديا - چونکه يه فوج بڑي هي تنگدستي اور بے سروساماني کے حال ميں نکلي تهي - اٹهاره آدميوں کے حصے ميں صرف ايک سواري آئي تهي - جنگل کے پتے کها کر مسلمانوں نے گزاره کيا' اسليے اس فوج کا نام " جيش العسرة " مشهور هوا - الذين اتبعوه في ساعة العسرة (۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُسکے ايمان کي جگه لوهے اور گندهک کے سامان و اسلحه کي پرستش کر رهے هو - ليکن ايک وقت وه بهي تها' جب بے سرو سامان مسلمانوں کي يه بهيڑ نکلي تهي' تا که کرۂ ارضي کي سب سے بڑي متمدن قوم يعني روميوں سے مقابله کرے !

حضرة ابوبکر (رض) نے اسي دفاع کيليے اپنا تمام مال و متاع پيش کرديا تها - جب اُنسے پوچها گيا " ما ابقيت لاهلک " ؟ اپنے بيوي بچوں کيليے کيا چهوڑ آے هو ؟ تو اس پيکر ايمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب ديا تها " ابقيت لهم الله و رسوله " ! الله اور اُسکے رسول کو !

آنکس که ترا بخواست ' جانرا چه کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چه کند ؟
دیوانه کني هر دو جهانش بخشي
دیوانۂ تو هر دو جهان را چه کند ؟

تبوک نامي مقام پر پہنچے تو معلوم هوا مسلمانوں کي دلیرانه طیاریوں کا حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست هوگئے اور فوجیں منتشر کردي گئیں- آنحضرة نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینه واپس آگئے -

اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک هوے تھے - صرف تین شخص نه جاسکے - کعب بن مالک - هلال بن آمیه - مرارہ بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے هیں ' اور اُن ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبه کي بیعت میں حاضر هوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبه هوسکتا هے ؟ اُنکا شریک نه هونا کسي بري نیت سے نه تھا - سستي اور کاهلي سے آج کل کرتے رهے اور فوج کے ساتھه ملنے کا موقعه نکل گیا -

با ایں همه یه معامله الله اور اسکے رسول کي نظروں میں اسدرجه اهم هے که یه سستي اور کاهلي بھي ایک سخت جرم قرار پائي- معذرت کرنے کیلیے حاضر هوے تو توبه قبول نه هوئي - حکم هوا که گھر میں بیٹھو اور فیصلۂ وحي کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا که تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نه کوئي بات چیت کرے - نه ملے جلے - نه اور کسي طرح کا واسطه رکھے - پھر انکي بیویوں کو حکم ملا که وہ بھي الگ هوجائیں اور کوئي واسطه نه رکھیں - امام بخاري نے ایک طول طویل روایت خود حضرۃ کعب بن مالک کي زباني نقل کي هے اور اس واقعه کیلیے خاص باب باندھا هے - کعب کہتے هیں - همارا یه حال هوگیا تھا که سارا مدینه انسانوں سے بھرا تھا ' مگر همارے لیے نه ایک آنکھه دیکھنے والي تھي نه ایک زبان بات کرنے والي - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منه تکتے اور دیوانوں کي طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائي ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے هي منه دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نه ملا - الله الله ! کیا مسلمان تھے که انکا رشته تھا تو الله اور اسکے رسول کا رشته - زندگي تھي تو صرف اسي کے حکم پر ! الحب في الله والبغض في الله کي مجسم تصویر تھے !

غسان کے عیسائی بادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ہے - کعب کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ تمہارے آقا نے تمہاری ساری عمر کی خدمتوں کا یہ معاوضہ دیا - میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمہاری کیسی عزت ہوتی ہے ؟ کعب بن مالک کو خط ملاتو ایلچی کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ہم نے جس آقا کی چوکھٹ پر سر رکھا ہے ' اسکی گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمہیں کیا معلوم ؟ اسکی بے التفاتی بھی دوسروں کی محبت و عزت سے ہزار درجہ ہمیں زیادہ عزیز ہے :

اے جفا ہاے تو خوشتر ز رفاے دگران !

ان مومنین صادقین کی یہ آزمائش پورے پچاس دن تک جاری رہی - بالاخر اللہ تعالی نے توبہ قبول فرمائی اور سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی :

و علی الثلثة الذین خلفوا ' حتی ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم و ظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه - ثم تاب علیهم لیتوبوا - ان الله هو التواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمی جنکا معاملہ فیصلۂ الہی کیلیے ملتوی کردیا گیا تھا ' سو جب انکا یہ حال ہوگیا کہ تمام مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا ' زمین باوجود اپنی وسعت کے انپر تنگ ہوگئی ' اپنی زندگی سے بیزار ہوگئے ' اور انہوں نے دیکھہ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ہے مگر صرف اسی کی طرف ' تو پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کرلی - یقیناً اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہربانی رکھتا ہے !

حضرۃ کعب کو جب قبولیت توبہ کی بشارت ملی تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاہا -

اس واقعہ میں متعدد باتیں قابل غور ہیں :

(۱) رومیوں نے حملے کی طیاریاں کیں تو اسلام و امت کی حفاظت کیلیے دفاع کرنا ہر مسلمان پر فرض ہوگیا - موسم سخت گرمی کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروسامانی حد درجہ کی - مقابلہ اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھی - حجاز میں فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا اصلی وقت تھا - یہی فصل ملک کیلیے سال بھر کی خوراک تھی -

اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ھیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کونسے حالات عذر داري کے لیے مناسب ھوسکتے ھیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ھے کہ نہ کوئي عذر سنا گیا ' نہ کوئي مشکل رکاوٹ ھوسکي - حکم ھوا کہ سب کچھہ چھوڑ دو - ساري مصیبتیں جھیل لو - اور دشمنوں کو روکنے کیلیے نکل کھڑے ھو - سورۂ توبہ میں اسکا بڑا ھي عبرت انگیز تذکرہ ھے - یہ موقعہ تفصیل کا نہیں - قالوا لاتنفروا فی الحر - قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون [۹ : ۸۳]

(۲) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رھگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکي زندگیاں اسلام کي بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر ھوئي میں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رھتے تھے ' انھي کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انھي کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کي عبادت کا مقابلہ ھم اپني پوري نسلوں اور قوموں کي عبادت گزاریاں پیش کرکے بھي نہیں کرسکتے - حضرۃ کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے ھیں - جب اسلام کا کوئي ساتھي نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کي بیعت ثانیہ میں ۷۳ جان نثاروں نے بیعت کي تھي - یہ انھي عشاق اسلام میں سے ھیں - خود کہتے ھیں کہ کسي اسلامي خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رھا - ھر جنگ میں شرکت کي - ھر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کي شرکت سے بھي جو رھگئے' تو دل کی کسي کمزوري اور نیت کے فساد کي وجہ سے نہیں - چلنے کا تو پورا سامان کر لیا تھا - صرف یہ قصور ھوا کہ سستي اور کاھلي کي - پوري طرح مستعدي سے کام نہ لیا - تاھم دیکھو' یہ سستي اور کاھلي بھي خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائي کہ نہ تو کوئي پچھلي خدمت آڑے آسکي' نہ مدۃ العمر کي نیکیوں اور عبادتوں ھي نے کچھہ کام دیا - نہ کوئي بزرگي اور بڑائي اس معاملہ میں شفیع ھوسکي - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے ھوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کي گنجائش نکل سکي - سخت سے سخت سزا جو دي جاسکتي تھي' دي گئي - مسلمانوں سے اسلامي برادري کا رشتہ ھي توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باھر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاري اور عبادت و استغفار میں بسر ھوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کي گئي -

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے' معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسی آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ' جسقدر اس مضطرب روح کا ' جو توبہ کیلیے آسکی طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایـا کم ما بیـن السماء و الارض ' ثـم استغفـرتم ' اللـہ یغفـر لکم " (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے ہوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ' پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے ہوے آؤ تو دروازۂ مغفرت کھلا پاؤ گے - لیکن دیکھو ' امت کی حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا اللہ کی نظروں میں کیسا سخت جرم ہے کہ یکایک توبہ بھی قبول نہوئی - تینوں صحابی آپکی واپسی کے بعد پہلی ہی صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر ہوگئے تھے ' مگر حکم ملا کہ ابھی نہیں - انتظار کرو - پچاس دن سزا ؤ عقوبت کے گذرچکے تب کہیں توبہ قبول ہوئی !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یہ حال ہوا کہ ایمان اُنکا ایمان تھا ' اور نیکیاں اُنکی نیکیاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بھی ہماری بڑی بڑی عبادتیں مقابلـہ نہیں کرسکتیں ' تو خدا را بتلاؤ ' ہم بدبختوں اور سیہ کاروں کا کیا حشر ہوگا کہ نہ ایمان کی دولت ساتھہ ہے نہ طاعت و حسنات کی پونجی دامن میں - زندگی یکسر برباد غفلت و معصیت ' اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستی و نافرمانی - وہاں عزم و ایمان کے ساتھہ سہو و نسیان تھا مگر عذر قبول نہ ہوا - یہاں اعراض و نفاق کے ساتھہ صریح نافرمانی و انکار ہے اور پھر نہ ندامت ہے نہ توبۂ و انابت ! اُنکے ساتھہ سب کچھہ تھا اور کام نہ آیا - ہمارے پاس تو کچھہ بھی نہیں ہے - پھر کیا ہے جس نے آنے والے دن کی طرف سے ہماری روحوں کو بے فکر کردیا ہے اور ہمارے غافل دلوں پر بیخوفی کی موت چھا گئی ہے ؟ بتلاؤ ' زمین و آسمان میں کون ہے جو اُس دن ہمیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا ہاتھہ ہماری طرف بڑھیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

(ایک عام غلط فہمی)

البتہ یاد رہے کہ " جہاد " کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں - بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں - مخالفین اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے - حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی وسعت کو بالکل

محدود کردینا ھے - " جہاد " کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ھیں - قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جاے " جہاد " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے - یہ سعی زبان سے بھی ھے ' مال سے بھی ھے ' صرف وقت و عمر سے بھی ھے ' محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی ھے ' اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ھے - جس سعی کی ضرورت ھو ' اور جو سعی جسکے امکان میں ھو' اسپر فرض ھے - اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغۃ و شرع ' دونوں اعتبار سے داخل - یہ بات نہیں ھے کہ " جہاد " سے مقصود مجرد لڑائی ھی ھو - جہاد تو دل سے بھی ھے ' زبان سے بھی ھے ' ھاتھہ سے بھی ھے - دشمنوں کی فوج سے ایک خاص وقت ھی میں مقابلہ ھوسکتا ھے ' لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ھر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ھے " المجاھد من جاھد نفسہ فی ذات اللہ ' و المھاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ " سورۂ فرقان میں ھے فلا تطع الکافرین و جاھد ھم بہ جہاداً کبیرا (۲۵ : ۵۵) یعنے کفار کے مقابلہ میں کمال درجہ جہاد کرو - سورۂ فرقان بالاتفاق مکی ھے ' اور معلوم ھے کہ جہاد بالسیف یعنے لڑائی کا حکم ھجرۃ مدینہ کے بعد ھوا - پس مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رھا ھے ؟ جہاد بالسیف تو ھو نہیں سکتا - یقیناً وہ حق کی استقامت اور اسکی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا - مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رھا ' معلوم ھے - حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہیں اٹھائیں ' جیسی اللہ کے رسول اور اسکے ساتھیوں نے مکی زندگی میں - اسی پر جہاد کبیر کا اطلاق ھوا - اسی طرح منافقوں کے ساتھہ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا " جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم (۹ : ۶۶) حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رھے تھے - جنگ و قتال کی ضرورت ھی نہ تھی ' اور نہ انسے جنگ کی گئی - سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق و اتمام حجۃ و مقاومۃ فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ھے - بخاری و ابن ماجہ میں ھے کہ حضرۃ عائشہ نے پوچھا " علی النساء جہاد ؟ " کیا عورتوں کیلیے بھی جہاد ھے ؟ فرمایا " نعم جہاد ' لا قتال فیہ - الحج و العمرہ " ھاں ' جہاد ھے مگر اسمیں

لڑنا نہیں ھے - حج اور عمرہ - اس حدیث میں اُس سعی اور ترک وطن کی محنت کو جو حج و عمرہ میں پیش آتی ھے ' عورتوں کیلیے جہاد فرمایا ' اور کہا ایسا جہاد جسمیں لڑائی نہیں - اس سے معلوم ھوا کہ لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بھی حقیقت " جہاد " باقی رھتی ھے -

اگر اُمت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آگیا ' یا کسی جماعت مفسدین ارض پر امام نے حملہ کیا ' تو ایسے وقتوں میں بھی صرف نفس جنگ ھی نہیں بلکہ سعی و کوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ھیں - جسکی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ھے اور اُس نے مال دیا تو وہ بھی مجاھد ھے - جس نے زبان سے دعوۃ و تبلیغ کی وہ بھی مجاھد ھے - جس نے اس راہ میں اور کسی طرح کی تکلیف و محنت اُٹھائی ' وہ بھی مجاھد ھے - البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ھے اور اس سے پہلو تہی کرے ' تو اُسکا کوئی عذر نہیں سنا جایگا - اسکا شمار مومنوں کی جگہ منافقوں میں ھوگا - جو مال دیسکتا ھے اور نہ دیا ' تو وہ بھی ایمان و اخلاص کی زندگی سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر اللہ کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کی زبان اعلان حق اور دعوۃ الی الجہاد میں کھل سکتی ھے مگر نہ کھلی ' تو اُس نے بھی ایمان چھوڑ کر نفاق کی راہ اختیار کرلی - گو شیطان حیل و نفس خادع اسکو ھزاروں فریب دیتا رھے - ". افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر "(رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمۂ حق ھے جو شاھان جور و ظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جاے -

اور پھر ان سب سے بالا تر مرتبہ اُن مجاھدین کاملین اور اصحاب عزیمۃ عمل کا ھے ' جنکی زندگی سر تا سر جہاد فی سبیل اللہ ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگی صدق ' و عشق دعوۃ ھے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسی خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رھتے - بلکہ ھر صبح جو اُنپر آتی ھے ' جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ھوتی ھے ' اور ھر شام کی تاریکی جو اُنپر پھیلتی ھے ' وہ اسی راہ کی شام ھوتی ھے - اُنکی زندگی پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبۂ علیا و فضیلۃ عظمی کے اجر و ثواب سے خالی ھو - کائنات ھستی کے ھر عمل کی طرح یہ عمل بھی تین عنصروں سے مرکب ھے - دل ' زبان ' اعضاؤ جوارح - سو اُنکا دل ھمیشہ عشق حق اور عزم مقصد کی آتش شوق میں پھنکتا رھتا ھے - اُنکی

زبان همیشه اعلان حق، و دعوۃ الی اللہ، اور دفع و مقاومۃ کفر و ضلالت میں مشغول رهتي هے - اُنکے هاتهه اور اُنکے تمام جوارح کبهي اس راہ کي سعي و محنت سے نہیں تهکتے - اسکے بعد جہاد کا کونسا کام رهگیا جو انهوں نے نہیں کیا ؟ اور کونسا مرتبہ رهگیا جو اُنهوں نے نہیں پایا ؟ و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم !

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملگیا
هر مدعي کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

جہاد کي اس حقیقت کو سامنے رکهکر غور کرو، کہ انساني اعمال کي کونسي بڑائي اور عظمت هے جو اسکے دائرہ سے باهر رهگئي ؟ اور نوع انساني کي هدایت و سعادت کا کونسا عمل حق هے جو اسکے بغیر انجام پا سکتا هے ؟ پس یہي وجہ هے کہ شریعت نے اسکي اهمیت و فضیلت پر اسقدر زور دیا کہ ساري نیکیاں ساري عبادتیں اس سے پیچهے رهگئیں - سب کا حکم شاخوں کا هوا - جڑ یہي عمل قرار پایا - اس سے بڑهکر اور کیا دلیل فضیلت هو سکتي هے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا : " و الذي نفسي بیدہ، لودت اني اقتل في سبیل اللہ ثم احیا، ثم اقتل ثم احیا، ثم اقتل ثم احیا، ثم اقتل " (رواہ البخاري) خدا کي قسم ! اگر ممکن هوتا تو میں یہ چاهتا کہ اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں، پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں، پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں پهر زندہ هوں - پهر قتل کیا جاؤں - تاکہ اُسکي راہ میں جان دینے کي لذت و سعادت ایک هي مرتبہ میں ختم نہ هو جاے !

تمنت سلیمی ان نموت بحبها
و اهون شي عندنا ما تمنت !

(احکام قطعیۂ دفاع)

غرضکہ " دفاع " اسلام کے اُن بنیادي حکموں میں سے هے، جنکو ایک مسلمان مسلمان رهکر کبهي ترک نہیں کر سکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائي برابر بهي ایمان کي محبت باقي رهگئي هے، تو اُسکي طاقت سے باهر هے کہ اللہ کي یہ صداے حق سنے، اور اُسکا قلب غافل چونک نہ اُٹهے :

یا ایها الذین آمنوا ! مالکم اذا قیل لکم انفروا	مسلمانو ! تمہیں کیا هوگیا هے کہ جب تم سے کہا جاتا هے " اللہ کي راہ میں نکل

في سبيل الله ' اثاقلتم الى الارض ؟ ارضيتم بالحياة الدنيا من الاخرة ؟ فما متاع الحياة الدنيا في الاخرة الا قليل - [۹ : ۳۹]

کهڑے هو" تو تمهارے قدموں میں حرکت نهیں هوتي اور زمین پر ڈهیر هوے جاتے هو؟ کیا تم نے آخرة چهوڑ کر صرف دنیا هي کي زندگي پر قناعت کر لي ؟ اگر یهي بات هے تو یاد رکهو ' جس زندگي پر ریجهے بیٹهے هو' وہ تو آخرة کے مقابله میں بالکل هي هیچ هے !

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ' يعذبكم عذاباً اليما و يستبدل قوما غيركم ' ولا تضروه شيئا - و الله على كل شيء قدير ! (۹ : ۳۰)

یاد رکهو ! اگر تم نے حکم الهي سے سرتابي کي ' اور وقت کے آنے پر بهي راہ حق میں کمر بسته نهوے' تو الله نهایت هي سخت عذاب میں ڈالکر اسکي سزا دیگا ' اور تمهارے بدلے کسي دوسري قوم کو خدمت اسلام کیلیے کهڑا کردیگا - تم چهانت دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمهارا محتاج نهیں هے - تم هي اپني زندگي و نجات کیلیے اسکے محتاج هو !

اسلام اور مسلمانوں کي مخالفت ' اُنکي حکومتوں کے مٹانے' اور اُنکي آبادیوں اور شهروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتهي اور حامي هیں :

و الذين كفروا بعضهم اولياء بعض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي تو وہ ایک دوسرے کے ساتهي اور مددگار هیں -

مسلمانوں کي مخالفت میں خزانوں کے خزانے خرچ کر ڈالتے هیں :

و الذين كفروا ينفقون اموالهم ليصدوا عن سبيل الله -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي' تو وہ حق کي مخالفت میں اپنا مال خرچ کررهے هیں -

پس مسلمانوں کي بهي سب سے بڑي اسلامي و ایماني خصلت یه قرار پائي که :

و المومنون و المومنات بعضهم اولياء بعض - (۹ : ۷۲)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باهم ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار هیں !

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض تھہرا کہ اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وھاں کے مسلمان اُنکے مقابلہ کي کافي قوت نہ رکھتے ھوں، یا بالکل مغلوب و مقھور ھوگئے ھوں، تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ھے کہ انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُتھہ کھڑے ھوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کي حفاظت کیلیے اُتھتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں، جس طرح خود اپنے گھر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یہ نہ کوئي نیا مذھبي اجتہاد ھے، نہ کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقہ و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آئے ھیں، اور جو چھپي ھوئي بازاروں میں ھر جگہ ملتي ھیں، اور جن پر خود ھندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جارھا ھے، اُن سب میں یہ احکام موجود ھیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نہیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر ھو - اور پھر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب اللہ ھے جو اپنے ھر پارہ اور ھر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررھي ھے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں، اور یہ احکام اپني یکساں، غیر مبدل، اٹل، اور لا انتہا طاقت کے ساتھہ مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررھے ھیں !

" جہاد " کي بہت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي ھے - اور اُسکي بھي دو صورتیں ھیں - " ھجوم " اور " دفاع " - یعني افنسو (Offensive) اور ڈیفنسو (Defensive) در اصل ھجوم کي بنیاد بھي دفاع ھي ھے - یعنے جب تک دنیا میں عالمگیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ھو جاے، ضروري ھوا کہ حریف و مفسد قوتوں سے ھمیشہ مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیتھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں ھمیشہ مانع ھونگے -

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں ھیں - " کفایہ " اور " عین " - یہ وھي اعمال انساني کي قدرتي تقسیم ھے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ھے - " فرض

کفایہ " سے مقصود وہ احکام ہیں جو بہ حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض ہیں - نہ کہ بہ حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے ہیں کہ اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام ہو جانا چاہیے - یہ ضروری نہیں کہ ہر فرد بہ ذات خاص اُس میں حصہ لے - اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقی مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط ہوگیا - جیسے تجہیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البتہ ایک مسلمان کیلیے عزیمۃ اسی میں ہوگی کہ اداء فرض کفایہ میں بھی شخصاً حصہ لے -

دوسری قسم " اعیان " کی ہے - یعنے وہ فرائض جنکی فرضیت جماعت پر نہیں بلکہ فرداً فرداً ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بری الذمہ نہیں ہو جاسکتا - جیسے پانچ وقت کی نماز، روزہ، زکواۃ، حج -

شرعاً قتال کی پہلی صورت (یعنی ہجوم و مقابلہ کا دائمی سلسلہ) فرض کفایہ ہے - ضروری نہیں کہ بہ یک وقت ہر مسلمان اسمیں حصہ لے - ہر عہد میں مسلمانوں کی ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو یہ فرض انجام دیتی رہے - اگر ایک جماعت انجام دے رہی ہے تو کافی ہے - جو مسلمان شریک ہوگا، اُسکے لیے بڑا اجر ہے - جو شریک نہ ہوگا، اسکے لیے کوئی گناہ نہیں - صاحب ہدایہ (جسکا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور ہندوستانی عدالتوں میں محمڈن لا کی بنیادی کتاب ہے) لکھتے ہیں :

الجہاد فرض علی الکفایہ - اذا قام فریق من الناس، سقط عن الباقین * فان لم یقم بہ احد، اثم جمیع الناس بترکہ - لان الوجوب علی الکل (کتاب السیر)

جہاد فرض کفایہ ہے - جب مسلمانوں کی کوئی ایک جماعت اسکے لیے کھڑی ہوگئی، تو باقی مسلمانوں کیلیے ضروری نہ رہا - لیکن اگر کوئی گروہ اسکے لیے نہ اُٹھا، تو پھر تمام مسلمان جہاد ترک کردینے کی وجہ سے گناہگار ہونگے - کیونکہ فرض پوری قوم پر ہے -

سعدی چلپی حاشیۂ عنایہ میں اسکی شرح کرتے ہوے لکھتے ہیں :

اقول لاینبغي ان یفهم منه ان الوجوب علی جمیع اهل الارض کافـة حتی یسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم ' اذ لا یند فـع بقیامهم الشر عن الهنـود المسلمین - و ان قولـه تعالیٰ قاتلوا الذین یلونکم من الکفـار یدل علی ان الوجوب علی اهل کل قطر یقربون الکفار - (مجموعۂ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

ہدایہ کي عبارت کا یہ مطلب نہ سمجھا جاے کہ اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یہ فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بھي ساقط ھوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جہاد قائم رکھا تو ھندوستان کے مسلمانوں پر سے ساقط ھوگیا - کیونکہ مقصود قیام جہاد سے یہ ھے کہ مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظاھر ھے کہ مسلمانان روم کے جہاد کرنے سے مسلمانان ھند محفوظ نہیں ھو جاسکتے - وہ تو جبھي ھونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں - پس مطلب یہ ھے کہ ھر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایہ ھے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یہ فرض انجام دیتي رھي ' تو وھانکے بقیہ مسلمانوں پر سے ساقط ھوگیا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقي رھي - قرآن میں ھے : قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - اس سے بھي یہي ثابت ھوتا ھے کہ اُن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب ھوں ' قتال واجب ھے - انتھیٰ -

اور فتح الباري میں ھے " ھو فرض کفایۃ علی المشھور ' الا ان تدعو الحاجۃ الیہ " اسکے بعد کہا " و ان جنس جہاد الکفار متعین علی کل مسلم ' إما بیدہ و إما بلسانہ و إما بمالہ و إما بقلبہ " [جلد ۶ : ۲۸] یعني جہاد کي یہ قسم فرض کفایہ ھے - باقي رھا نفس جہاد ' تو وہ ھر مسلمان پر فرض ھے ' کسي کیلیے ھاتھہ سے ' کسي کیلیے مال سے ' کسي کیلیے دل سے -

یہ صورت تو اُس قتال کي ھے جسکي صورت حملۂ و ھجوم کي ھوگي ' اگرچہ مقصد اسکا بھي دفاع ھي ھے - دوسري قسم " دفاع " ھے - یعني جب کوئي غیر مسلم حکومت یا جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حملہ کا قصد کرے ' تو اُس حملۂ و تسلط کو ھر طرح مقابلہ کرکے روکنا ' اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور ھر طرح کے قبضۂ و اثر سے محفوظ رکھنا -

یہ فرض کفایہ نہیں ہے ' بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقي مسلمان بري الذمہ نہیں ہو جاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھہ لینے سے باقي مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتي - اسي هدایہ میں ہے - " الا ان یکون النفیر عاماً فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " نفیر " نفر " سے ہے - " نفر " کے معني هیں تیزي کے ساتھہ ایک جگہ سے دوسري جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائي کیلیے ہو " نفیر " کا اطلاق ہوا - قران میں ہے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یہ ہے کہ اگر حفظ و دفاع کي ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ' تو پھر جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - ابن همام اسکي شرح میں لکھتے هیں :

هذا اذا لم یکن النفیر عاماً ' فاذا کان النفیر عاماً بان هجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ' فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقا - (فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایہ کي صورت اسوقت تک ہے کہ عام نفیر کي حالت نہو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسي شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کیا ' تو اسوقت جنگ کرنا ہر مسلمان فرد پر فرض عین ہو جائیگا - خواہ جنگ کیلیے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق -

اور عنایہ میں ہے :

ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و هو یقدر علیه - (مجموعہ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کي حالت ہو ' تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائیگا جو دشمن سے قریب ہوں اور اسپر قابو رکھتے ہوں -

اسي طرح سراجیہ ' در المختار ' شامي وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجهاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ' فاذا اقام به البعض ' یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاماً ' فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

جملۂ و هجوم کے دائمي جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہے) بعض جماعتیں مستثني هیں - مثلاً عورتیں اور نوکر - عورتوں کیلیے

شوهر کي خدمت اور چاکر کيليے آقا کي خدمت مقدم هے - ليکن اگر دفاع کي ضرورت پيش آگئي هو تو اسکي فرضية ايسي همه گير اور بالا تر هے که بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروہ ' کوئي فرد ' مستثنی نهيں هوسکتا - بيوي بلا شوهر کي اجازت کے نکل کهڑي هو- غلام بلا آقا کے اذن کے مشغول جهاد هو جاے - هدايه ميں هے :

فان هجم العدو علی بلد ' وجب علی جميع الناس الدفع ' تخرج المرأة بغير اذن زوجها و العبد بغير اذن المولی - لانه صار فرض عين و ملک اليمين ورق النکاح لا يظهر في حق فروض الاعيان کما في الصلوة والصوم - بخلاف ما قبل النفير ' لان بغير هما مقنعا فلا ضرورة الی ابطال حق المولی والزوج (کتاب السير)

ليکن اگر دشمنوں نے کسي شهر پر حمله کيا ' تو پهر تمام لوگوں پر دفاع فرض هوگيا - بيوي بلا شوهر کي اجازت کے اور غلام بلا آقا کے اذن کے دفاع ميں حصه لينگے - اسليے که اب جهاد فرض عين هوگيا ' اور جو فرائض ايسے هيں ' انپر مالکيت اور زوجية کے حقوق موثر نهيں هوسکتے - جيسے نماز اور روزہ - اگر نماز کا وقت آگيا هے تو عورت پر نماز فرض هوگئي - شوهر کے اذن پر موقوف نهيں - البته نفير سے پہلے يه صورت نه تهي - اسوقت عورتوں اور غلاموں کي شرکت کے بغير بهي يه فرض ادا هوسکتا تها - پس ضرورت نه تهي که شوهر اور آقا کے حقوق باطل کيے جائيں -

هم نے هدايه اور متداول کتب فقه کي عبارتيں سب سے پہلے اسليے نقل کيں که ان کتابوں کے نام سے هندوستان کي سرکاري عدالتيں بهي آشنا هيں - اور هر انگريز قانون داں جانتا هے که محمدن لا کيليے هندوستاني عدالتوں ميں سب سے زياده معتبر اور بنيادي کتاب يهي هے - اسکا انگريزي ترجمه بهي هوچکا هے - پس بآساني ديکهه ليا جاسکتا هے که في الحقيقت اسلام کے احکام شرعي يهي هيں يا نهيں ؟ ورنه تمام کتب تفسير و حديث ميں يه احکام موجود هيں - امام بخاري نے باب باندها هے " وجوب النفير " يعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پيش آ جاے

تو قتال کيليے سب کا اٹهه کهڑا هونا واجب هے - پهر آية انفروا خفافاً و ثقالا اور ما لکم اذا قيل لکم انفروا الخ سے وجوب پر استدلال کيا هے - اسکے بعد حضرة ابن عباس کي روايت درج کي هے " لا هجرة بعد الفتح و لکن جهاد و نية و اذا استنفرتم فاستنفروا " يعني وہ جو اوائل اسلام ميں ايک

خاص طرح کي هجرة فرض هوئي تهي ' تو فتح مکه کے بعد اسکي ضرورت نہیں رهي - البته جهاد اور عزم جهاد قیامت تک باقي هے - تو جب جمع هونے کیلیے پکارے جاؤ ' جمع هو جاؤ اور جهاد کرو -

فتح الباري میں هے " الا ان تدعو الحاجة الیه کان ید هم العدو و یتعین علی من عینه الامام " - (جلد ۶ : ۲۸)

اور موطا امام مالک میں هے " اذا کان الکفار مستقرین ببلاد هم ' فالجهاد فرض کفایة ' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقین ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمین ' وجب علی الاعیان " شاه ولي الله اسکي شرح میں لکهتے هیں " نزدیک استنفار جهاد فرض علی الاعیان مي شود - استنفار را چوں منقح کنیم حاصل شود حالتی که مقتضای استنفار شده است از قصد کفار بلاد مارا ' و قیام حرب درمیان جیوش مسلمین و کافرین ' و عدم کفایه ازاں مسلماناں ' و انچه بداں ماند " (مسوی جلد ۲ - ۱۲۹)

شاه صاحب کے بیان سے یه بات بهي واضح هوگئي که نفیر کي صورت کیا هے ؟ تو یه ضرور نہیں که کوئي خاص شخص مسلمانوں کو یه کهکر پکارے که آؤ جهاد کرو - مقصود یه هے که ایسي حالت پیدا هو جاے جو مقتضاے نفیر هے - پس جب غیر مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کیا تو جهاد فرض هوگیا اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زیاده قوي هو اور انکے شکست کا خوف هو ' تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض هو جائیگا - خواه کوئي پکارے یا نه پکارے - پکارنے والا نہیں هے تو یه مسلمانوں کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا که داعي کا انتظام کریں - یہي حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آجاے تو خواه موذن کي صداے " حي علی الصلاة " سنائي دے یا نه دے ' وقت کا آ جانا وجوب کیلیے کافي هے -

جب دفاع کا فرض عین هونا واضح هوگیا ' تو اب معلوم هونا چاهیے که اس فرض کي انجام دهي کیلیے شریعت نے ایک خاص ترتیب اختیار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر وهي اس معامله کي قدرتي اور صحیح ترتیب هوسکتي تهي - صورت اُسکي یه هے که جب غیر مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کیا ' تو اُس شہر کے تمام مسلمانوں پر به مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عین هوگیا - باقي رهے دیگر ممالک کے

مسلمان ، تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کیلیے
کافی قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوی ہے - یا رکھتے ہیں اور
غفلت و تساہل کرنے لگے ہیں ، تو اُس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام
دنیا کے مسلمانوں پر بھی دفاع فرض عین ہو جائیگا - بالکل اسیطرح جیسے
نماز اور روزہ - مگر صورت اُسکی یوں ہوگی کہ پہلے اُن مقامات سے قریب تر
مقام کے مسلمانوں پر - پھر اُن سے قریب تر پر - پھر اُنسے قریب تر پر -
حتی کہ مغرب و مشرق جنوب و شمال ، تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر
فرض ہوجایگا - اُسوقت سارے فرائض ، سارے وظائف ، سارے کام ، ملتوی
کردینے چاہیئیں - بمجرد اطلاع ہر مسلمان کو اپنی تمام قوتوں اور تمام
سامانوں کے ساتھہ وقف دفاع ملت و جہاد فی سبیل اللہ ہو جانا چاہیے -
اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ہونگے - سب مبتلاے
معصیت و فسق ہونگے - ایسی معصیت ، ایسا فسق ، ایسا عدوان ، ایسا
نفاق ، جسکے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے - اگر قیامت کا آنا حق ہے ،
اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے ، تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت
کیا جواب ہوگا ، جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کروروں کی تعداد
میں زندہ و سلامت موجود تھے - تمھارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لی
گئی تھی - تمھاری قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمھارے کان بہرے
نہ تھے - نہ ہاتھہ کٹے ہوے اور پانؤں لنگڑے ! - پھر تمھیں کیا ہوگیا تھا کہ
تمھارے سامنے تمھارے بھائیوں کی گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں چل گئیں -
وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہوگئے - اسلام کی آبادیاں غیروں کے
قبضۂ و تسلط سے پامال ہوگئیں - پر نہ تو تمھارے دلوں میں جنبش ہوئی ،
نہ تمھارے قدموں میں حرکت - نہ تمھاری آنکھوں نے ایک آنسو بخشا ،
نہ تمھارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستی کے قفل ٹوٹے ؟ تم نے چین
اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادی ملت اور پامالی اسلام کا یہ خونین
تماشہ اسطرح دیکھا ، جیسے بے درد تماشائی سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر
ڈوبتے ہوے جہازوں اور بہتی ہوئی لاشوں کا نظارہ کرتے ہیں !

ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ہے :

فیجب علی جمیع اہل تلک البلدۃ النفر ، وکذا من یقرب

اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کیلیے

منهم ان لم يكن باهلها كفاية ' وكذا من يقرب ممن يقرب ان لم يكن بمن يقرب كفاية ' او تكاسلوا ' او عصوا ' و هكذا ' الى ان يجب علــى جميع اهــل الاسلام شرقاً و غرباً - (جلد ۴ - صفحه - ۸۲۰)

اُٹھہ کھڑا ہونا فرض عین ہو جائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ہیں اور مقابلہ کیلیے وہاں کے مسلمان کافي نہیں ' تو جو مسلمان اُنسے قریب ہونگے ' انپر بھي فرض عین ہو جائیگا - اور اگر وہ بھي کافي نہیں ' یا انہوں نے سستي کي ' یا دانستہ انکار کیا ' تو پھر اُن لوگوں پر جو ان سے قریب ہوں یہ فرض عائد ہوگا - اسي طرح یکے بعد دیگرے - حتی کہ تمام مسلمانوں پر مشرق میں ہوں یا مغرب میں ' دفاع کیلیے اُٹھہ کھڑا ہونا فرض ہوجایگا - انتہی -

ایسا ہي تمام کتب معتمدۂ فقہ میں ہے - عبارتوں کے نقل و ترجمہ میں طول ہوگا - ردالمحتار وغیرہ شروح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے " فامامن ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض كفاية عليهم حتى يسعهم تركه ' اذا لم يحتج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة ' اولم يعجزوا عنها لكنهم تكاسلوا ' فانه يفترض على من يليه فرض كالصلوة و الصوم لا يسعهم تركه ' ثم و ثم ' الى ان يفترض على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

اور عنایہ شرح ہدایہ میں ہے " ثم الجهاد يصير فرض عين عند النفير العام على من يقرب من العدو و هو يقدر عليه ' و اما من ورائهم فلا يكون فرضا عليهم الا اذا احتيج اليهم ' اما لعجز القريب و اما للتكاسل ' فحينئذ يفرض على من يليهم " الخ -

اور شرح موطا میں ہے " فان لم تقع الكفاية بمن نزل بهم ' يجب على من بعد منهم من المسلمين عونهم " (جلد ۲ - ۱۲۹)

البتہ یاد رہے کہ یہ دفاع کي عام صورت ہے - لیکن دو حالتیں شرعاً ایسي بھي ہیں ' جن میں یکے بعدیگرے اس ترتیب وجوب او رالاقرب فالا قرب کي ضرورت باقي نہیں رہتي - تمام مسلمانان عالم کیلیے ایک وقت میں اور ایک ہي دفعہ دفاع ضروري ہوجاتا ہے - پہلي حالت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت ہو یا اُسکی بے بسی و بے چارگي کی ایسي حالت ہوجاے کہ بلا مسلمانان عالم کی مجموعی اعانت کے مخلصي ممکن نہو - دوسري صورت یہ ہے کہ اسلام کے عین مرکزي مقام پر غیر مسلم

قابض هونا چاهیں جنکو همیشه غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھنا هر مسلمان کا فرض هے خواه وه دنیا کے کسی حصه میں هو - یعنی جزیرۂ عرب - تفصیل اسکی آگے آتی هے -

(جزیرۂ عرب و بلاد مقدسه)

کوئي قوم زنده نہیں رهسکتي ' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نه هو - کوئي تعلیم باقي نہیں رهسکتي ' جب تک اُسکي ایک زندهٔ و قائم درسگاه نه هو - کوئي دریا جاري نہیں رهسکتا ' جب تک ایک محفوظ سر چشمه سے اُسکا لگاؤ نه هو -

نظام شمسي کا هر ستاره روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي هي سے حاصل کرتا هے - اُسي کي بالاتر جاذبیة هے جو یه پورا معلق کارخانه سنبھالے هوے هے ! الله الذي رفع السمـاوات بغیر عمـد ترونها ' ثم استـوی علی العرش ' و سخر الشمس و القمر ' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یہي قانون الہي هے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني هیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و هدایت کے قیام کیلیے هر طرح کے مرکز قرار دیے ' ضرور تھا که ایک ارضي مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا - اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یه موقعه نہیں ' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یہي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي هدایت و سعادت کیلیے مرکزي سرچشمه اور روحاني درسگاه قرار پائي - اور چونکه سر زمین حجاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي ' وهي اسلام کا اولین موطن ' وهي اسکا سب سے پہلا سر چشمه تھا ' اسلیے ضرور تھا که اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وهي حکم هوتا جو اصل مرکز کا - لہذا یه تمام سر زمین بھي که حجاز کي " وادي غیر ذي زرع " کو گھیرے هوے هے ' اسي حکم میں داخل هوگئي - ذلک تقدیر العزیز العلیم !

" مرکز ارضي " سے مقصود یه هے که اسلام کي دعوة ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوة تھي - وه کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نه تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے هوے اجزاء کو ایک دائمي متحده قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا که کوئي ایک مقام

یسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزي نقطہ ہوتا - سارے بکھرے ہوے اجزاء وہاں پہنچکر سمٹ جاتے - تمام پھیلي ہوئي شاخین وہاں اکٹھي ہوکر جڑ جاتیں - ہر شاخ کو اُس جڑ سے زندگي ملتي ' ہر نہر اُس سر چشمہ سے سیراب ہوتي - ہر ستارہ اُس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - ہر دوري اُس سے قرب پاتي - ہر فصل کو اُس سے مواصلت ملتي - ہر انتشار کو اُس سے اتحاد ویگانگي حاصل ہوتي - وہي مقام تمام اُمت کي تعلیم و ہدایت کیلیے ایک وسطي درسگاہ کا کام دیتا - وہي تمام کرۂ ارضي کي پھیلي ہوئي کثرت کیلیے نقطۂ وحدت ہوتا - ساري دنیا ٹھنڈي پڑ جاتي ' پر اُسکا تنور کبھي نہ بجھتا - ساري دنیا تاریک ہو جاتي ' مگر اُسکي روشني کبھي نہ بجھتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باھمي جنگ و جدل اور فتنۂ و فساد سے خون ریزي کي دوزخ بن جاتي ' پھر بھي ایک گوشہ ایسا ہوتا جو ہمیشہ امن و رحمت کا بہشت ہوتا ' اور انساني فتنۂ و فساد کي وہاں پر چھائیں بھي نہ پڑ سکتي - اُسکا ایک ایک چپہ مقدس ' اُسکا ایک ایک کونہ خدا کے نام پر محترم ' اور اُسکا ایک ایک ذرہ اسکے جلال و قدوسیت کا جلوہ گاہ ہوتا - خونریز اور سرکش انسان ہر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلودہ کر سکتا ' پر اُسکي فضاء مقدس ہمیشہ پاک و محفوظ رہتي ' اور جب زمین کے ہر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانہ خداوندي کا اعلان کرتي تو وہ خدا کي سچي پادشاہت کا تخت گاہ ہوتي - دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور آتھان کا کیسا ہي سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچي توحید اور بے میل خدا پرستي کا وہ ایک ایسا گھر ہوتا ' جہاں خدا اور اُسکي صداقت کے سوا نہ کسي خیال کي پہنچ ہوتي ' نہ کسي صدا کي گونج اُٹھہ سکتي - وہ انسان کي پھیلي ہوئي نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گھر ہوتا کہ کٹ کٹ کر قومیں وہاں جڑتیں ' اور بکھر بکھر کے نسلیں وہاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کي طرف اڑتے ہیں ' اور پروانوں کو تم نے دیکھا کہ روشني کي طرف دوڑتے ' ٹھیک اُسي طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اُسکي طرف دوڑتے ' اور زمین کي خشکي و تري کي وہ ساري راہیں جو اُس تک پہنچتیں ' ہمیشہ مسافروں اور قافلوں سے بھري رہتیں - دنیا بھر کے زخمي دل وہاں پہنچتے اور شفا اور تندرستي کا مرہم پاتے ' اور بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کي ٹھنڈک ہوتي -

گناہ کي کثافتوں سے آلودہ جسم جب وہاں لائے جاتے ' اور محرومي و نا مرادي کي مايوسيوں سے گھائل دل جب چيختے اور تڑپتے ہوے اُسکي جانب دوڑتے ' تو اسکي پاک ہوا اميد و مراد کي عطر بيزي سے مشکبار ہوجاتي ' اسکے پہاڑوں کي چوٹياں خدا کي محبت و بخشش کے بادلوں ميں چھپ جاتيں ' اور اُسکي مقدس فضاء ميں رحمت کے فرشتے غول در غول اُترکر اپني معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبوليت کي بشارتيں بانٹتے !

شاخوں کی شادابي جڑ پر موقوف ھے - درختوں کي جڑ اگر سلامت ھے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑنہيں سکتا - دس ٹہنياں کاٹ دي جائيں گي ' تو بيس نئي نکل آئينگي - اسيطرح قوم کا مرکز اگر محفوظ ھے ' تو اسکے بکھرے ہوے ٹکڑوں کي بربادي سے قوم نہيں مٹ جا سکتي - سارے ٹکڑے مٹ جائيں ' مگر مرکز باقي ھے تو پھر نئي نئي شاخيں پھوٹينگي اور نئي نئي زندگياں پھيليں گي - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعي دائرہ کيليے خليفۂ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرايا ' اُسي طرح اُنکي ارضی وسعت و انتشار کيليے عبادتکدۂ ابراھيمي کا کعبۃ اللہ ' اسکی سر زمين حجاز ' اور اُسکا ملک جزيرۂ عرب مرکز قرار پايا - يہي معني ان آيات کريمہ کے ھيں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البيت الحرام قياماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ھے ' لوگوں کے بقاؤ قيام کا باعث ٹھہرايا -

اور

و اذ جعلنا البيت مثابۃ للناس و امنا (۲ : ۱۲۵)	اور جب ايسا ہوا کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کيليے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنايا -

اور

من دخلہ کان امنا (۳ : ۹۷)	جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گيا تو اسکے ليے پھر کسي طرح کا خوف اور ڈر نہيں -

اور يہي علت تھي تحويل قبلہ کي - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھي :

و حيث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲ : ۱۵۰)	اور تم کہيں بھي ہو ' ليکن چاھيے کہ اپنا رخ اسي کي جانب رکھو !

کیونکه جب یهي ارضي مرکز قرار پایا ' تو تمام افراد قوم کیلیے لازمي هوا که جهاں کهیں بهي هوں ' رخ انکا اسي طرف رهے - دن میں پانچ مرتبه اپنے قومي مرکز کے طرف متوجه هوتے رهیں - اور من جمله بے شمار مصالح و حکم کے ' ایک قوي ترین حکمت فریضۂ حج میں یهي هے که ساري اُمت ' تمام کرۂ ارضي ' اور تمام اقوام عالم کو ' حج فرض کرکے اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگي بخشدي :

وادن فی الناس بالحج
یاتوک رجالا و علی کل
ضامر یاتین من کل فج
عمیق (۲۲ : ۲۸)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پهر ایسا هوگا که ساري دنیا کو یه گوشۂ برکت کهینچ بلایگا - دور دور سے لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے اور گروہ پهنچیں گے !

(احکام شرعیه)

اس مرکز کے قیام و بقاء کیلیے سب سے پہلي بات یه تهي که همیشه کیلیے اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جب تک یه خصوصیت قائم نه کي جاتي ' امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبه مصالح حاصل نهیں هوسکتے تهے -

---

چنانچه اسي بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا که انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامهم هذا - مسجد حرام کے حدود صرف توحید کي پاکي کیلیے مخصوص هیں - اب آینده کوئي غیر مسلم اسکے قریب بهي نه آنے پاے - یعنی نه صرف یه که وهاں غیر مسلم نه رهیں ' بلکه کسي حال میں داخل بهي نه هوں - جمهور اهل اسلام نے اتفاق کیا که مسجد حرام سے مقصود صرف احاطۂ کعبه هي نهیں هے ' بلکه تمام سرزمین حرم هے - اور اسي طرح احادیث صحیحۂ و کثیره سے جو حضرۃ علي ' سعد بن وقاص ' انس ' جابر ' ابو هریره ' عبد الله بن زید ' رافع بن خدیج ' سهل بن حنیف ' وغیرهم اجلۂ صحابه سے مروي هیں ' ثابت هوچکا هے که مدینه کي زمین بهي مثل مکه کے حرم هے اور عیر و ثور اسکے حدود هیں - " المدینة حرام ما بین عیر الی ثور " اخرجه الشیخان - اور روایت سعد که " اني احرم ما بین لابتی المدینه ان یقطع عضاهها

ار یقتل صیدها " رواہ مسلم - اور روایت انس متفق علیہ کہ " اللهم ان ابراهیم حرم مکه ' و انی احرم ما بین لا بتیها " (۱)

یہ احکام تو خاص اس مرکز کی نسبت تھے - باقی رہا اسکا گرد و پیش ' یعنی جزیرۂ عرب ' تو گو اسکے لیے اسقدر اہتمام کی ضرورت نہ تھی کہ اسمیں غیر مسلم کا داخلہ تک روک دیا جاے ' تاہم اسکا خالص اسلامی ملک ہونا ضروری تھا - تاکہ اسلامی مرکز ارض کا گرد و پیش اور اسکا مولد و منشاء ہمیشہ غیروں کے اثر سے یکقلم محفوظ رہے -

اسلام کا جب ظہور ہوا تو علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصارا کی بھی ایک بڑی جماعت جزیرۂ عرب میں آباد تھی - مدینہ میں یہودیوں کے متعدد قبیلے تھے - خیبر میں انھی کی ریاست تھی - یمن میں نجران عرب عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا - مدینہ کی سرزمین خود آپکی زندگی ھی میں یہودیوں سے خالی ہوگئی - آخری جماعت جو مدینہ سے خارج کی گئی بنو قینقاع اور بنو حارثہ کا گروہ تھا - امام مسلم نے ابن عمر کا قول نقل کیا ہے " ان یہود بنی النضیر حاربوا رسول الله صلعم فاجلی بنی النضیر و اقر قریظه و من علیهم ' حتی حاربت قریظه فقتل رجالهم و قسم اولادهم و نسائهم بین المسلمین الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ' و اجلی یہود المدینة کلهم بنی قینقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و یہود بنی حارثه و کل یہودی کان بالمدینه "

بخاری و مسلم میں اس آخری اخراج کا واقعہ بروایت حضرة ابو ہریرہ مروی ہے - آپ صحابہ کو ساتھہ لیکر یہودیوں کی تعلیم گاہ میں تشریف لیگئے اور فرمایا " یا معشر الیهود اسلموا تسلموا " اسلام قبول کرو - نجات پاؤگے - پھر فرمایا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و انی ارید ان اجلیکم من هذه الارض فمن وجد منکم بماله شیئاً فلیبعه ' و الا ' فاعلموا ان الارض لله و رسوله " میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تم کو اس ملک سے خارج کردوں - پس اپنا مال و متاع فروخت کرنا چاھو تو کردو - ورنہ جان رکھو کہ اس ملک کی حکومت صرف الله اور اسکے رسول ھی کیلیے ہے -

---

(۱) زیادہ مفصل بحث رسالہ جامع الشواهد میں لکھہ چکا ہوں - اس رسالہ کا اصل موضوع مسئلہ خلافت ہے - یہ تذکرہ ضمناً آگیا ہے - پس اشارات پر اکتفا کیا گیا -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رهگئے تھے جہاں سے یہود و نصارا کا اخراج نه هوسکا تها - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائي که آینده جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جو غیر مسلم اس ملک میں باقي رهگئے هیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاري نے باب باندها هے " اخراج الیهود من جزیرة العرب " اسمیں پہلي روایت یہود مدینه کے اخراج کي لاے هیں جو اوپر گزر چکي - دوسري روایت حضرت ابن عباس کي هے که آنحضرة صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کي وصیت فرمائي تهي - ایک یه تهي " اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب " حافظ ابن حجر لکھتے هیں " اقتصر علی ذکر الیهود لانهم یوحدون الله تعالی الا القلیل و مع ذلک امر باخراجهم ' فیکون اخراج غیرهم من الکفار بطریق اولی " (فتح الباري - ۶ : ۱۹۴) یعني امام بخاري نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یه هے که تمام غیر مسلم اقوام میں یہودي سب سے زیاده توحید کے قائل هیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاهب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت هوگیا - حضرة عمر کي روایت میں " یہود و نصاری " کا لفظ هے " لاخرجن الیهود و النصاری من جزیرة العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواه مسلم و احمد و الترمذي و صححه - ابو عبیده بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا هے " اخر ماتکلم به رسول الله صلعم اخرجوا یهود اهل الحجاز و اهل نجران من جزیرة العرب " حضرة عائشه کي روایت میں اسکي علت بهي واضح کردي هے " آخر ما عهد رسول الله صلعم ان قال لا یترک بجزیرة العرب دینان " رواه احمد - یعنی سب سے آخري وصیت رسول الله کي یه تهي که جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نه هوں - یعنے صرف اسلام کیلیے مخصوص هوجاے - امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شهاب کے مراسیل نقل کیے هیں اور مصمودي و غیرهم نے باب باندها هے " اخراج الیهود والنصاری من جزیرة العرب " عمر ابن عبد العزیز کي روایت میں هے " کان من آخر تکلم به رسول الله صلعم انه قال قاتل الله الیهود و النصاری ' اتخذوا قبور انبیائهم مساجد - لا یبقیان دینان بارض العرب " اور ابن شهاب کا لفظ هے " لا یجتمع دینان في جزیرة العرب " حضرة عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل الله الیهود و النصاری " جو نقل کیا هے ' تو حضرة عائشه سے صحیحین وغیرها میں بطریق رفع بهي ثابت هے - حافظ نواوي نے گو امام بخاري کا اتباع کیا اور " اجلاء الیهود "

کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں " اخراج الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرۂ عرب والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي ھیں - یہ وصیۃ نبوي علاوہ طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' اور سنن بیہقي وغیرہ میں بھي مختلف طریقوں سے مروي ھے ' اور سب کا مضمون متحد اور باھمدگر اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ھے -

احکام شرعیہ دو قسم کے ھیں - ایک قسم اُن احکام کي ھے جنکا تعلق افراد کي اصلاح و تزکیہ سے ھوتا ھے - جیسے تمام اوامر و نواھي اور فرائض و واجبات - دوسرے وہ ھیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسیات سے ھوتا ھے - جیسے فتح ممالک و قوانین سیاسیۃ و ملکیہ - سنۃ الہي یوں واقع ھوی ھے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي زندگي ھي میں بتدریج تکمیل تک پہنچ جاتے ھیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کیلیے ایسا ھونا ضروري نہیں - بسا احکام ایسے ھوتے ھیں جنکے نفاذ و وقوع کیلیے ایک خاص وقت مطلوب ھوتا ھے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ تک پہونچتے ھیں - پس اُنکي نسبت یا تو بطریق پیشین گوئي کے خبر دیدي جاتي ھے - یا اپنے جا نشینوں اور امت کو وصیت کردي جاتي ھے -

یہ معاملہ اسي دوسري قسم میں داخل تھا - پس ضرور نہ تھا کہ اسکا پورا پورا نفاذ خود آنحضرۃ صلعم کي حیات طیبہ ھي میں ھو جاتا - آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے نفاذ شروع کردیا - یہود خیبر سے ابتدا ھي میں شرط کرلي تھي کہ جب ضرورت ھوگي ' اس سر زمین سے خارج کردیے جاؤگے - پھر تکمیل کیلیے اپنے جا نشینوں کو وصیت فرمادي - چنانچہ حضرۃ عمر (رض) کے زمانے میں تکمیل کا وقت آ گیا - اور یہود خیبر نے طرح طرح کي شرارتیں اور نافرمانیاں کرکے خود ھي اسکا موقعہ بہم پہنچا دیا - پس حضرۃ عمر نے اس وصیت کی تحقیق کي ' اور جب پوري طرح تصدیق ھوگئي تو تمام صحابہ کو جمع کرکے اعلان کردیا - سب نے اتفاق کیا ' اور یہود خیبر و فدک خارج کردیے گئے - اسي طرح نجران سے عیسائیوں کا اخراج بھي عمل میں آیا - امام زھري نے ابن عتبہ سے اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا ھے " ما زال عمر حتی وجد الثبت عن رسول اللہ انہ قال لا یجتمع بجزیرۃ العرب دینان ' فقال من کان

لہ من اہل الکتابین عہد فلیات بہ ' الفذ لہ ' والا فانی مجلیکم ' فاجلا ہم "
(اخرجہ ابن ابی شیبہ) امام بخاری نے یہود خیبر کے اخراج کا واقعہ
کتاب الشروط کے باب " اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتک " میں
درج کیا ہے' اور ترجمۂ باب میں استدلال ہےکہ یہود خیبر کا تقرر پہلے ہی سے
عارضی و مشروط تھا - بالاستقلال نہ تھا - حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرۃ
عمر کے اجلاء کردہ اہل کتاب کی تعداد چالیس ہزار منقول ہے - (۱)

پس صاحب شریعت کے قول و عمل ' آنکے آخرین لمحات حیات کی
وصیت ' حضرۃ عمر کے فحص و تصدیق ' تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام نے ہمیشہ کیلیے جزیرۂ عرب کو صرف اسلامی
آبادی ہی کیلیے مخصوص کردیا ہے - الا یہ کہ کسی مصلحت سے خلیفۂ
وقت عارضی طور پرکسی گروہ کو داخل ہونے کی اجازت دیدے - اور ظاہر
ہے کہ جب غیر مسلموں کا قیام اور دو دینوں کا اجتماع وہاں شریعت کو
منظور نہیں ' تو غیر مسلم کی حکومت یا حاکمانہ نگرانی و بالا دستی کو
جائز رکھنا کب شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز ہوسکتا ہے ؟

(جزیرۂ عرب کی تحدید)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ہے ؟ تو یہ بالکل صاف
و واضح ہے - اسکے لیے کسی بحث و نظر کی ضرورت ہی نہیں - نص
حدیث میں " جزیرۂ عرب " کا لفظ وارد ہے - اور عقلاً و اصولاً ظاہر ہے کہ
جب تک کوئی سبب قوی موجود نہ ہو ' کسی لفظ کے منطوق اور عام
و متعارف مدلول سے انحراف جائز نہ ہوگا - اور نہ بلا مخصص کے قیاسا
تخصیص جائز - شارع نے " جزیرہ " کا لفظ کہا' اور دنیا میں اسوقت سے
لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر ہر انسان کر رہا اور جان

---

(۱) آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وصایا شمار کیے گئے تو
مختلف روایات میں سات کلمات ملے - آنکے راوی کہتے ہیں کہ یہ منجملہ
آخر ما تکلم بہ کے ہیں - پھر آن کے فقہ و اسرار پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ
فی الحقیقت وہی کلمات خاتم النبیین کی حیات طیبہ کے آخری ارشادات
ہوسکتے تھے - اس فصل کے لکھتے ہوے طبیعت بے اختیار اس طرف مائل
ہوگئی اور رسالہ کی تحریر ملتوی کرکے انکی شرح لکھنی شروع کردی -
اور دو دن میں ختم ہوئی - فالحمد للہ علی ذلک -

رہا ہے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ہے ' وہي سمجھا جایگا - تمام مورخین و جغرافیہ نگاران قدیم و جدید متفق ہیں کہ عرب کو " جزیرہ " اسلیے کہا گیا کہ تین طرف سمندر اور ایک جانب دریا کے پاني سے محصور ہے - یعني تین طرف بحر ہند ' خلیج فارس ' اور بحر احمر و قلزم واقع ہیں ' اور ایک جانب دریاے دجلہ و فرات - فتح الباري وغیرہ میں ہے " قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب ' لان بحر فارس و بحر الحبشہ و الفرات و الدجلہ احاطت بہا " (۶ : ۱۱۸) اور اصمعي کا قول ہے " لاحاطۃ البحار بہا ' یعني بحر الہند و القلزم و بحر فارس و بحر الحبشہ و دجلۃ " (ایضا) اور نہایہ میں امام زہري کا قول نقل کیا ہے " سمیت جزیرہ لان بحر الفارس و بحر السودان احاط بجانبیہا ' و احاط بالجانب الشمالي دجلۃ و الفرات " یہي قول ارباب لغۃ کا ہے - قاموس میں ہے " جزیرۃ العرب ما احاط بہ بحر الہند و الشام ثم دجلہ و الفرات " پروفیسر پطرس بستاني نے (جو زمانۂ حال میں شام کا ایک مشہور مسیحي مصنف گزرا ہے اور جس نے عربي میں انسائیکلو پیڈیا لکھني شروع کي تھي) محیط المحیط میں جزیرہ عرب کي یہي تعریف کي ہے - حاصل سب کا یہي ہے کہ جزیرہ عرب وہ سر زمین ہے جسکے تین جانب سمندر ہیں اور شمالي جانب دریاے دجلۂ و فرات -

سب سے زیادہ مفصل جغرافیہ یاقوت حموي نے معجم البلدان میں دیا ہے جس سے زیادہ جامع و معتبر کتاب عربي میں جغرافیہ و تقویم بلدان کي کوئي نہیں - اور اسکو بروایت ابو المنذر حضرۃ ابن عباس سے نقل کیا ہے - " قال انما سمیت بلاد العرب جزیرۃ لاحاطۃ الانہار و البحار ' و ذلک ان الفرات اقبل من بلاد الروم ' فظہر بناحیۃ قنسرین ' ثم انحط علی أطراف الجزیرہ و سواد العراق ' حتی وقع في البحر في ناحیۃ البصرۃ و الابلہ ' و امتد الی عبادان ' و اخذ البحر في ذلک الموضع مغربا منعطفاً ببلاد العرب " الخ - خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عرب اسلیے جزیرہ مشہور ہوا کہ سمندروں اور دریاؤں سے وہ گھرا ہوا ہے - صورت اسکي یوں ہے کہ دریاے فرات بلاد روم سے شروع ہوا اور قنسرین کے نواح میں عرب کي سرحد پر ظاہر ہوا - پھر عراق میں ہوتا ہوا بصرہ کے پاس سمندر میں جا ملا - وہاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا ' اور قطیف و ہجر کے کناروں سے ہوتا ہوا عمان اور شحر سے گزر گیا - پھر حضر موت اور عدن ہوتا ہوا پچھم کي جانب یمن کے ساحلوں سے

جا ٹکرایا - حتیٰ کہ جدہ نمودار ہوا جو مکۂ و حجاز کا ساحل ہے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کي شاخ ختم ہوگئي - پھر سر زمین مصر شروع ہوتي ہے ' اور قلزم نمودار ہوتا ہے اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا سر زمین صور ر ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا ہے ' اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہي ہوکر وہ جگہ آ جاتي ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پاني کا سلسلہ قائم ہے - بحر احمر اور قلزم کي درمیاني خشکي بھي پاني سے خالي نہیں - کیونکہ سوڈان سے دریاے نیل وہاں آ پہنچا ہے اور قلزم میں گرتا ہے - یہي جزیرہ ہے جس سے عرب کي سر زمین عبارت ہے اور یہي عرب اقوام کا مولد و منشاء ہے " انتہی ملخصاً - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا ہیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال ہے - دھنے مشرق اور بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا ہوا دجلہ سے ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے اور اسي پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربي ساحل میں قطیف و احساء - پھر یہ خلیج تنگ ناے ہرمز سے نکلکر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد ھي بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آ گیا ' اور باب المندب سے جونہي آگے بڑھے' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربي ساحل افریقہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھي کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے پہلے یمن اور پھر جدہ ملیگا - اسکے بعد ساحل حجاز - حتیٰ کہ سمندر کي شاخ پتلي ہوکر طور سینا تک منتہي ہوگي' اور اسکے ساتھہ ھي خلیج عقبہ کي شاخ نظر آئیگي - اب مصر کي سر زمین شروع ہوگئي - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکي کا ایک ٹکرہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا ہے جو اسی درمیاني تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر سے جا ملا ہے - پس اگرچہ اُس زمانے میں یہ ٹکرہ خشک تھا مگر سمندر کي جگہ دریاے نیل کا خط آبي موجود تھا -

اسکے بعد بحر متوسط هے جسکے ابتدائي حصه کو قدیم جغرافیه نویس بحر مصر و شام سے تعبیر کرتے تھے - اسي پر بیروت واقع هے اور ساحل سے اندر کي جانب دیکھوگے تو پھر وهي مقام سامنے هوگا ' جهاں سے دریاے فرات نمودار هوکر خلیج فارس کي جانب بڑھا تھا - پس ایک پورا مثلث نما ٹکڑہ هے جو اس تمام بحري احاطه کے اندر واقع هے - صرف خشکي کا ایک حصه شمال میں فرات کے بائیں جانب نظر آتا هے - یعني شام - یهي مثلث ٹکڑہ جزیرۂ عرب هے - قدیم و جدید جغرافیه نگار دونوں اسمیں متفق هیں -

اس سے معلوم هوا که عرب کے " جزیرہ " اور " جزیرہ نما " هونے میں سب سے زیادہ اهم وجود دریاے دجلۂ و فرات کا هے - کیونکه اگر یه عرب کے حدود سے کوئي متصل تعلق نهیں رکھتے ' تو پھر اسکي ایسی صورت هي باقي نهیں رهتي جس پر جزیرہ کا اطلاق هوسکے - شمال کي جانب بالکل خشک رهجاتي هے - یهي وجه هے که جس کسي نے عرب کي تعریف کي' احاطۂ بحر و نهر کا لفظ کهکر واضح کردیا که جانب شمال دجله تک پھیلا هوا هے - اور جنهوں نے مقامات کے نام لیکر حدود متعین کیے' انهوں نے صاف کهدیا که شمالي حد دجله هے - نهایه ' معجم البلدان ' اور فتح الباري میں اصمعي کا قول منقول هے " من اقصی عدن ابین الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ و ساحل البحر الي اطراف الشام عرضاً " کرماني نے کها " هی ما بین عدن الی ریف العراق طولا ' و من جدہ الی الشام عرضا " یهي قاموس میں هے- ایسا هي ابن کلبي سے مروي هے - رفاعه بک طهطاوي نے قدیم و جدید کتب سے اخذ کرکے عربي میں " تعریفات النافعه لمرید الجغرافیه " لکھي - اسمیں بھي یهي حدود هیں - پس صاحب معجم کي تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت هوا که عرب طول میں عدن سے لیکر عراق کي ترائي تک ' اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا هوا هے - اسکي حد شمال میں دهني جانب دجله هے ' اور بائیں جانب عرض کا خط کھینچیں تو شام - آجکل کے جغرافیوں میں بھي عرب کے حدود یهي بتلائے جاتے هیں که پچھم میں بحر احمر' جنوب میں بحر هند ' پورب میں خلیج فارس' اور دکھن میں ملک شام هے -

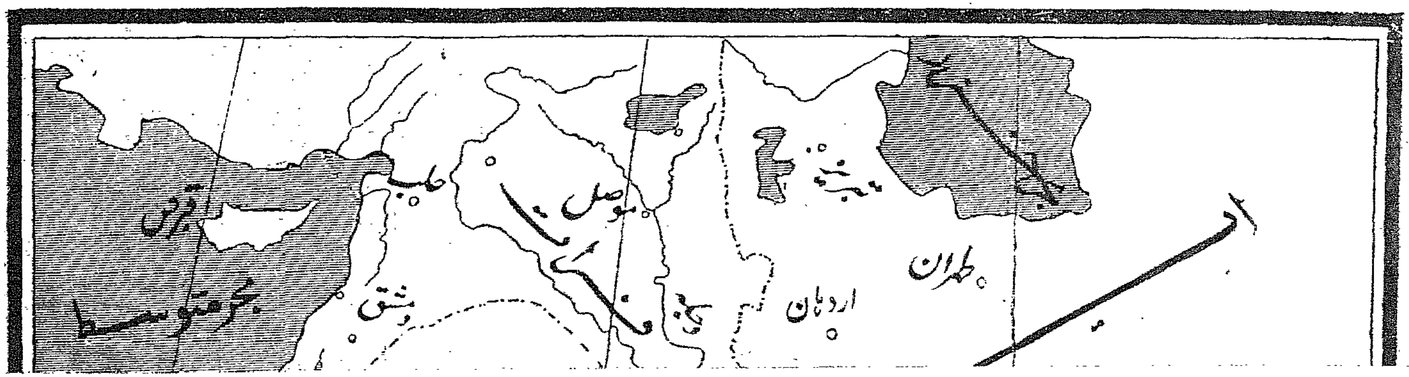
اسي معجم البلدان ميں عراق كي وجه تسميه بيان كرتے هوے لكها هے
" اى انها اسفل ارض العرب " (جلد ۹ : ۱۳۳) يعني عراق اسليے نام هوا
كه زمين عرب كا سب سے زياده نچلا حصه هے - اس سے بهي واضح هوگيا
كه عراق عرب ميں داخل هے - البته عراق كا وه حصه جو دجله كے پار واقع
هے ' اسميں داخل نه هوگا -

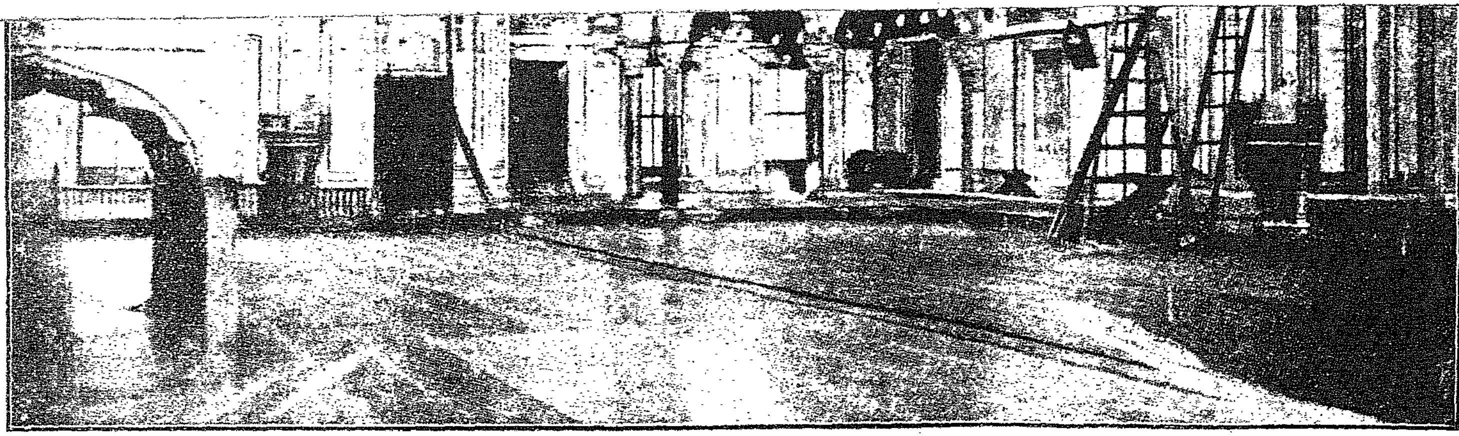
هم يهاں عرب كا ايك نقشه تفسير البيان كے مسوده سے ليكر درج كرتے
هيں - اس نقشه ميں ظهور اسلام كے وقت جزيرۂ عرب كي حالت دكهلائي
هے - يه نقشه دراصل يورپ كے بعض مشهور مستشرقين (اورنٹيلسٹ)
نے قديم نقشوں اور تعريفات سے مدد ليكر طيار كيا تها جسكو سنه ۱۸۵۰ ميں
پروفيسر فرڈيننڈ ويسٹن فيلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے ليڈن
يونيورسٹي سے شائع كيا - جزيرۂ عرب كے تمام قديم نقشوں ميں يه سب سے
زياده صحيح اور مستند هے - نقطوں كے خطوط سے تجارتي قافلوں كي وه
سڑكيں دكهلائي هيں جو چهٹي صدي عيسوي ميں عرب كے اندروني مقامات
سے سواحل تك جاتي تهيں -

(مسجد اقصى وارض مقدس)

مقامات مقدسۂ اسلاميه كے سلسله ميں بيت المقدس اور اسكي سر
زمين كا مسئله مسلمانوں كيليے اس سے كم اهميت نهيں ركهتا جسقدر حرم
مكه اور حرم مدينه - اسلام نے جن تين مقامات كے ليے به نيت
طاعت و ثواب سفر كرنے كي اجازت دي هے ' اُن ميں جس طرح مكۂ
و مدينه كا ذكر هے ' اسي طرح بيت المقدس كا بهي هے - مسلم و بخاري
كي مشهور روايت ميں هے " لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد : المسجد
الحرام ' و مسجدي هذا ' والمسجد الاقصى " يعنى به نيت زيارت و طاعت
سفر كا قصد و اهتمام نهيں هے مگر ان تين جگهوں كيليے - مسجد حرام '
مسجد مدينه ' اور مسجد اقصى - اس سے معلوم هوا كه تمام دنيا ميں
مسلمانوں كيليے شرعاً يهي تين مقام سب سے زياده مقدس و محترم هيں -
انهي كو يه خصوصيت حاصل هے كه انكي زيارت كيليے نيت كركے اپنے
وطنوں سے نكلتے هيں ' سفر كي تكليفيں اور صعوبتيں برداشت كرتے
هيں ' اور يقين كرتے هيں كه اسكے معارضه ميں اُنكے ليے بڑا هي اجر هے -
اسي بنا پر جمهور أئمۂ اسلام كا مذهب هے كه مسجد اقصى كي زيارت

اخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب (الحديث)





ایڈریا نوپل کی جامع مسجد

جو بقیہ یورپین ترکی میں اسلام کی آخری متاع عزت ہے ۔

کي اگر نذر ماني هو' تو اسکا ادا کرنا اسي طرح واجب هے ' جس طرح زيارت مسجد نبوي و حج و عمرہ کا ادا کرنا - ليکن ان تين جگهوں کے علاوہ کسي دوسري زيارتگاہ کے سفر کيليے نذر ماني هو' تو اسکا ادا کرنا باتفاق ائمۂ واجب نه هوگا - اس سے اندازہ کرليا جاسکتا هے که بيت المقدس کي سر زمين مسلمانوں کے مذهبي احکام و اعتقاد ميں کيا درجه رکهتي هے ؟ يهي وہ مقدس سر زمين هے جسکا الله نے يهوديوں سے وعدہ کيا تها ' اور بالاخر وعدہ پورا هوکر رها - ليکن وہ اسکے اهل ثابت نه هوے' اور دنيا کي حکومت و عزت کے ساتهه يهاں کي پادشاهت بهي اُنسے جاتي رهي - پهر مسيحي دور شروع هوا - اسکے بعد مسلمان اسکے وارث هوے - قرآن حکيم نے مسلمانوں کو خصوصيت کے ساتهه اس وراثت کي بشارت دي تهي : و لقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر ' ان الارض يرثها عبادي الصالحون - ان في هذا لبلاغاً لقوم عابدين - وما ارسلناک الا رحمة للعالمين (۲۱ : ۱۰۵) حضرة ابن عباس وغيرہ سے مروي هے که اس آيت ميں " الارض " سے مقصود بيت المقدس اور فلسطين هے - اسميں خبر دي گئي تهي که اب اسکي پادشاهت مسلمانوں کے حصے ميں آئيگي - اسي ليے کها : ان في هذا لبلاغاً الـخ -

يهي وجه هے که مسلمانوں نے هميشه اس سر زمين کي خدمت کو الله کي طرف سے ايک مخصوص عطيه و امانت سمجها ' اور اسکي حفاظت کو حرمين کي طرح ساري دنيا کي حکومت و فرماں روائي سے بهي زيادہ عزيز رکها - يهي اعتقاد ديني تها جس نے مسيحي جهاد کي آن آٹهه لڑائيوں کو کامياب هونے نه ديا جن ميں تمام يورپ کي طاقت اکٹهي هوگئي تهي ' حالانکه وہ وقت مسلمانوں کي پوليٹکل طاقت کے عروج کا نهيں بلکه تنزل و انحطاط کا تها ' اور تمام عالم اسلامي مختلف حکومتوں ميں متفرق هو چکا تها - اُسوقت سے ليکر آجتک وهاں کي حکومت خليفۂ اسلام کے ماتحت رهي هے ' اور خود يورپ نے مسيحي مذاهب کے امن و سکون کيليے اسے بهتر سمجها هے - پس اگر آج پهر ازمنۂ مظلمه (مڈل ايجز) کي تاريخ دهرائي جائيگي' اور اسلام کي جگه اُسے مسيحيت يا يهوديت کے زير اثر لانے کي کوشش کي جائيگي ' تو مسلمانوں کيليے نا ممکن هے که گوارا کرسکيں - اُنکا فرض هوگا که جب گذشته کرو سيڈ کا ايک حصه دهرايا گيا هے' تو دوسرا حصه بهي ظهور ميں آ جاے - وہ مسلمانوں کي ديني زيارت گاہ هے - وہ اُنکا مقدس مقام هے - اسکي

مذہبی وابستگی اُنکے ایمان و مذہب کا جزء ہے - اگر وہاں یہودیوں کا اقتدار بڑھایا جاتا ہے ' یا کسی مسیحی حکومت کو نگرانی و بالا دستی کے نام سے قائم کیا جاتا ہے ' تو یہ مسلمانوں کی جماعت اور آبادیوں ہی کو نہیں بلکہ انکی شریعت کو چیلنج دینا ہے ' اور مسلمانوں کو مجبور کر دینا ہے کہ یا تو اسلام کی جانب سے اس چیلنج کو قبول کرلیں ' یا اسکی اطاعت و حمایت سے دست بردار ہو جائیں -

(خاتمۂ سخن و نتائج بحث)

گذشتہ مباحث و تفصیلات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) اسلام کا قانون شرعی یہ ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفۂ و امام ہونا چاہیے - " خلیفۂ " سے مقصود ایسا خود مختار مسلمان بادشاہ اور صاحب مملکت ہے جو مسلمانوں اور اُنکی آبادیوں کی حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کی پوری قدرت رکھتا ہو اور دشمنوں کے مقابلے کیلیے پوری طرح طاقتور ہو -

(۲) اُسکی اطاعت و اعانت ہر مسلمان پر فرض ہے - اور مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے - تاوقتیکہ اُس سے کفر بواح (صریح) ظاہر نہو - جو مسلمان اسکی اطاعت سے باہر ہوا ' وہ اسلامی جماعت سے باہر ہوگیا - جس مسلمان نے اُسکے مقابلہ میں لڑائی کی - یا لڑنے والوں کی مدد کی ' اُس نے اللہ اور اسکے رسول کے مقابلے میں تلوار کھینچی - وہ جماعت اسلام سے باہر ہوگیا اگرچہ نماز پڑھتا ہو' روزہ رکھتا ہو' اور اپنے تئیں مسلم سمجھتا ہو -

(۳) ایک خلیفہ کی حکومت اگر جم چکی ہے ' اور پھر کوئی مسلمان اُسکی اطاعت سے باہر ہوا اور اپنی حکومت کا دعوی کیا ' تو وہ باغی ہے - اسکو قتل کردینا چاہیے -

(۴) صدیوں سے اسلامی خلافت کا منصب سلاطین عثمانیہ کو حاصل ہے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم کے خلیفہ و امام وہی ہیں - پس اُنکی اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض ہے - جو انکی اطاعت سے باہر ہوا ' اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکالدیا ' اور اسلام کی جگہ جاہلیۃ مول لی - جس نے انکے مقابلے میں لڑائی کی ' یا انکے دشمنوں کا ساتھہ دیا ' اسنے خدا اور اسکے رسول سے لڑائی کی -

(۵) صرف خلیفۂ اسلام ھي کے لیے یہ حکم مخصوص نہیں ھے - جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي ھو' تو کسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں کہ غیر مسلمان فوج کا ساتھي ھوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قراني من قتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالدین فیہا وہ اسلامي جماعت سے خارج ھو جائیگا - اسکا ٹھکانا دوزخ ھے - البتہ خلیفۂ اسلام کے مقابل ھوکر لڑنے کا جرم سب سے زیادہ سنگین جرم ھے -

(۶) جب کسي اسلامي حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حملہ کریں' یا حملہ کا قصد کریں' یا آنکي آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہنچانا چاھیں' تو ھر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اپنے بھائیوں کي مدد کرنا' اور انپر حملہ کرنے والوں سے لڑنا' فرض ھوجاتا ھے - علی الخصوص ایسي حالت میں جبکہ حملہ آور زیادہ طاقتور ھوں' اور انکے مقابلہ کي کافي طاقت آن مسلمانوں یا وھاں کي اسلامي حکومت میں نہو - اس صورت میں جہاد کي فرضیۃ علی الکفایہ نہ ھوگي' بلکہ مثل نماز روزہ کے فرض عین -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے کہ انکا مقابلہ کرنا اسکي طاقت سے باھر ھو' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نہ کرسکے' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا بہ یک وقت فرض ھوگا کہ جس طرح بھي ممکن ھو' اسکي مدد کریں - اور آسکے دشمنوں سے پیکار-

(۸) اسلام کا حکم شرعي ھے کہ جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے' جس میں عراق کا ایک حصہ اور بغداد داخل ھے' پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض ھونا چاھے' یا اُسکو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکالکر اپنے زیر اثر لانا چاھے' تو یہ محض ایک اسلامي ملک کے نکل جانے ھي کا مسئلہ نہ ھوگا' بلکہ اُس سے بھي بڑھکر مسلمانوں کے لیے ایک مخصوص سنگین حالت پیدا کردیگا - یعني اسلام کي مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چھا رھا ھے - اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا اولین فرض ھوگا کہ اس قبضہ کو وھاں سے ھٹانے کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں' اور اپني تمام قوتیں اسکے لیے وقف کردیں -

(۹) اسلام کے مقامات مقدسہ میں بیت المقدس اُسي طرح محترم ھے جس طرح حرمین شریفین - اسکے لیے لاکھوں مسلمان اپني جانوں کي قربانیاں' اور یورپ کے آٹھہ صلیبي جہادوں کا مقابلہ کرچکے ھیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض ھے کہ اس مقام کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضہ میں جانے نہ دیں - علی الخصوص مسیحي حکومتوں کے قبضۂ و اقتدار میں - اور اگر ایسا ھو رھا ھے' تو اسکے خلاف دفاع کرنا صرف وھاں کي مسلمان آبادي ھي کا فرض نہ ھوگا - بلکہ بہ یک وقت و دفعہ تمام مسلمانان عالم کا -

(خلیفۃ المسلمین اور گورنمنٹ برطانیہ)

جبکہ اسلام کے اٹل اور اپنے پیروؤں کیلیے دائمي احکام کا یہ حال ھے' تو یکایک اگست ۱۹۱۴ کو عالمگیر جنگ عالم کا شرارہ وسط یورپ میں چمکا' اور دیکھتے ھي دیکھتے مغربي تمدن کا تمام آتشگیر مادۂ جنگ بھڑک اٹھا :

نار اللہ الموقدۃ التي تطلع علی الافئدہ ! اور تھوڑے ھي عرصہ کے بعد جنگ نے مسلمانان ھند کیلیے ایک ایسي نازک صورت اختیار کرلي' جو برطانیہ کي حکومت ھند کي پوري تاریخ میں آجتک کبھي پیش نہیں آئي تھي - یعني خلیفۃ المسلمین کي فوجیں بھي میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں' اور ترکي کے برخلاف برطانیہ نے اعلان جنگ کردیا -

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاري طور پر ھندوستان میں مشتہر کي گئي' تو ساتھہ ھي حسب ذیل امور کا بھي اعلان کیا گیا تھا :

(۱) ترکي حکومت کے ساتھہ ھماري جنگ دفاعي ھے - نہ کہ حملہ آورانہ - ھم نے دو ماہ تک ھر طرح کا مخالفانہ اور جنگ جویانہ سلوک برداشت کیا' اور پوري کوشش کي کہ کسي طرح یہ جنگ ٹل جاے' لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاري رکھے - اب مجبوراً ھم کو بھي اعلان جنگ کرنا پڑا ھے -

(۲) ھندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بھروسہ رکھنا چاھیے کہ اس جنگ میں ھمارے یا ھمارے ساتھیوں کي جانب سے کوئي بات ایسي نہ ھوگي جو انکے مذھبي محسوسات کو صدمہ پہنچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رھینگے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا جائیگا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئي کار روائي عمل میں نہ

آئیگی - هماري جنگ موجودہ ترکي وزارت سے ہے جو جرمني کے زیر اثر کام کر رہي ہے - نہ کہ خلیفۃ المسلمین سے - گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف اپني جانب سے بلکہ اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمہ داري لیتي ہے -

یہ خلاصہ اُس سرکاري اعلان کا ہے جو پہلي نومبر سنہ ۱۹۱۴ع کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتھہ ھي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تھا ' اور پھر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کي گئي تھي - حتی کہ ہر کمشنري ' ہر ضلع ' ہر صدر مقام ' ہر شہر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامي حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تھیں اور زباني پڑھکر سنایا تھا - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گھر ایسا نہیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چھوڑ دیا گیا ہو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیرہ اخبارات سے ہمیں معلوم ہوا کہ مصر و سوڈان میں بھي بجنسہ یہي اعلان شائع کیا گیا ہے -

اس اعلان کے بعد بھي ہمیشہ ذمہ دار حکام ہند و انگلستان کي زبان سے یہ دونوں باتیں بار بار ظاہر ہوتي رہیں - اگر کسي اظہار و بیان کي مضبوطي میں اعلان کے تکرار اور اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل ہے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں جسقدر وسعت کے ساتھہ اور جس طرح بار بار زمانۂ جنگ میں کہي گئي ہیں ' اس سے زیادہ کسي انساني بیان کے اعلان اور کسي انساني وعدہ کے تکرار کي کوئي صورت دنیا میں نہیں ہوسکتي -

یہ کہنا ضروري نہیں کہ اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپني زندگي کیلیے لاکھوں سپاہیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھي ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابي کي ضرورت تھي - اگر اسوقت ہندوستان کے مسلمانوں میں ذرا بھي بے چیني پیدا ہوجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا حال کیا ہوتا ؟

اس اعلان کا نتیجہ وھي نکلا جو مطلوب تھا - یعني مسلمانان ہند پر صورت حال بالکل مشتبہ ہوگئي - علماء اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب ترکوں نے انگلستان دولِ متحدہ پر حملہ کیا ہے ' تو شرعاً صورت دفاع کي نہیں ہے بلکہ حملۂ

و هجوم کي هے ' اور اسليئے اسکي شرکت فرض کفايه کا حکم رکھتي هے - نه که فرض عين کا - پس شرعاً ضروري نهيں که مسلمانان هند بهي اسميں حصه ليں - عام مسلمانوں پر يه اثر پڑا که برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کررهي هے - اسکا مقصود اسلامي ممالک پر قبضهٔ و تصرف کرنا يا خليفهٔ اسلام کي حکومت کو نقصان پهنچانا نهيں هے - نيز اسلام کے مقدس مقامات يعني جزيرهٔ عرب اور بيت المقدسؔ وغيره هر حال ميں محفوظ رهينگے - ان تمام باتونکا نه صرف انگلستان کي جانب سے وعده کيا جاتا هے ' بلکه تمام حليف حکومتوں کي جانب سے بهي -

نهايت افسوس و روسياهي کے ساتهه اقرار کرنا پڑتا هے که مسلمانوں کا نه يه مذهبي فيصله صحيح تها - نه وعدوں اور اعلانوں پر اعتماد - انهوں نے اپني سيزده صد ساله تاريخ حيات ميں شايد هي کوئي ايسي قومي و مذهبي غلطي کي هوگي ' جيسي اس موقعه پر کي ' اور جسکے نتائج کي پهلي قسط آج آنکے سامنے هے - فما کان الله ليظلمهم و لکن کانوا انفسهم يظلمون !

تهوڑي دير کيليے اس سے قطع نظر کرلو که احکام شرع کي بنا پر يه راے کهانتک صحيح تهي ؟ صرف اس پهلو سے ديکهو که جن وعدوں پر بهروسه کيا گيا ' آنکا کيا حال تها ؟ پرانے وقتوں کي طرح موجوده زمانے کي سوسائٹي بهي اشخاص کيليے ضروري سمجهتي هے که ايفاے عهد ميں اپنے تئيں شريف ثابت کريں ' ليکن بيسويں صدي کي تهذيب ميں حکومتوں کيليے شريف هونا کوئي ضروري وصف نهيں هے ' اور اگر طاقت موجود هے تو پهر اخلاقي صداقت کے مطالبه کا وهم و گمان بهي نهيں کرنا چاهيے - جب وعدوں کا ايفا اور عهد و پيمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتهه ضروري نهيں سمجهي جاتي ' تو پهر محکوم و بے سر و سامان رعايا کے ساتهه کيوں ضروري سمجهي جاے ' جو اپني وفاداري ميں کتے کي طرح قابل تعريف مگر بے زباني ميں آسي کي طرح بے بس بهي هو ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولين کے عهد سے ليکر آجتک اپنے وعدوں کو جس طرح پورا کيا هے ' انکي عبرة انگيز سرگذشت صفحات تاريخ پر ثبت هے -

برطانی وعدوں کے اعتماد اور آنکے ایفاء کی اخلاقی نمائش کا یہ پہلا ہی موقعہ نہیں ہے - ۱۵ - جولائی سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامی انگریزی جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھی انگلستان کے وعدوں پر اعتماد ہی کیا تھا - بے اعتمادی نہیں کی تھی - لیکن خود اُسی کے لفظوں میں " انگلستان نے ہاتھہ بڑھاکر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آ گیا تو اسکا خاتمہ کردیا " سینٹ ہلینا کی سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر انگریزی مواعید کی اخلاقی قدر وقیمت کا اعلان کر رہی ہیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹر لو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ سمجھا جس پر انگلستان کے نامور ہیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے ' تو یقیناً انھوں نے بھی انگلستان پر اعتماد ہی کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر ہوچکا ہے ' اور خود انگریز مورخوں کی زبانی اُسکا افسانہ سن لیا جاسکتا ہے -

خود ہندوستان کے گذشتہ سو سالوں کی تاریخ ہی اسکے لیے کافی ہے - دوسرے ملکوں کی سرگذشتوں کی طرف نظر اُٹھانے کی ضرورت نہیں -

تا ہم مسلمانوں نے بھروسہ کیا - اور جنگ کے نتائج کی طرف سے مطمئن ہوگئے - اُنکا روپیہ' اُنکی جانیں ' اُنکے ملک کی تمام قوتیں ' بے دریغ خرچ کی گئیں - دنیا کی آخری اسلامی حکومت و خلافت کے خاتمہ میں اُنکی ہر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپنی تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئی' اور وہ فتح مندی مکمل ہوگئی جسکا پہلا نتیجہ اسلامی خلافت کی بربادی و تباہی ہے -

اثناے جنگ ہی میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاہر ہوگئے تھے - بغداد پر انگریزی فوج قابض ہوگئی تھی جو جزیرۂ عرب کی مقدس سر زمین میں داخل ہے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائی گئی اور اسکی وجہ سے جسقدر توہین اس مقدس مقام کی ہونی تھی وہ ہوکر رہی- پھر بھی مسلمانان ہند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ ہوے اور اس انتظار میں رہے کہ یہ جنگ کی عارضی حالتیں ہیں - صلح کے بعد ہی برطانی اعلان و مواعید کی مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا ہوجائیگی -

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس ٹکرہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثناے جنگ میں جاری رہا - مثلا وزیر اعظم کی تقریر ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے' انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

ہمکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ اب نہ کوئی بات ہمارے لیے سونچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ہیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف وہی جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ہو رہا ہے' تو نتائج حسب ذیل ہونگے :

(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ہے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ہے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ہے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ہے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ہو رہی ہیں' اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ہیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا' تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ہو جائیگی جب جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - حملۂ و ہجوم کی صورت نہ ہوگی کہ فرض علی الکفایہ ہو - لہذا ہندوستان کے ہر مسلمان کا یہ شرعی فرض ہوگا کہ خلیفۃ المسلمین' اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو' جہاں سے اسلامی حکومت ہٹائی جا رہی ہے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی' مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاہر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ہے - نہ موجودہ

اسلامي ممالک کے مسلمانوں کي - يعني وہ شکست کھاچکے هيں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کي درماندگي و تباهي غايت درجهٔ هلاکت تـک پہنچ چکي هے - جيسے ولايت سمرنا وغيرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بهي مسلمانان هند کا فرض شرعي هوگا کہ انکي مدد کيليے اُٹهہ کهڑے هوں - کيونکہ اگر ايک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کي طاقت نہيں رکهتے تو ديگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع ميں شريک هونا فرض هوجاتا هے -

(۳) جن بلاد اسلاميہ پر غير مسلم دخل و تصرف کرنا چاهتے هيں ' يا کرچکے هيں گو آخري اعلانات ابهي نہيں کيسے گئے - مثلاً ايڈريانوپل ' تهريس ' ايشياے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطين ' انکے قرب و جوار ميں مسلمانوں کي کوئي ايسي جماعت موجود نہيں جو دشمنوں کے دفاع ميں مددگار هوسکے ' اور اسکي اعانت کي وجہ سے مسلمانان هند بري الذمہ هو جائيں - پس اس بنا پر بهي ساري شرعي ذمہ داري مسلمانان هند کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنيا کي تمام اسلامي آباديوں سے زيادہ ' اور جو بہت سي باتوں ميں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بہتر حالت رکهتے هيں -

(۴) عراق کا تمام خطہ درياے دجلہ تـک جزيرهٔ عرب ميں داخل هے - پس اگر انگريزي قبضہ وهاں قائم رها ' يا کسي طرح کا بهي انگريزي اقتدار حکم برداري اور نگراني کے نام سے حاصل کيا گيا ' تو يہ صريح جزيرهٔ عرب پر غير مسلم اقتدار کا مسئلہ هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا کہ اس اقتدار کے دور کرنے کيليے حريف کا مقابلہ کريں -

(۵) بيت المقدس اسلام کے مقامات مقدسہ ميں داخل هے - اگر اسپر غير مسلم اقتدار قائم رکها جائيگا ' تو تمام دنيا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بهي فرض هوگا کہ دفاع کيليے مستعد هو جائيں -

(۶) غرضکہ هندوستان کے مسلمانوں پر ايک وفادار برٹش شهري کي زندگي بسر کرنا شرعاً ناجائز هوجائيگا - اور يہ فرائض کي سب سے بڑي کشمکش هوگي جسميں کوئي انساني جماعت مبتلا هوسکتي هے - هندوستان برٹش گورنمنٹ کے ماتحت هے اور مسلمان اسوقت تک ايک وفادار شهري جماعت کي زندگي بسر کرتے آئے هيں - ليکن ان حالات کا لازمي نتيجہ يہ نکليگا کہ انکے مذهبي فرائض هندوستان کے قانوني فرائض سے ٹکرا جائينگے - يعني بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کي حيثيت از روے شرع يہ

هوجائیگي که وہ " اسلام اور مسلمانوں کي حمله آور دشمن هے ' اور اسلیے اُس سلوک کي مستحق جو از روے شرع مسلمانوں کو حمله آور حریف کے ساتھه کرنا چاهیے " جب ایسا هوا ' تو مسلمان مجبور هونگے که دو راهوں میں سے کسي ایک کو اختیار کرلیں - یا برٹش گورنمنٹ کا ساتھه دیں ' یا اسلام کا - یه ناممکن هو جائیگا که دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چھه کروڑ سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئي عاقبت اندیشانه فعل هوسکتا هے ؟ فرصت کي آخري گھڑیاں گزر رهي هیں - اگر عارضي فتح مندي کا گھمنڈ مهلت دے ' توگورنمنٹ اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نہیں کیا کرتے که وفا کیا جاے ' تو کم ازکم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقي کلیه سے مستثنی کردیں جسکو هندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا بنیادي اصول حکومت سمجھا جاتا هے - یعني آغاز حکومت سے لیکر آجتک اس وعدہ کا قولاً و فعلاً اعلان که کسي جماعت کے مذهبي معاملات میں مداخلت نه کي جائیگي اور هر جماعت اپنے مذهبي احکام کي بجا آوري میں آزاد هے - اسي وعدہ کا نتیجه هے که هندوستان میں هر قوم کي طرح مسلمان بهي روز مرہ اپنے مذهبی فرائض انجام دے رهے هیں - انکي مسجدیں قائم هیں - پانچ وقت اذان کي صدائیں بلند هوتی هیں - کوئي حاکم مسلمانوں سے یه نہیں کہتا که نماز نه پڑهو -

لیکن اگر برٹش گورنمنٹ خلیفة المسلمین کے خلاف اپنے موجودہ طرز عمل پر قائم رهي ' اسکے جهاز اسلامي حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رهے ' اُسکي فوجیں عراق کي سر زمین پر قابض رهیں جو مقدس جزیرۂ عرب میں داخل هے ' اور ساتھه هي اس کي بهي متوقع رهي که هندوستان کے بد بخت مسلمان اسکے وفادار رهیں ' تو اسکے صرف یہي معني هوسکتے هیں که وہ مسلمانوں کو انکے مذهب کے چھوٹے چھوٹے حکموں میں آزادي دینے کیلیے طیار هے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادي عقائد هیں اور اُن بڑے حکموں میں داخل جن کے ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نہیں رهتا ' اُنکے لیے چاهتي هے که مسلمان حق و آزادي کا نام بهي زبان پر نه لائیں اور برطانیه کي وفاداري کي خاطر اپنے اسلام سے باغي هو جائیں !

وہ مسلمانوں کو آزادی دیگی کہ نماز پڑھیں جو مذہبي احکام میں شاخ کا حکم رکھتي ھے' لیکن عین اُسي وقت خلیفة المسلمین کي حکومت کو صرف قسطنطنیہ میں محدود کردینے اور تمام بچي بچائي ترکي مملکت کا خاتمہ کردینے کیلیے اپنے جنگي جہازوں کو بھي با سفورس بھیجیگي' اور اسطرح اسلامي خلافت و امامت کا خاتمہ ھو جائیگا جو مسلمانوں کے مذھبي احکام میں شاخ کا نہیں بلکہ بنیاد اور جڑ کا حکم رکھتي ھے ؟

وہ نماز کے پڑھنے میں مداخلت نہیں کریگي جسکے نہ پڑھنے سے مسلمان گناھگار ھوجاتا ھے ' لیکن خلیفة المسلمین کو اُنکي حکومت و مملکت سے محروم کردیگي جنکي مدد نہ کرنے سے ایک مسلمان گناھگار ھي نہیں بلکہ اسلامي جماعت سے باھر ھو جاتا ھے ؟

وہ مسلمانوں کو حج کے سفر سے نہیں روکتي کیونکہ انکا مذھبي عمل ھے ' لیکن وہ خلیفة المسلمین کو اپني بحري و بري فوجي طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگي کہ اسلامي مملکتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کردیں ' اور اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اٹھینگے تو کہیگي کہ یہ بغاوت ھے - پھر کیا وہ مسلمانوں کا مذھبي عمل نہ ھوگا ؟ اور کیسا مذھبي عمل ؟ ایسا عمل کہ شرعاً ھزاروں حج سے بڑھکر' اور حج اسکے لیے چھوڑدیا جاسکتا ھے ' لیکن حج کي خاطر وہ نہیں چھوڑا جاسکتا -

مسلمان اُن مسجدوں اور اُنکے اندر کي نمازوں کو لیکر ھندوستان میں کیا کرینگے جنکي اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کي آزادي کو ناز ھے ' جبکہ شریعت کے وہ احکام اُنکے سامنے آ جائینگے جنکي تعمیل ھزار نمازوں سے بڑھکر اور ھزار روزوں سے زیادہ اشد و اھم ھے ' اور جنکي نافرماني کے بعد نہ تو اُنکي نمازیں ھي اُنکے لیے سود مند رھینگي - نہ اُنکے روزے ھي اُن کو نجات دلا سکینگے ؟

(ترک موالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار' دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ھونگے - " ترک " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت کر رھے ھیں ' ترک کر دیني پڑینگي - " اختیار " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت نہیں کر رھے ' کرني پڑینگي -

اس سلسله میں سب سے پہلي چیز وہ ھے جسکو شریعت نے " ترک موالات " سے تعبیر کیا ھے - یعني جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حمله آور فریق کا حکم رکھتے ھوں ' اُنسے کوئي تعلق ایسا نه رکھنا جو محبت ' خدمت ' اور اعانت کا تعلق ھو - اگر کوئي مسلمان ایسا تعلق رکھیگا ' تو اُسکا شمار بھي شریعت کے نزدیک اُنھي غیر مسلموں میں ھوگا - مسلمانوں میں نه ھوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولي تقسیم کر دي ھے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانت دیا ھے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو نه تو مسلمانوں سے لڑتے ھیں - نه انپر حمله آور ھیں ' نه اُنکي آبادیوں پر قابض ھونا چاھتے ھیں - دوسري قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو یه ساري باتیں کر رھے ھیں - یعني لڑتے ھیں ' حمله آور ھیں ' اسلامي ممالک پر قبضه کرنا چاھتے ھیں -

اسلام کا حکم یه ھے که پہلي قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه مسلمانوں کو نیکي و محبت اور ھر طرح کے احسان و خیر خواھي کا سلوک کرنا چاھیے - اسلام اس سے ھرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اسکي دعوۃ حق کا اصل الاصول ھے - البته دوسري قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه وہ اجازت نہیں دیتا که اس طرح کا کوئي علاقه بھي مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُنکا شمار بھي الله اور اسکي شریعت کے دشمنوں میں ھوگا - ایک مسلمان کے سارے گناھوں سے شریعت درگزر کرلے سکتي ھے ' لیکن اگر وہ اُن غیر مسلموں سے محبت کرتا ھے ' یا کسي طرح کا واسطه رکھتا ھے ' تو یه گناہ نہیں ھے - نفاق ھے - اور منافق مومن نہیں ھے -

---

قران نے یه تقسیم سورۂ ممتحنه میں کردي ھے : لا ینھا کم الله عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیارکم ' ان تبرو ھم و تقسطوا الیھم ' ان الله یحب المقسطین - انما ینھا کم الله عن الذین قاتلو کم فی الدین و اخرجو کم عن دیارکم و ظاھرو اعلی اخراجکم ' ان تولو ھم ' و من یتولھم فاولئک ھم الظلمون - [۶۰ : ۱۰]

اور اسی سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوي وعدوکم اولیاء ' تلقون الیھم بالمودہ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمھارے اور تمھارے خدا کے دشمن ھیں ' انکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۃ مائدہ میں ھے : لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء ' بعضھم اولیاء بعض - و من یتولھم منکم فانه منکم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کي دشمني اور نقصان رساني میں سرگرم ھوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنایگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھي اُنھي میں ھوگا - اس سے بھي زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعني جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باھم جنگ ھو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاھیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ھے ' اس نے واضح کردیا ھے کہ مقصود ھر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ھے ' بلکہ ایک خاص قسم اور ایک خاص حالت - اسی طرح سورۃ عمران میں ھے : لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ما عنتم ' قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی في صدورھم اکبر (۳ : ۱۱۸)

(واقعۂ حاطب بن ابي بلتعہ)

سورۂ ممتحنہ کے شان نزول کا واقعہ اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ھي عبرت انگیز ھے - بخاري و مسلم میں حضرت علي سے مروي ھے کہ حاطب بن ابي بلتعہ مہاجرین صحابہ اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائي کا قصد کیا تو انھوں نے کسي بری نیت سے نہیں ' صرف اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکہ میں اطلاع دیدیني چاھي - وحي الھي سے آنحضرت اسپر مطلع ھوگئے اور راستے ھي میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انھوں نے معذرت کي اور کہا " ما فعلت ھذا کفرا و لا ارتدادا " حضرۃ عمر نے چاھا کہ انھیں قتل کردیں اور کہا " انه منافق - قد خان اللہ ورسولہ " یہ منافق ھے - اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھہ خیانت کي ! اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ھوا :

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی ہی عبرت ہے - حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین و بدریین میں سے تھے - انھوں نے صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - لیکن اسپر بھی اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ' اور حضرة عمر قتل کردینے کیلیے اُٹھے کہ یہ منافق ہے - غور کرنا چاہیے کہ جب بارجود علاقۂ قرابت ' مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھی گوارا نہیں کیا گیا ' تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہونا چاہیے جو بارجود برٹش گورنمنٹ کے محارب فریق ہونے کے ' ہر طرح کی محبت و موالات اور اعانت و نصرت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ہیں - اور جنکا ابتک یہ حال ہے کہ اُسکے درباروں کے دیے ہوے بے سود خطابوں تک کو اپنے دین و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ؟ علی الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ہے جنکو اُنکی بارگاہوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ہیں ' اور جو اپنے تئیں اسلام کی دینی ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کا سب سے زیادہ مستحق ظاہر کرتے ہیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکی قومی بدبختی کا اس سے بڑھکر اور کون سا وقت آ سکتا ہے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکی کتاب قطعاً منافق قرار دے رہی ہو ' اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھی حقدار نہیں کہ مسلمانوں کی صف میں جگہ پائیں ' اُنکو مسلمانوں کی دینی ریاست و پیشوائی کا دعوی ہے ' وہ مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہوں کے مالک ہیں جہاں صبح شام انھی کتابوں کا درس دیا جاتا ہے جن میں یہ تمام احکام درج ہیں ' اور پھر اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ہیں جو انکی پیشوائی کو جان و دل سے مان رہے ہیں ' اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رہے ہیں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' أیبتغون عندھم العزة ؟ فان العزة للہ جمیعا ! (۴ : ۱۳۸)	جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رہے ہیں ' تو کیا وہ چاہتے ہیں کہ اُنکی بارگاہوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت ہی کی طلب ہے تو یاد رکھیں کہ اصلی

اور سچی عزت دینے والے وہ نہیں ہیں - ہر طرح کی عزتیں اللہ ہی کیلیے ہیں ' اور ایک مسلمان کو ملسکتی ہیں تو اسی کی چوکھٹ سے -

سورۂ نساء میں یہ تمام خصلتیں منافقوں کي قرار دي هیں - اُنکا حال یہ هوتا هے کہ ایک هي وقت میں اسلام و کفر' دونوں سے ساز باز رکھنا چاهتے هیں - یعني وہ چاهتے هیں کہ مسلمان بھي رهیں' اور اسلام کے مخالفوں سے بھي رسم و راہ جاري رهے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ھا ولاء' ولا الی ھا ولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کي نسبت فرمایا: یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۳)

اسلام تو ایک مسلمان کیلیے اسکو بھي جائز نہیں رکھتا کہ اگر اسکے ماں باپ ' بھائي بہن ' مسلمانوں سے لڑ رهے هوں ' تو اُنسے بھي کسي طرح کا واسطہ رکھے : لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون [۹ ; ۲۳] اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکھیں' خواہ وہ اُنکے ماں باپ هي کیوں نہوں' انکے مومن هونے کي صاف صاف نفي کررها هے : لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر' یوادون من حاد اللہ ورسولہ و لو کانوا اباءھم (۵۸ : ۲۲) مہاجرین صحابہ نے اس حکم کي تصویر بنکر دنیا کو دکھلادیا کہ ایمان کے معني کیا هیں ؟

پس اب فیصلہ کرلو کہ اُن لوگوں کا حکم کیا هونا چاهیے جو ایسے وقتوں میں بھي محارب غیر مسلموں کے دیے هوے خطابوں سے پیار کرینگے ' اُن کے دیے هوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشي هی کے صلے میں ملے هیں) اپنے سینوں پر جگہ دینگے ' اُنکي بارگاهوں میں جاکر اطاعت و تعبد کا سر جھکائینگے ' اور آہ ' ان سب سے بھي بڑھکر وہ ' جو اُنکي راهوں میں غلاموں کي طرح بچھینگے ' اُنکے حکموں پرکتوں کي طرح لوٹینگے ' اُنکي خدمت و چاکري کے عشق میں اپنے دین و ایمان کے ایک ایک ذرے تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من ھذہ الفاقرۃ التي ھي اعظم فواقر الدین ' و الرزیۃ التي ما رزی بمثلھا سبیل المومنین !

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد

ان کان في القلب اسلام و ایمان !

(گورنمنٹ کیلیے اصلی سوال)

گورنمنٹ صرف اپنے فوائد و اغراض کو سامنے رکھکر غور کرلے کہ ہندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگی کی ساری چیزوں سے زیادہ اپنے مذہب کو محبوب رکھتے ہوں ' ایک ایسی اٹل اور لاعلاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر ہوگا جسمیں ایک طرف انکے مذہبی احکام ہوں' دوسری طرف برٹش گورنمنٹ ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑ جائیں کہ کسی طرح بھی جمع نہ ہو سکیں ؟ اگر انسان کے ہاتھہ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلاسکتے ہیں ' تو یقیناً برٹش گورنمنٹ اسوقت اس آدمی کی طرح سمندر کے کنارے کھڑی ہے جو اپنے ہاتھوں کو ہلا ہلاکر طوفانوں کو دعوت دے رہا ہو -

فی الحقیقت یہ نہ تو کوئی اُلجھاؤ ہے نہ کوئی مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدھی سی بات ہے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کے نشہ میں چند لمحوں کیلیے عقل و انصاف کی گنجائش نکالی جاسکے - مسلمانوں کا مطالبہ شرعی احکام کا مطالبہ ہے - اسلام کے احکام کوئی راز نہیں ہیں جن تک گورنمنٹ کی رسائی ممکن نہو - چھپی ہوئی کتابوں میں مرتب ہیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رہتے ہیں - پس گورنمنٹ کو چاہیے کہ صرف اس بات کی جانچ کرلے کہ واقعی اسلام کے شرعی احکام یہی ہیں یا نہیں ؟ اگر ثابت ہو جاے کہ ایسا ہی ہے تو پھر صرف دو ہی راہیں گورنمنٹ کے سامنے ہونی چاہئیں - یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذہب کو چھوڑ دے' اور کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے انکے مذہب میں مداخلت ہو اور وہ اپنے مذہبی احکام کی بنا پر برٹش گورنمنٹ کے خلاف ہو جانے پر مجبور ہو جائیں - یا اعلان کردے کہ اسکو مسلمانوں کے مذہبی احکام کی کوئی پروا نہیں ہے' نہ اس پالیسی پر قائم ہے کہ انکے مذہب میں مداخلت نہو - اسکو صرف زیادہ سے زیادہ زمین چاہیے' زیادہ سے زیادہ حکومت چاہیے' موصل کے تیل کے چشمے چاہئیں' عراق کی زرخیز زمین کی دولت چاہیے' اور اسلامی خلافت کا خاتمہ' تاکہ دنیا میں اسکا مشرقی حریف باقی نہ رہے - اگر ایسا کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی احکام باطل ہوتے ہیں تو ہوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد ہو جاتے ہیں تو ہوا کریں - اُنکو ہر حال میں برٹش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رہنا چاہیے' اگرچہ اسکی خاطر اپنے مذہب سے بھی دست بردار ہو جانا پڑے -

اسکے بعد مسلمانوں کیلیے بھي نہایت آسان ہو جائیگا کہ اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نہ کریں ' اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ' ان دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -

فصل

(راہ عمـــل)

لیکن ہمارے لیے اصلي سوال اب یہ نہیں رہا ہے کہ گورنمنٹ کو کیا کرنا تھا ؟ صرف یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

اس بارے میں راہ عمل مسلمانوں کیلیے ہمیشہ سے ایک ہي رہي ہے ' اور ہمیشہ کي طرح اب بھي ایک ہي ہے - میں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اُسي کي طرف بلایا ہے ' اور جب کبھي میري زبان بلانے کیلیے کھلیگي تو صرف اُسي کیلیے کھلیگي - یعني ہندوستان کے مسلمان اپني جماعتي زندگي کي اُس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصہ سے مبتلا ہیں ' اور جسکي وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند ہوگئے ہیں -

" جماعتي زندگي کي معصیت " سے مقصود یہ ہے کہ ان میں ایک " جماعت " بنکر رہنے کا شرعي نظام مفقود ہوگیا ہے - وہ بالکل اُس گلے کي طرح ہیں جسکا انبوہ جنگل کي جھاڑیوں میں منتشر ہوکر گم ہوگیا ہو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ہوکر اپني جماعتي قوت کي نمایش کرنا چاہتے ہیں - کمیٹیاں بناتے ہیں - کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں - لیکن یہ تمام اجتماعي نمائشیں شریعت کی نظروں میں " بھیڑ " اور " انبوہ " کا حکم رکھتي ہیں - " جماعت " کا حکم نہیں رکھتیں - " بھیڑ " اور " جماعت " میں فرق ہے - پہلي چیز بازاروں میں نظر آجاتي ہے جب کوئي تماشہ ہو رہا ہو - دوسری چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دیکھي جا سکتي ہے جب ہزاروں انسانوں کي منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جہت ' ایک حالت ' اور ایک ہي کے پیچھے مجتمع ہوتي ہیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جہاں انفرادي زندگي کے اعمال مقرر کردیے ہیں ' وہاں اُنکے لیے ایک اجتماعي نظام بھي قرار دیدیا ہے - وہ

کہتي ھے کہ زندگي اجتماع کا نام ھے - افراد و اشخاص کوئي شے نہیں - جب کوئي قوم اس نظام کو ترک کردیتي ھے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے ھي شخصي اعمال و طاعات میں سرگرم ھوں، لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھہ سود مند نہیں ھوسکتیں، اور قوم جماعتي معصیت میں مبتلا ھوجاتي ھے - قرآن و سنۃ نے بتلایا ھے کہ شخصي زندگي کے معاصي کسي قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے - اشخاص کي معصیت کا زھر آھستہ آھستہ کام کرتا ھے - لیکن جماعتي زندگي کي معصیت کا تخم (یعنی نظام جماعتي کا نہونا) ایسا تخم ھلاکت ھے جو فوراً بربادي کا پھل لاتا ھے اور پوري قوم تباہ ھو جاتي ھے -

شخصي اعمال کي اصلاح و درستگي بھي نظام اجتماعي کے قیام پر موقوف ھے - مسلمانان ھند جماعتي زندگي کي معصیت میں مبتلا ھیں - اور جب جماعتي معصیت سب پر چھا گئي ھے تو افراد کي اصلاح کیونکر ھوسکتي ھے ؟

کتاب و سنۃ نے جماعتي زندگي کے تین رکن بتلائے ھیں :

تمام لوگ کسي ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ھوجائیں -

وہ جو کچھہ تعلیم دے، ایمان و صداقت کے ساتھہ قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھہ احکام ھوں، اُنکي بلا چوں و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کي زبانیں گونگي ھوں - صرف اسي کي زبان گویا ھو - سب کے دماغ بیکار ھوجائیں - صرف اُسي کا دماغ کار فرما ھو - لوگوں کے پاس نہ زبان ھو نہ دماغ - صرف دل ھو جو قبول کرے، صرف ھاتھہ پاؤں ھوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نہیں ھے، تو ایک بھیڑ ھے، ایک انبوہ ھے، جانوروں کا ایک جنگل ھے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ھے، مگر نہ تو " جماعت " ھے نہ " امت " - نہ " قوم " نہ " اجتماع " - اینٹیں ھیں مگر دیوار نہیں - کنکر ھیں مگر پہاڑ نہیں - قطرے ھیں مگر دریا نہیں - کڑیاں ھیں جو ٹکرے ٹکرے کردي جاسکتي ھیں، مگر زنجیر نہیں ھے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتي ھے -

یہ وقت فصل کاٹنے کا تھا ' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنے جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گمگشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آ گیا جسکی تباہیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی

ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فانی لهم اذجا ئتهم ذکراهم ؟ (۴۷ : ۲۱) اب بھی اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور غم ہونا چاہیے تو اسی کا- سچے کام کے کرنے میں کتنی ہی دیر ہوجاے ' مگر جب کبھی کیا جاے ' سچائی ہے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت نا موافق ہے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی ' معصیت اور ہلاکی ہے - لیکن جب کبھی بھی کردیا جاے ' سچائی اور نیکی ہے ' اور اسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی - تمہاری سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے ہو' اور پھر چیخنے چلانے لگتے ہو' اور جسطرح اونگھتا ہوا آدمی ایک مرتبہ چونک اُٹھتا ہے ' یکایک اعتقاد اور عمل ' دونوں تمہیں یاد آ جاتے ہیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں ہی میں تمہاری مصیبت وجود میں آتی ہے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑجانے پر موقوف ہے - تمہاری مصیبت دائمی ' تمہارا ماتم همیشگی کا ' تمہارا روگ تمہاری ہڈیوں کے اندر سمایا ہوا اور چوبیس گھنٹے تمہارے ساتھ ہے - اور ٹھیک اُسی کیطرح تمہاری کامیابی و خوشحالی بھی ہر وقت تمہارے سایے کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی ہے - تم وقت پر سامنے آ جانے والی چیزوں کی فکر نہ کرو ' بلکہ اپنا ہمیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کرلو - جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا ' روز نئے نئے روگ لگتے رہینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ہے' مگر تمہاری بربادی کا مسئلہ کل ہی سے نہیں شروع ہوا - پس نادانو ! تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ہے - ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلیے صرف یہی ہے کہ " ہندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاہیے' اور قوم و فرد ' دونوں اعتبارون سے ٹھیک ٹھیک اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاہیے " اس ایک کام کے انجام دینے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے - صرف نظر بندوں کے استقبال میں گرد و خاک نہ اُڑاتے رہو - غفلت کے بندو ! اپنے ایمان کے سراغ میں نکلو کہ اس نے کیوں تم کو ہمیشے کیلیے چھوڑ دیا ہے ؟

درازي شب و بيـــداري من اين همه هست
ز بخت من خبـــر آريد تا کجـــا خفتست

اسي مسئلۂ خلافت کو ديکھو! شرعي اور سياسي' دونوں پہلوؤں سے کسقدر اهم اور نازک معامله هے؟ اگر آج مسلمانوں ميں اُنکے ائمۂ و مشاهير موجود هوتے' تو اُنميں سے بهي هر شخص زبان نه کهولتا' کسي ايک صاحب نظر و عمل کے احکام پر سب کار بند هو جاتے - ليکن اسکے مقابله ميں آج تمهارا کيا حال هـو رها هے؟ کميٹيوں اور تجـويزوں کي عادت برسوں سے پڑي هوئي هے - اسي قينچي سے اس پہاڑ کو بهي کترنا چاهتے هو- هر زبان تجويزيں پيش کر رهي هے - هر قلم امام و مجتهد کي طرح احکام نافذ کر رها هے - کوئي کچهه کہتا هے - کوئي کچهه کہتا هے - کوئي دهنے بلاتا هے - کوئي بائيں - کيا اس طوائف الملوکي اور ذهني انارکي کے ساتهه جو عالم فکر و نظر کا ايک پورا پورا غدر هے' يه مهم سر هوسکتي هے؟

شرعي پہلو سے مسئله کا يه حال' که ايک صاحب نظر و اجتهاد دماغ کي ضرورت هے جسکا قلب کتاب و سنة کے معارف و غوامض سے معمور هو- وه اصول شرعيه کو مسلمانان هند کي موجوده حالت پر' انکے توطن هند کي حديث العهد نوعيت پر' ايک ايک لمحه کے اندر متغير هو جانے والے حوادث جنگ و صلح پر' ٹهيک ٹهيک منطبق کرے' اور پهر تمام مصالح و مقاصد شرعيۂ و مليه کے تحفظ و توازن کے بعد فتوي شرع صادر کرتا رهے - نه هر عالم اسکا اهل هے - نه هر مدرسه نشين اس کا اسرار شناس -

سياسي پہلو سے ديکها جاے تو جو کام فوجوں اور حکومتوں کي طاقت سے انجام پاسکتا هے' اسکو تم صرف اپني جماعتي قوت کے استعمال سے حاصل کرنا چاهتے هو- پهر کسقدر نامرادي هے که وه قوت بهي ناپيد ؟

بلاشبه لوگوں ميں احساس اور طلب کي کمي نهيں- نه جوش و سرگرمي کي کمي هے' اور يه بڑي هي قيمتي چيز هے - ليکن اگر صحيح راه عمل اختيار نه کي گئي تو يهي بات سب سے زياده مضر بهي هو جاسکتي هے - جذبات کي مثال اسٹيم کي سي هے - بغير اسٹيم کے کچهه نهيں هوسکتا ' ليکن وه بهي بغير مشين اور سائق (ڈرايور) کے کچهه نهيں کرسکتي - مشين اسکي طاقت کو ترتيب ديتي ' اور ڈرايور اس سے کام ليتا هے - اگر يه دونوں باتيں

نہیں ہیں ، تو اس سے زیادہ کوئي خطرناک اور مہلک چیز بھي نہیں ہوسکتي - کاش وہ نہ ہوتي - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتي ہے ، مگر انجنوں کو ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو ہلاک بھي کردیتي ہے !

" جذبات " اُسي وقت کام دیسکتے ہیں ، جب انکو مرتب کرنے اور انپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھي موجود ہو - و ذلک من عمل النبوة ، و لکن لا یعقلها الا العالمون -

بہر حال اسوقت ، اور ہمیشہ سے ، اور ہمیشہ کیلیے ، " راہ عمل " یہي ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کي جماعتي زندگي اختیار کرلیں - اسي پر مسئلۂ خلافت اسلامي کے بھي تمام مہمات و اعمال موقوف ہیں -

(آل انڈیا خلافت کمیٹي اور فراہمي زر اعانة)

تمام مسلمانوں کو اُن ہمدردان ملت کا شکر گزار ہونا چاهیے جنہوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹي کي بنیاد ڈالي اور تمام ملک میں اسکي شاخوں کے قیام کا سرو سامان کیا - اس کمیٹي کا قیام وقت کا صحیح اور مفید کام ہے بشرطیکہ پوري مستعدي کے ساتھہ ایک کثیر و طاقتور فنڈ کي فراهمي میں مسلمان اسکا ساتھہ دیں - ہر حال میں پہلي اور ناگزیر منزل مال کي پیش آتي ہے - روپیہ کي ایک بڑي مقدار بجاے خود کام اور طاقت ہے -

خلافت کمیٹي کو تبلیغ و اشاعت کا وسیلہ اور فنڈ کي فراهمي کا نظام سمجھنا چاهیے ، اور اسکا کام پوري مستعدي اور سرگرمي سے جاري رهنا چاهیے - ہندوستان کا کوئي گوشہ ، کوئي آبادي ، کوئي گاؤں ، خلافت کمیٹي سے خالي نہ رہے - نہ کوئي مسلمان ایسا باقي رہے جو ہندوستان میں بستا ہو اور خلافت فنڈ کیلیے اس سے چندہ نہ مانگا گیا ہو -

تم نے غور سے سنا یا نہیں ؟ میں نے کیا کہا ؟ میں نے کہا " چندہ نہ مانگا گیا ہو " - یہ نہیں کہا کہ " چندہ دیا ہو " - یعني اگر تم ہزار طرح کي فکروں اور نئي نئي تجویزوں اور سوالوں سے بالکل خالي الذہن ہوکر مہینے دو مہینے کے اندر صرف یہي دو کام انجام دیدو - ایک زمین کا - دوسرا انسانوں کا - زمین کا یہ کہ کوئي گوشہ خلافة کمیٹي کے وجود سے خالي نہ رہے - انسانوں کا یہ کہ کسي مسلمان فرد کے کان طلب اعانت کے سوال سے نا آشنا نہ رهجائیں ، تو یاد رکھو کہ بجاے خود یہ ایک بڑا سے بڑا کام ہوگا جو تم ہندوستان میں انجام دیسکتے ہو -

جو لوگ ایثار و قربانی کی بڑی بڑی مہموں کا دعوا کیا کرتے ہیں ' انکو سب سے پہلے مالی قربانی کی ابتدائی اور سہل ترین منزل سے گزر جانا چاهیے - اگر وہ روپیہ بھی نہیں دیسکتے اور اسکی فراهمی کی زحمت بھی انسے جھیلی نہیں جا سکتی ' تو پھر خواہ کتنے ہی بڑی بڑی اور پرجوش آمادگیوں کا اظہار کریں ' نہ عقل اُنکی تصدیق کریگی ' نہ شرع قبول کریگی -

لیکن خلافت کمیٹی کا کام مسلمانوں کو نظام جماعتی و شرعی کے قیام سے مستغنی نہیں کر دیسکتا - خلافت کمیٹی روپیہ جمع کریگی ' ایجی ٹیشن جاری رکھیگی - تبلیغ و اشاعت کریگی - لیکن نہ تو وہ قوم کو سنبھال سکتی ہے ' نہ کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا ہوسکتی ہے ' نہ شرعی نظام کی قائم مقامی ہو سکتی ہے - وہ خود احکام شرعیہ کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالا تر قوت حاکمۂ و نافذہ کی محتاج ہے - اور اگر وہ نہیں ہے تو پھر اسکی ہستی بھی قائم نہیں رہسکتی -

نظام شرعی یہ نہیں ہے کہ ہر شخص فرداً فرداً سونچتا رہے کہ مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاهیے ؟ اور اخبارں میں آرٹیکل لکھے جائیں کہ عملی راہ کیا ہونی چاهیے ؟ اور نہ ہر شخص یا چند آدمیوں کی گڑھی ہوئی کمیٹی کو یہ حق ہے کہ لوگوں کو کسی راہ کی طرف دعوت دینا شروع کردے - یہ کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا ہے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہو - وہ وقت اور حالت پر اصول شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار دانی و نکتہ شناسی کے ساتھہ نظر ڈالیگا ' اُمت و شرع کے اصولی مصالح و فوائد اسکے سامنے ہونگے - کسی ایک گوشے ہی میں ایسا مستغرق نہ ہو جائیگا کہ باقی تمام گوشوں سے بے پروا ہو جاے :

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء !

سب سے بڑھکر یہ کہ اعمال مہمۂ اُمت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار ہوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرۃ کے بعد ہر وقت ' ہر تغیر ' ہر حالت کے لیے احکام شرعیہ کا استنباط کریگا -

(اتبعون ' اهدکم سبیل الرشاد)

عزیزان ملت ! اس طول طویل صحبت میں جسقدر باتیں میں نے تم سے کہی هیں' اُن میں کوئي بات بهي ایسي نہیں هے جو میري زبان پر نئي هو - بلکه یه تمام وهي باتیں هیں جو پچھلے دس سالوں سے برابر کہتا رها هوں ' اور اگر الهـلال و البـلاغ کي پیهم صدائیں تمهارے حافظه میں فراموش نہیں هوگئي هیں ' تو تم اسکي تصدیق کرسکتے هو - تمهارے رهبروں اور پیشواؤں کي رائیں اور صدائیں کتني هی مضطرب و متزلزل رهي هوں ' لیکن میـري طرف دیکھـو ! میں ایک انسـان تم میں مـوجود هوں جو دس سال سے صرف ایک هي صداے دعوة بلند کررها ' اور صرف ایک هي بات کي جانب تڑپ تڑپ کر بلا رها اور لوٹ لوٹ کر پکار رها هے - و لکن لا تحبون الناصحین (۷ : ۷۸) مگر افسوس که تم حقیقي اور سچي بات کہنے والوں کو پسند نہیں کرتے - تم نمائش کے پجاري ' شور و هنگامه کے بندے ' اور وقتي جذبات و انفجار هیجان کي مخلوق هو - تم میں نه امتیاز هے نه نظر - نه تم جانتے هو نه پہچانتے هو - تم جسقدر تیز دوڑ کر آتے هو ' اُتني هي تیزي کے ساتهه فرار بهي کر جاتے هو - تمهاري اطاعت جسقدر سهل هے اور تمهاري ارادت جتني سستي ' اُتناهي تمهاري انحراف آسان هے ' اور اُسي نسبت سے تمهاري مخالفت بهي ارزان هے - پس نه‌تو تمهاري تحسین کي کوئي قیمت ' نه تمهاری توهین کا کوئی وزن - نه تمهارے پاس دماغ هے نه دل - وسارس هیں جنکو تم افکار سمجھتے هو - خطرات هیں جنکو تم عزائم کہتے هو - خدارا بتلاؤ ! میں تمهارے ساتهه کیا کروں ؟ کیا یه سچ نہیں هے که آج جن باتوں کیلیے تم رو رهے هو ' یه وهي باتیں هیں جو ایک زمانے میں میري زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب کي چیخ بنکر نکلتي تهیں ' مگر تمهارے سینے کے اندر پتهر کا ایک ٹکڑہ هے ' اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آ جاتي تهیں ' اور تم یکقلم انکار و اعراض میں غرق تهے ؟

تم نے همیشه اعراض کیا - تم نے اعـراض هي نہیں کیـا ' بلکه جعلوا اصابعهم في آذانهم ' و استغشوا ثیابهم ' و اصروا ' و استکبروا استکبارا [۷۱ : ۷] کي ساري سنتیں غفلت و انکارکي تازہ کردیں - میں نے تم میں سے هر گروہ کو ٹٹولا - میں نے داوں اور روحوں کا ایک ایک گوشه

چھان مارا - جب کبھي کوئي بہتر دیکھي ' فریاد کي - جب کبھي انسانوں کو دیکھا اپني طرف بلایا - لیکن فلم یزد ہم دعائي الافرارا [۷۱ : ۶] بہت کم روحیں ایسي نکلیں جنکو حقیقت کا فہم ہو ' اور بہت کم دل ایسے ملے جو طلب و عشق سے معمور ہوں - یہانتک کہ میں تمھاري آبادیوں سے الگ ہوکر رانچي کے گوشۂ قید و بند میں چلا گیا ' اور خدا هي بہتر جانتا ہے کہ وہاں بھي میري صبحیں اور میري شامیں کن فکروں اور کاموں میں بسر ہوتي رہیں - اب میں پھر تم میں واپس آگیا ہوں - لیکن تمھاري بھیڑوں اور غولوں میں سچي جستجو کا چہرہ اسي طرح مفقود ہے ' جیسا کہ همیشه سے مفقود رہا ہے - ابتک حقیقت شناسي کي کوئي گیرائي تم میں نظر نہیں آتي - تم مجھے بلاتے ہو کہ استقبال سے بھرے ہوے ریلوے استیشنوں پر اتارو ' اور ایسے پرجوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے هاتھوں میں فتح مند فوجوں کي طرح جھنڈیاں ہوں ' اور پھر اتنے انسان میري گاڑي کے چاروں طرف اکٹھے کردو کہ انکے ہجوم میں دو چار آدمیوں کا خون ہو جاے ' مگر آہ ! میں تمھاري ان بھیڑوں کو لیکر کیا کروں جب تمھارے دلوں میں سناٹا چھایا ہوا ہے ' اور تمھارے اس جوش استقبال سے مجھے کیا خوشي ہو جب تمھاري روحیں موت کي افسردگي سے مرجھائي ہوئي ہیں - افسوس ! تم میں کوئي نہیں جو میري زبان سمجھتا ہو - تم میں کوئي نہیں جو میرا شناسا ہو - میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تمھارے اس پورے ملک میں ایک بے یار و آشنا غریب الوطن ہوں :

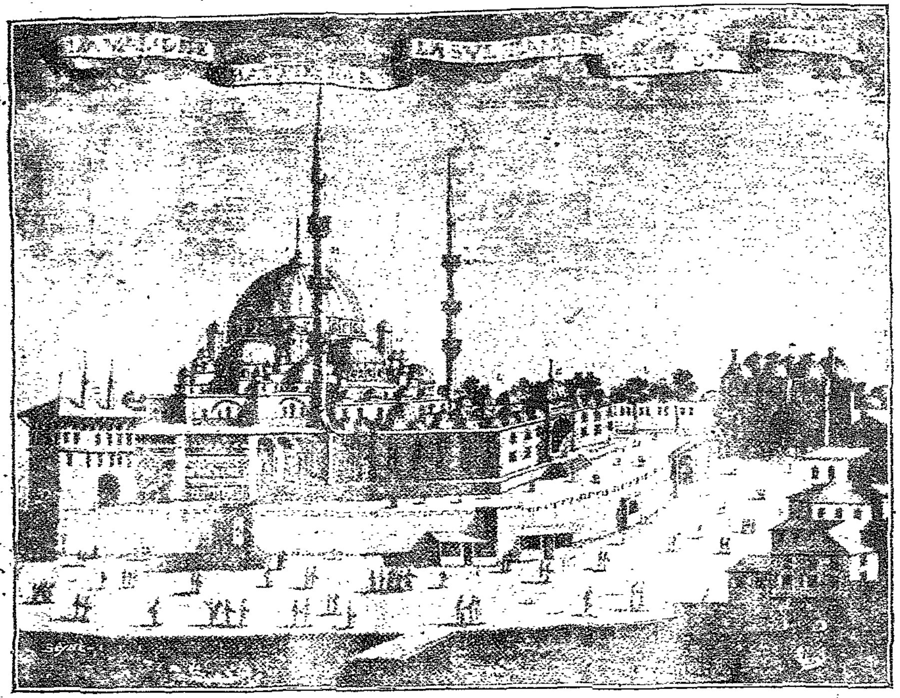
من بہر جمعیتے نالاں شدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
هر کسے از ظن خود شد یار من * وز درون من نہ جست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست * لیک کس را گوش آن منظور نیست

میري راہوں میں نہ کبھي تبدیلي ہوئي نہ میرے سفر میں کبھي یمین و یسار کا تذبذب پیش آیا ہے - تبدیلیاں فکروں میں ہوسکتي ہیں ' قیاسوں میں ہوسکتي ہیں ' پولیٹکل حکمت عملیوں میں ہوسکتي ہیں ' انساني تقلید اسکا سر چشمہ ہے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع ' لیکن ان عقائد میں کبھي تبدیلي نہیں ہوسکتي جو وحي و تنزیل کي اٹل اور دائمي هدایتوں سے ماخوذ ہوں - الحمد للہ کہ میں جو کچھ کہتا اور کرتا رہا ' وہ میرے عقائد و معلومات تھے ' تمھارے بڑوں کي طرح ارا؟

و مظنونات نه تھے - و ان الظن لا یغني من الحق شیئا (٥٣ : ٣) اسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں هي نے کہدیا که یه ایک طرح کي مذهبي بغاوت اور ما فوق الفطرۃ دعوؤں کا اعلان ہے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصله هي کردیا که یه صرف فصاحت و بلاغت کي ساحري اور ادیبانه افسونگري ہے : اکتتبها فهي تملي علیه بکرۃ و اصیلا (٢٥ : ٧) لیکن دیکھو ! بالاخر رفته رفته سب نے اپني جگہیں چھوڑدیں - سب اسي راہ پر چل پڑے - بہتوں نے دانسته ' اور بہتوں نے نا دانسته ' مگر راہ سب نے وهي اختیار کي - آج تم سب اسي " ما فوق الفطرۃ دعوؤں " اور " ساحرانه فصاحت طرازیوں " کو اپنا اصل الاصول بنائے ہوے هو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع مذهب " کے ناموں سے اسے موسوم کرتے هو -

پس جبکه یه تجربۂ و مشاهدہ تمہارے سامنے ہے ' تو آج میں اعلان کرتا هوں که دوسرے تجربه کا وقت آگیا - راہ عمل کیلیے تمہارا رخ وہ ہے جسکي طرف دوڑ رہے هو - اور میري راہ وہ ہے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا هوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کیا کرتے ' مگر منتظر رهتے هو که پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں هواؤں میں پاني کي بو سونگھه لینے کا خوگر هوں ' اور صرف بادلوں هي کو دیکھه لینا میرے علم کیلیے کافي ہے - پس اگر پچھلا تجربه کافي ہے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھي اور انتظار کرنا چاهتے هو تو انتظار کر دیکھو - فستذکرون ما اقول لکم ' وافوض امري الی الله - ان الله بصیر بالعباد (٤٠ : ٤٧)

ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کا بیرونی منظر



نام نہاد مجلس صلح فیصلہ کرنا چاھتی ھے کہ ولایت ایڈریا نوپل کو
قسطنطنیہ سے الگ کر دیا جاے

ضميمه

جدول سنين خلافة اسلاميه

عدد	خلفاء	سنه هجري	سنه مسيحي
١	ابوبكر الصديق (رض)	١١	٦٣٢
٢	عمر بن الخطاب (رض)	١٣	٦٣٤
٣	عثمان بن عفان (رض)	٢٣	٦٤٤
٤	علي بن ابي طالب (رض)	٣٥	٦٥٢
	سلسلة بنو امية		
٥	معاويه بن ابي سفيان	٤١	٦٦١
٦	يزيد بن معاويه	٦٠	٦٨٠
٧	معاويه بن يزيد	٦٤	٦٨٣
٨	مروان بن الحكم	٦٤	٦٨٣
٩	عبد الملک بن مروان	٦٥	٦٨٤
١٠	الوليد بن عبد الملک	٨٦	٧٠٥
١١	سليمان بن عبد الملک	٩٦	٧١٤
١٢	عمر بن عبد العزيز	٩٩	٧١٧
١٣	يزيد بن عبد الملک	١٠١	٧١٩
١٤	هشام بن عبد الملک	١٠٥	٧٢٣
١٥	الوليد بن يزيد بن عبد الملک	١٢٥	٧٤٢
١٦	يزيد بن الوليد	١٢٦	٧٤٣
١٧	ابراهيم بن الوليد	١٢٦	٧٤٣
١٨	مروان بن محمد بن مروان	١٢٧	٧٤٤
	سلسلة عباسيه		
١٩	ابو العباس سفاح	١٣٢	٧٤٩
٢٠	ابو جعفر منصور	١٣٧	٧٥٤
٢١	المهدي بن منصور	١٥٨	٧٧٤

٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المأمون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٢٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل على الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٢٥٦	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفي بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفي بالله بن المقتفي	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٢٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٢٩	١١٣٥
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئ بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٧٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئ	٥٧٥	١١٨٠
٥١	الظاهر بالله بن الناصر	٦٢٢	١٢٢٥

۵۲	المستنصر بالله بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم بالله بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عباسیۂ مصر

۵۴	المستنصر با لله	۶۵۹	۱۲۵۸
۵۵	الحاکم بامر الله	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستکفي با لله	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با لله	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاکم بامر الله	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با لله	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوکل علی الله	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق با لله	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعین با لله	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با لله	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستکفي با لله	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر الله	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با لله	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوکل علی الله	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با لله	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوکل علی الله	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلۂ عثمانیہ

۷۰	سلیم خان اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سلیمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سلیم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفی اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

۷۸	مراد رابع	۱۰۳۲	۱۶۲۳
۷۹	ابراهیم اول	۱۰۴۹	۱۶۴۰
۸۰	محمد رابع	۱۰۵۳	۱۶۷۴
۸۱	سلیمان ثانی	۱۰۹۹	۱۶۸۷
۸۲	احمد ثانی	۱۱۰۲	۱۶۹۱
۸۳	مصطفی ثانی	۱۱۰۶	۱۶۹۵
۸۴	احمد ثالث	۱۱۱۵	۱۷۰۳
۸۵	محمود اول	۱۱۴۲	۱۷۳۰
۸۶	عثمان ثالث	۱۱۶۸	۱۷۵۴
۸۷	مصطفی ثالث	۱۱۷۱	۱۷۵۷
۸۸	عبد المجید اول	۱۱۸۷	۱۷۷۳
۸۹	سلیم ثالث	۱۲۰۳	۱۷۸۹
۹۰	مصطفی رابع	۱۲۲۲	۱۸۰۷
۹۱	محمود ثانی	۱۲۲۳	۱۸۰۸
۹۲	عبد المجید	۱۲۵۵	۱۸۳۹
۹۳	عبد العزیز	۱۲۷۷	۱۸۶۱
۹۴	مراد خامس	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۵	عبد الحمید ثانی	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۶	محمد خامس		
۹۷	امیر المومنین السلطان محمد خاں سادس - خلد الله ملکه و شوکته -		

تصحیح

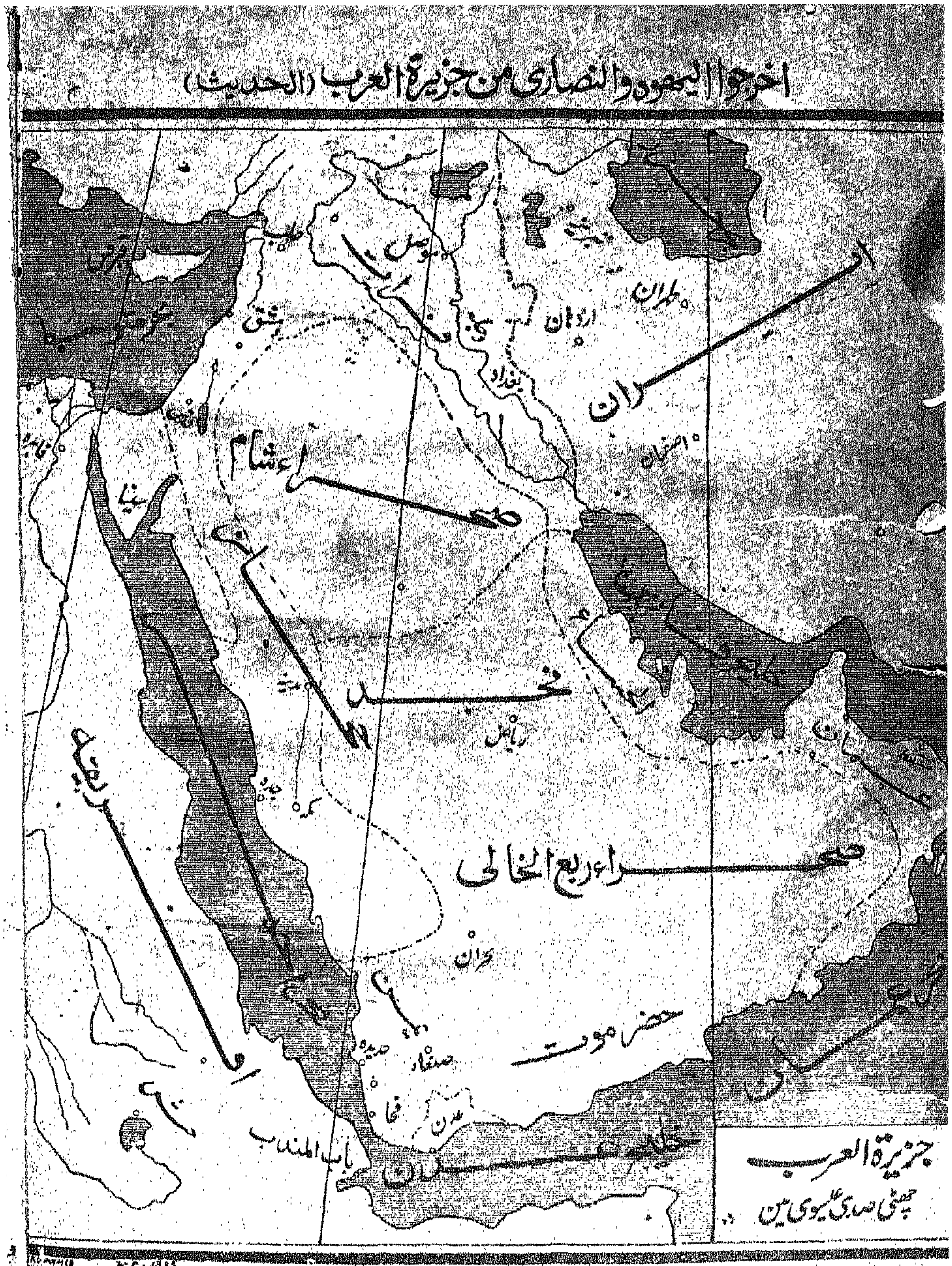
صفحه ۶۹ - سطر ۲۷ - میں هے که حافظ عسقلانی اور قاضی عینی نے آٹھویں صدی میں بخاری کی شرحیں لکھیں - اسکو یوں پڑھنا چاهیے :
" آٹھویں صدی یا نویں صدی کے اوائل میں "

صفحه ۸۰ - سطر ۲۰ - میں هے " هندوستان میں شهنشاه اکبر کا زمانه تھا " یه صحیح نهیں هے - یوں پڑھنا چاهیے " بابر کی قسمت آزمائیوں کا زمانه تھا "

صفحه ۵۳ اسطر ۱۵ کے آخری لفظ " تمهاری " کے بجائے " تمهارا " پڑھیے -

یه رساله بالکل قلم برداشته لکھا گیا هے - تحریر و طباعة ' دونوں کا سلسله ساتھه ساتھه جاری رها - نظر ثانی و مراجعت کتب کا بالکل موقعه نه تھا - اسلیے اکبر کے زمانه کی تعیین میں غلطی هوگئی -

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ، هُوَ
اجْتَبٰىكُمْ ، وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ
سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ، وَ
تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوْا
بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ
نِعْمَ النَّصِيْرُ ! (٢٢ : ٧٨)


اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (الحدیث)
ایران
طہران
بغداد
اصفہان
دمشق
سینا
صحراء شام
نجد
ریاض
مکہ
جدہ
صحراء ربع الخالی
نجران
حضرموت
صنعاء
عدن
باب المندب
جزیرۃ العرب
چھٹی صدی عیسوی میں